گنجینۂ علم و عرفان
شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی مدظلہ
پیش لفظ
مولانا عبد القیوم حقانی
ترتیب و تالیف
حافظ محمد طیب حقانی
القاسم اکیڈمی • جامعہ ابوہریرہ
برانچ پوسٹ آفس خالق آباد ضلع نوشہرہ
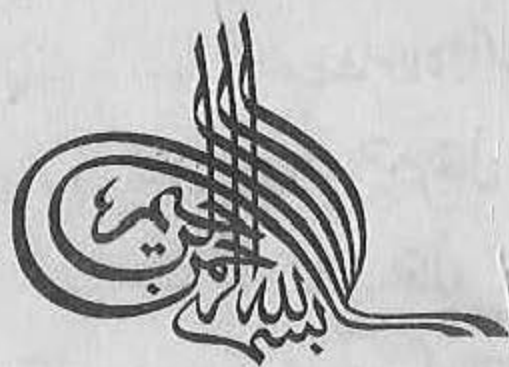
گنجینۂ علم وعرفان

گنجینۂ علم وعرفان

افادات .... شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہ

پیش لفظ .... مولانا عبدالقیوم حقانی

ترتیب وتالیف .... حافظ محمد طیب حقانی

کمپوزنگ .... جان محمد جانؔ رکن القاسم اکیڈمی

ضخامت .... ۳۱۶ صفحات

تعداد. ۱۱۰۰

اشاعتِ اوّل .... جمادی الثانی ۱۴۳۰ھ / جون ۲۰۰۹ء

ناشر .... القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہؓ خالق آباد نوشہرہ

یہ کتاب درج ذیل اداروں سے مل سکتی ہے

صدیقی ٹرسٹ صدیقی ہاؤس المنظر اپارٹمنٹس 458 گارڈن ایسٹ نزد لسبیلہ چوک کراچی

☆ مکتبہ رشیدیہ سردار بازار اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

☆ کتب خانہ رشیدیہ مدینہ کلاتھ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی

☆ مولانا خلیل الرحمٰن راشدی صاحب جامعہ ابوہریرہؓ چنوں موم ضلع سیالکوٹ

☆ مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی ☆ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

☆ مکتبہ معارف جنگی محلہ پشاور ☆ ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور

☆ مکتبہ سلطان عالمگیر بمعہ شاہ نفیس سینٹر یکوز ۔ ۵ لوئر مال چوک گاۓ شاہ اردو بازار لاہور

اس کے علاوہ اکوڑہ خٹک اور پشاور کے ہر کتب خانہ میں یہ کتاب دستیاب ہے

گنجینۂ علم وعرفان

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہٗ

پیش لفظ : مولانا عبدالقیوم حقانی

ترتیب وتالیف : حافظ محمد طیب حقانی

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب (شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ) کے انقلابی اور موثر خطبات، علمی، تاریخی اور تحقیقی مقالات، اپنے موضوع پر جامع مضامین، اہم مکتوبات، ادبیات اور منظومات، دلچسپ سفرنامے اور حیرت انگیز روئیداد ......

علماء، طلباء، خطباء، عامۃ المسلمین، ارباب علم وقلم اور مطالعاتی ذوق رکھنے والے احباب کے لئے ایک نادر علمی سوغات، مولانا عبدالقیوم حقانی کا شاندار پیش لفظ اس پر مستزاد۔

القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد نوشہرہ

نغمۂ ساز کہیں ، نالہ پُرسوز کہیں
دل تڑپنے کا ہر انداز نیا ہوتا ہے

ایک اندازِ نظر کے ہیں فسانے لاکھوں
جو نظر اُٹھتی ہے مفہوم نیا ہوتا ہے

فہرست عناوین

باب دوم ...... مقالات ومضامین

باب سوم ...... مکتوبات ومنظومات ۱۴۹

باب چہارم ...... سفرنامے ۱۷۵

اظہارِ تشکر و امتنان

ارشادِ نبوی ہے: ''من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ'' (جو لوگوں کا شکریہ ادا نہ کرے وہ اللہ کا شکر گزار بندہ نہیں بن سکتا) بہ مقتضائے حدیث میں حقیر و فقیر طالب بھی ان تمام احباب کا شکر گزار ہوں، جنہوں نے اس عظیم کام میں میرے ساتھ کسی بھی قسم کا تعاون کیا ہے۔ بالخصوص برادرِ عزیز مولانا سید حبیب اللہ شاہ حقانی (رُکن القاسم اکیڈمی و مدرس جامعہ ابو ہریرہ) جس نے ترتیب و تبویب اور تصحیح میں میرا دست و بازو بن کر ذاتی کام سے بھی بڑھ کر معاونت فرمائی۔

کمپوزنگ کے سلسلہ میں برادرم جان محمد جانؔ اور پریس و طباعت کے سلسلہ میں حضرت مولانا سید محمد حقانی مدظلہٗ (مدرس جامعہ ابو ہریرہ و بانی مکتبہ رشیدیہ اکوڑہ خٹک) کا شکریہ ادا کرنا بھی لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر دے اور اپنی عظمتِ شان ہی کے شایانِ شان اجرِ عظیم سے نوازے۔

حافظ محمد طیب حقانی

پیش لفظ

الحمد لحضرة الجلالة والصلوٰة والسلام علی خاتم الرسالة۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا حضرت ! اگر کوئی شخص مختلف عوارض و اعذار اور دنیاوی و کاروباری مشغولیات و مصروفیات کی بنیاد پر اہل اللہ' علماء' اولیاء' صلحاء' اور اتقیاء کی خدمت اور صحبت میں حاضر نہ ہو سکے، زیارت و ملاقات کا شرف بھی حاصل نہ کر سکے، افادہ و استفادہ کی بھی بظاہر کوئی صورت ممکن نہ ہو تو ایسے شخص کو کیا کرنا چاہئے کہ وہ نورِ علم اور فیضِ علم سے بھی محروم نہ رہے؟

امام ابو یوسفؒ نے فرمایا : ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ ان اہل اللہ' اہل علم اور بلند پایہ علمی و دینی شخصیات کے مبارک احوال و تذکار اور مواعظ و نصائح پر مشتمل کتابوں کا مطالعہ کرے۔ یہ علم ایسا ہی ہے جیسے بہ نفسِ نفیس ان مبارک ہستیوں کی پُر نور مجالس و محافل میں شریک ہے۔

اکابر کے تذکرے' احوال و سوانح' تصنیف و تالیف کردہ کتب' مواعظ و ارشادات اور اقوال و ملفوظات پر مشتمل گراں قدر تحریری ذخیرے اگرچہ ان حضرات

کی صحبت کامل نہیں تو کسی نہ کسی درجے میں ضرور نعم البدل ثابت ہو سکتے ہیں۔

عریانی وفحاشی، الحاد و زندقہ اور ہر طرف سے کفر کی یلغار کے اس دور میں اسلاف واکابر کے مبارک احوال وتذکار، حکایات وواقعات اور مواعظ وارشادات کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔ آج جب کہ اسلام اور اہلِ اسلام کو بہت سے چیلنجوں کا سامنا ہے۔ مغربی مشنریاں اس حوالے سے سرگرمِ عمل ہیں کہ مسلمان مغربی افکار و اقدار کو اپنانے میں ہی اپنی نجات سمجھیں۔ جبکہ بات صرف اتنی ہے کہ کلمہ طیبہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ہماری زندگی کا ہر لحہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق گزرے۔ خلقِ خدا کی خدمت ہمارا نصب العین ہو، ایمان و یقین ہمارا شعار ہو، سیرت وکردار کی سچائی ہماری پہچان ہو، معاشرت، معیشت، سیاست، تعلیم، تہذیب اور تمدن سب میں اسلامی رنگ آجائے۔ معاشرے کو اسلامی رنگ میں رنگنے اور معاشرے کی اصلاح وفلاح اور کردار سازی میں علماءِ ربانیین کا ہر دور میں ایک مسلم کردار رہا ہے۔

پیشِ نظر کتاب بھی ایک عالمِ ربانی جسے دنیا محدثِ کبیر شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کے نام سے جانتی ہے، کے اصلاحِ معاشرہ کی جدوجہد کی آئینہ دار ہے۔ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کا نام زبان پر آتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ کسی ایک شخص کا تذکرہ نہیں ہو رہا ہے بلکہ بیک وقت کئی اشخاص زیرِ بحث ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں علم وفضل کی بے شمار دولتوں اور فکر ونظر کی بے شمار صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ وہ متبحر عالمِ دین ہیں، تفسیر، حدیث اور فقہ میں وسیع نظر رکھتے ہیں، انہیں علمِ کلام، منطق اور ادب میں عبور حاصل ہے۔ تاریخ عالم کے ایک ایک گوشے اور ایک ایک پہلو پر ان کی نظر ہے۔ وہ اردو، پشتو اور عربی زبان کے بے مثال ادیب ہیں، بے مثل خطیب بھی ہیں،

وہ جب بات کرنے پہ آتے ہیں تو ان کے علم و مطالعہ کی وسعت' حیرت انگیز قوت حافظہ اور بے نظیر قوت استحضار کا اعتراف کرتے ہی بن پڑتا ہے۔ تفسیر حسن المصری پانچ جلد اور تفسیر سورۂ کہف مولانا کے علم و فضل کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ علم و فضل کے بعد ان کی سیرت کا پہلو آتا ہے اور یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ ان کے علمی فضائل ومحاسن کا پہلو عظیم الشان ہے یا اخلاق' تواضع' عبدیت' زہد و تقویٰ اور فقر و درویشی کے لحاظ سے وہ بڑے ہیں۔ چھوٹوں کے لئے ان کا وجود سرتاپا شفقت و رحمت' دوستوں کے ہمدرد و غم گسار، نیازمندوں اور عقیدت کیشوں کے لئے ہمہ تن دُعا و سلامتی، لیکن فراعنۂ وقت کے مقابلے میں ان کی کج کلاہی قائم و دائم ہے۔ روس اور امریکہ سے ٹکرانے والے مجاہدین کے استاذ بھی ہیں اور شیخ بھی۔ ڈنکے کی چوٹ امریکہ و روس کی مخالفت اور مجاہدین کی حمایت کرتے ہیں، جس بات کو غلط سمجھا، غلط کہا جس بات کو صحیح جانتے ہیں، ببانگِ دُہل صحیح کہتے ہیں، ان کے نزدیک حق کے معاملے میں عوام کا اشتعال اور دوستوں کی ناراضی وقتی چیزیں ہیں۔ مخالفتوں کے طوفان میں کبھی بھی اپنے موقف سے ذرہ بھر بھی جنبش نہیں کی۔ ان کی شخصیت پر قلم اُٹھانے کے لئے جن صلاحیتوں کی ضرورت ہے، بلاشبہ وہ مجھ میں موجود نہیں ہیں، میں نے تو محض اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے، آئندہ اہلِ علم اور باصلاحیت لوگ ان کی شخصیت کو اپنا موضوع بنا کر اعلیٰ معیار اور علمی ذوق کے مطابق کام کریں گے۔

پیش نظر کتاب ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کی باکمال اور ہمہ جہت شخصیت کے چند پہلوؤں سے تعلق رکھتی ہے۔ اس میں مولانا کے چند مضامین' کچھ مواعظ و خطبات' بعض سفرنامے اور بزرگانِ دین کے واقعات و حالات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب کی جمع وترتیب کی سعادت میرے فرزند حافظ محمد طیب کے حصے میں آئی ہے۔ حافظ محمد طیب جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں درجۂ مشکوٰۃ کے طالب علم بھی ہیں اور جامعہ ابوہریرہ کے ناظمِ دفتر بھی۔

کتاب کی ترتیب سے مرتب کے حسنِ ذوق اور کافی محنت کا پتہ چلتا ہے۔ قلم وقرطاس کے دامن پر پھیلے ہوئے یہ نقوش لختِ دل ہیں ان پر مالِ تجارت کا دھوکہ نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کی اس محنت کو قبول فرمائے۔ موصوف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ علم باعمل نصیب فرمائے اور مزیدان کو اپنے اکابر کے علوم ومعارف کی ترتیب واشاعت کی توفیق ارزانی فرمائے۔

عبدالقیوم حقانی

صدر القاسم اکیڈمی جامعہ ابوہریرہ

خالق آباد نوشہرہ

عرضِ مرتب

نحمدہٗ و نصلی علی رسوله الکریم

شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی مدظلہم علمی اور دینی حلقوں میں کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ موصوف بہترین مدرس، مفسر، محدث، فقیہ اور مجاہدین کے پشتیبان ہیں۔ عرصہ دراز سے مرکز علم جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے تعلیم وتعلم کے شعبہ میں مصروف عمل ہیں۔ ان کی شخصیت آفتاب آمد دلیل آفتاب کی مصداق ہے۔ آپ کے علم وفضل اور فقر ودرویشی کو دیکھ کر اسلاف کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ آپ بجاطور پر سلف صالحین کی روایتوں کے محافظ اور ان کے علوم ومعارف کے امین و وارث ہیں۔ مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ کی دینی، ملی اور علمی خدمات کا احصاء کیا جائے تو ایک دفتر تیار ہو سکتا ہے۔

پیش نظر کتاب اُن کے مواعظ ونصائح، ارشادات وافادات، حکایات و واقعات اور حالات ومقالات پر مشتمل ہے۔ جب موصوف کے مؤثر، روح پرور اور ایمان افروز مجموعے کو دیکھ کر آنکھیں منور ہوئیں، دل ودماغ معطر ہوئے، تب سے

تَرَبَّى مِنَ الاُسْدِ اَسْلافِ قَرْنِهٖ مُعَلِّمُهٗ عَبْدُ حَقٍّ عَمَل

آپ اپنے وقت کے شیر و دلیر، اسلاف کے تربیت یافتہ ہیں اور کامل العقل مولانا عبدالحق آپ کے استاذ ہیں۔

تلقی التقی من حیاض المدینة لہٗ حسنُ الجانُ حِبٌّ زمیل

آپ نے (جامعہ اسلامیہ) مدینہ منورہ کے (علمی وروحانی) تالابوں سے تقویٰ کی دولت حاصل کی ہے مولانا حسن جان شہید آپ کے بے حد محبوب ساتھی تھے۔

وَدَرَّسَ عِلْمَ الرَّسُوْلِ الْاَمِیْنِ وَلَمْ یُدْرَ لِلشَّیْخِ شَخْصٌ بَدِیْل

آپ نے حضرت رسول امین علیہ السلام کی احادیث مبارکہ کی خوب تدریس فرمائی اس وقت دنیا میں آنجناب کا کوئی ثانی نہیں ہے۔

وَجَاهَدَ فِی اللّٰہِ حَقَّ الجِهَادِ مَقَالُ الْکَرِیْمِ لِکُلٍّ دَلِیْل

آپ نے جہاد فی سبیل اللہ کا حق ادا کیا اس سخاوت کے پیکر کا ہر قول ہم سب کیلئے وزنی دلیل ہے۔

وَتِلْمِیْذُهٗ فضلُ رَحْمٰنَ قَائِدٌ سَرِیُّ السَّرِیْ عَبْقَرِیٌّ عَسُوْل

قائد جمعیت مولانا فضل الرحمٰن آپ کے شاگرد ہیں جو معزز سرداروں کے بڑے آقا نابغہ روزگار اور بڑے نیک نام ہیں۔

نُحَیِّیْ زعیمَ الشیوخِ العِظَامِ جُفُوْنُ الجَمِیْعِ لِقَرْمٍ سبیل

ہم سب عظیم شیوخ کے قائد (ڈاکٹر صاحب) کو سلام کرتے ہیں، سب کی پلکیں سردار عظیم کے لئے فرش کے راہ ہیں۔

فرشنا قلوبًا لأقدام ضیفٍ وفیھا بریْعِ الجنانِ نزیل

ہم نے اپنے دل ایک عظیم مہمان کے لئے بچھا دیے ہیں، وہ ہمارے دلوں کی دلربا اقامت گاہ میں قیام فرما ہیں۔

أتى الشاهُ شيرُ العليُّ الشريفُ سميدعُ قومٍ و سيفٌ سليلُ

مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب تشریف لائے جو قوم کے فیاض سردار اور (باطل کیلئے) تیغ بے نیام ہیں۔

وأرضُ الأكورا زهتْ والهزارا أضاءَ الدجى وهوَ بَدْرٌ يجولُ

(آنجناب کی برکت سے) سرزمین اکوڑہ وہزارہ سرسبز وشاداب ہو گئے (شرک وبدعت کی) تاریکیاں (توحید وسنت کی) روشنی سے ختم کی ہیں' آپ وہ ماہ تمام ہیں جو (نور بکھیرنے کے لئے) ہمیشہ چکر لگاتا رہے گا۔

فأهلاً وسهلاً بقمقامِ دهرٍ فيوضُ ألبيبٍ لنا سلسبيلُ

وقت کے بڑے فیض رساں خوش آمدید، اس عظیم دانشمند کے فیوض ہمارے لئے جنت کا پرنالہ ہے۔

ورنّمنَ فرحاً هناك البلابلُ فرحنا كثيراً وسُرّتْ عقولُ

آپ کی تشریف آوری پر مارے خوشی کے بلبلیں نغمہ سرا ہیں اور ہم بھی بہت شاد ماں اور ہمارے دل بہت مسرور ہیں۔

يحييكمُ فضلُ هادٍ هنالكَ مربيه شيخُ الحديث الخليلُ

آنجناب کے قدوم مبارک پر فضل الہادی آپ کو سلام کرتا ہے' مربی اس کے شیخ الحدیث مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ہیں۔

كذا عبد قدوسٍ الالمعيُّ وكل المشائخ شِيَمٌ جميلُ

اسی طرح مولانا عبد القدوس صاحب بھی جو نہایت خوش طبع ہیں، بلکہ میرے تمام استاذ بڑے روشن ضمیر و انتہائی حسین ہیں۔

وصلىَّ الالٰه على الانبياء لسيّدهمْ منهُ اجر جزيلُ

اللہ تعالیٰ تمام انبیاءؑ پر رحمتیں برسادیں اور ان کے سردار حضرت محمد ﷺ کے لئے اللہ کی طرف سے شایانِ شان بدلہ عطا ہو۔

عکس تحریر شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی مدظلہ

صاحب المجد والمکارم فخر الأماثل حضرت مولانا عبد القیوم حقانی زادکم اللہ تعالیٰ سعادۃً وکرامۃً وتقبل جہودکم الطیبۃ فی سبیل خدمۃ الإسلام والمسلمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کی تازہ ترین زرّین تصنیف "سوانح قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ" کے چند ابواب

اور مکتوب سامی صدہا مسرتوں وانبساطات کا باعث بنے، الحمد للہ اس ناچیز کو اس عظیم الشان وقیع تالیف پر تقریظی کلمات لکھنے کی فرمائش ہے

حقیقت عشرہ سے طبیعت کمزور ہے۔ گرمی شدید درد اور وجع المفاصل کیوجہ سے طویل مطالعہ کی ہمت دشوار ہے۔ مگر اس نادرۂ روزگار، شیخ اکبر، عدیم المثال

عبقری، متدین، ہر دلعزیز شخصیت کی پاکیزہ حیات طیبہ کی جرأت آموز واقعات، اسکی عظمت وعزیمت، ثبات واستقلال، حق گوئی وبے باکی، جرأت وشجاعت

مثالی عمیق علم ومعرفت کا کارنامہ جاننے، نمایاں پڑھنے کیلئے اولین فرصت میں بیٹھا، اور والہانہ شوق وذوق کے ساتھ آپکی اس جدید بیش بہا تالیف کا مطالعہ شروع کیا

بحمد اللہ۔ تمام احساس کردہ ذھبی اوراق ایک ہی نشست میں باعث فرحت وسرور کے باعث بنے، مسلسل [illegible] صفحے طبیعت درست رہی۔ دل ودماغ سطر سطر تا [illegible] دعائیں

سے دعائیں نکلیں

وردَ الکتابُ بما أقرَّ الأعینا ۔ وشفی القلوبَ فنلنَ غایاتِ المُنی

وتقاسمَ الناسُ المسرّۃَ بینھم ۔ قسماً وکان أجلّھم حظاً أنا

باب : ۱

خطبات

جہاد قیامت تک جاری رہے گا

۵ر جولائی ۱۹۹۸ء کو حرکۃ الانصار کے تربیتی اور جہادی مرکز "مدرسہ شاہ اسماعیل شہید" بٹراسی ضلع مانسہرہ میں علماء کنونشن منعقد ہوا، صوبہ سرحد سے حضرت مولانا سید شیر علی شاہ اور مولانا عبدالقیوم حقانی بطور مہمان خصوصی مدعو تھے، اس موقع پر مولانا سید شیر علی شاہ نے جو خطاب فرمایا ٹائپ ریکارڈ سے من وعن نذر قارئین ہے..(ادارۃ القاسم)

خطبہ مسنونہ کے بعد!

قابل صد احترام علماء کرام اور حرکۃ المجاہدین کے شاہین صفت مجاہدو بارک اللہ فی حیاتکم وقواتکم وایدکم فی جمیع المیادین الجہادیہ۔

حضرت مخدومنا و فخر العلماء مفتی نظام الدین شامزئی مدظلہ حضرت مولانا شاہ صاحب اور حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب، حرکۃ المجاہدین کے عمائدین حضرت مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب، حضرت مولانا فاروق کشمیری صاحب اور

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب، حضرت مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب۔

ہم بارگاہ الٰہی میں سر بسجود ہیں اور اے رب العالمین! ہم کروڑوں مرتبہ آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے فضل و کرم سے ہم خدام اور ہم سیاہ کاروں کو ان مجاہدین کے سائے تلے جمع ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ میں حرکۃ المجاہدین کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں۔ بچپن ہی سے جہاد کی طرف رغبت تھی لیکن حرکۃ المجاہدین کی ترغیب ہی پر رب العالمین نے مجھے جہاد افغانستان میں حصہ لینے کی توفیق عطا فرمائی اس طرح جہاد کشمیر میں اس مبارک جماعت کی برکت سے ہمیں کچھ نہ کچھ حصہ نصیب ہوا۔

آج دنیائے کفر لرز رہی ہے وہ لرزہ کی حالت میں ہے کہ مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار ہوا ہے۔ ہم طالب علمی میں حدیث پڑھتے تھے کہ اسلام کے لیے جہاد ایسا ہے جس طرح کہ اونٹ کے لیے کوہان کی حیثیت۔ میں نے اس کے بارے میں کتابیں مطالعہ کیں تو کتابوں نے یہ بات اور یہ راز بتادیا کہ اونٹ صحرا نورد ہے اور اگر سات آٹھ دن تک پانی نہ پیئے تو اس کے ساتھ پانی کی ایک ٹینکی موجود ہے اور صبار علی الجوع والعطش (بھوک اور پیاس پر زبردست صبر کرنے والا) ہے۔ کئی دن بھوکا رہتا ہے لیکن جب اس کے جسم میں کمزوری آجاتی ہے تو کوہان کی چربی پگھل کر اس کے مختلف اعضاء کو طاقت دیتی ہے اور ہم نے دیکھا کہ واقعی جب اسلامی شعائر ماند پڑ گئے، لوگ اسلامی اقدار سے غافل ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اچانک جہاد کا مقدس موضوع امت کے سامنے کردیا اور جہاد کی بدولت اسلام کے تمام شعائر زندہ ہوئے۔ مجھے یاد ہے کہ میں طالب علم تھا جب ہم فقہ کی کتابوں میں جہاد یا غزوہ

سے وابستہ مسائل پڑھتے تھے، اساتذہ فرماتے تھے کہ بھائی چلو : "مروا علی ھذہ المسائل مرور الکرام" بھائی! چلتے جاؤ اب جہاد نہیں ہے، آج غنائم نہیں ہیں، آج عبد اور غلام کا مسئلہ نہیں ہے لیکن حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "الجھاد ماض الی یوم القیامۃ" قیامت تک جہاد کا یہ سلسلہ قائم رہے گا، افغانستان کے جہاد نے، کشمیر کے جہاد نے دنیا کے خطوں میں تمام اسلامی شعائر کو زندہ کر دیا۔ میں مدینہ منورہ میں تھا، جب افغانستان میں جہاد شروع ہوا اس وقت جامعہ اسلامیہ مدینہ کا طالب علم تھا، ہمارے بڑے بڑے مشائخ حیران تھے اور ہمارے شیخ ابوبکر جزائری نے مجھ سے پوچھا اور کہا کہ یہ افغانی دیوانے تو نہیں ہیں کہ ایک بڑی سپر پاور سے ٹکر لے رہے ہیں؟ بیل خواہ کتنا طاقتور کیوں نہ ہو لیکن جب اپنے سینگ کسی پہاڑ اور چٹان سے ٹکراتا ہے تو اپنے سر کو ہی پھوڑ دیتا ہے، ہم بھی حیران تھے کہ کلہاڑی، درانتی، تلوار اور خنجر اور دار بندوق اور معمولی پستول سے جہاد شروع ہوا۔ ہمارے محترم مخدوم مولانا جلال الدین حقانی نے وہ تمام اسلحہ ایک مرکز میں رکھا ہے جن سے مجاہدین افغانستان نے جہاد کی ابتداء کی لیکن آج تمام دنیا سمجھ رہی ہے کہ جہاد کے لیے چار حروف جیم، ہا، الف، دال میں اتنی عظیم پاور ہے کہ روس جیسے سپر پاور کو ان حروف نے زیروزبر کر کے صفر بنا دیا ہے، یہ جہاد کی برکت ہے جس سے مردہ قومیں زندہ ہوتی ہیں۔ آج ہمارے سائنسدان بھی قابل فخر ہیں کہ انہوں نے ایٹمی دھماکہ کر کے ہندوؤں کو اور تمام غیر مسلم اقوام پر یہ بات ثابت کر دی ہے کہ مسلمانوں میں وہی جذبہ جہاد اب بھی موجود ہے۔ ہمارے بعض سیاستدان کشمیر کے جہاد کو جہاد نہیں کہتے اور بعض ہندوؤں کے پٹھو پاکستانی کے ایٹمی دھماکوں سے بڑے پریشان ہیں لیکن ہم نواز شریف کو مبارک باد

دیتے ہیں اور ان پر آفرین کہتے ہیں کہ انہوں نے دھماکے کر کے "اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ" (الانفال:۶۰) (اور تیاری کرو واسطے اُن کے جو کچھ کر سکو تم قوت سے) پر عمل کیا اور اس کی برکت اتنی ہے کہ آج تمام کفری طاقتیں مرعوب ہیں، امریکہ منت سماجت کرتا رہا کہ خدارا! ایٹمی دھماکہ نہ کرو لیکن الحمدللہ پاکستان کے مسلمان بھی قابل صد مبارک باد ہیں۔ تمام عمائدین بھی کہتے رہے کہ بھائی! تجربہ کرلو، تجربہ کرلو، چنانچہ تجربہ ہوا اور اللہ تعالیٰ نے کامیابی بھی نصیب فرمائی۔ تو اس آیت پر عمل کرنے سے اسلام دنیا میں سربلند ہوگا، مسلمان معزز ہوں گے۔ جب تک مسلمان سلاطین اس آیت پر عمل کرتے رہے اسلام دنیا میں ایک معزز مذہب تھا، مجاہدین جس میدان میں بھی جاتے فتح یابی اور کامیابی ان کے قدموں کو بوسہ دیتی جب ہم نے "اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ" والا مسئلہ چھوڑ دیا تو ہر جگہ ہم ذلیل ہوئے۔

حرکۃ الانصار ایک ایسی مقدس جماعت ہے جس کے نام سے بھی لوگ ڈر ڈر کر کہنے لگے کہ یہ نام تبدیل کرلو، ہم اس نام سے ڈرتے ہیں، بہر حال نام جو بھی ہو اصل چیز کام ہے، تم ہزار مرتبہ نام تبدیل کرنے کی رٹ لگاتے رہو انشاء اللہ یہ کام زندہ وتابندہ رہے گا۔ میرے دوستو اور بھائیو! حرکۃ الانصار کو اللہ تعالیٰ نے مزید قوت دی، جس میدان میں بھی ضرورت پڑتی ہے اب حرکۃ المجاہدین کے اپنے ساتھیوں کو میدان میں اتار لیتے ہیں۔ آج کابل میں حرکۃ المجاہدین کے نوجوان صف اول میں جہادی سرگرمیوں میں مصروف ہیں، وہاں ان کا مایہ ناز کمانڈر مولانا عبدالجبار صاحب ناظم امور حرب ان کے حکم پر باقاعدہ وہاں کمان دے رہے ہیں میں مختلف جگہوں پر گیا چارآسیاب، کابل، چاریکار، فاریاب ان علاقوں میں الحمدللہ حرکۃ المجاہدین کے

نوجوان صف اول میں ہوتے ہیں بلکہ ایک صاحب نے مجھے کہا کہ میری سفارش مولانا عبدالجبار سے کردیں تاکہ میں صف اول میں لڑسکوں کیونکہ میں کئی دنوں سے اس کا منتظر ہوں، میں وزیر اکبر خان ٹاؤن کابل میں تھا کہ نوجوان صف اول میں جارہے تھے، جاتے وقت انہوں نے باقاعدہ وصیتیں لکھیں کہ ہمیں فلاں جگہ دفن کرو، ہمیں صحابہ کرامؓ کے قبروں کے قریب دفن کیا جائے، اس سے زیادہ برکت کیا ہوگی، کہ آج ان نوجوانوں نے ان صحابہ کرامؓ کی قربانیوں کو دوبارہ زندہ کرلیا۔ میں علماء کرام کی خدمت میں بھی عرض کرتا ہوں کہ آپ سب بھی جہاد کے موضوع پر جس طرح مخدومنا مکرم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب نے جہاد کا جذبہ اور ولولہ نوجوانوں کے دلوں میں ابھارا، تقاریر کریں، اور مجاہدین کی مکمل حمایت کریں، حقیقت میں جس کے دل میں جہاد کا جذبہ نہیں جس کے خون میں جہاد کی گرمی نہیں وہ اگر مر گیا تو وہ نفاق کی موت مرگیا۔ معمولی بات نہیں۔ اس لیے جہاد کی تیاری یہ ایمان کی نشانی ہے، بن لوائے نوجوانو! تم مجاہد ہو، تم مومنین ہو اور تم مسلمین کاملین ہو کیونکہ مسلمان کی نشانی یہ ہے:

"وَأَعِدُّوا لَهُم مَّا اسْتَطَعْتُم مِّن قُوَّةٍ وَمِن رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخَرِينَ مِن دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۚ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنتُمْ لَا تُظْلَمُونَ"۔ (الانفال:۶۰)

اور (مسلمانو!) جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں ان سے مقابلے کے لئے تیار کرو، جن کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے موجودہ دشمن پر بھی ہیبت طاری کرسکو اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جنہیں ابھی تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتے ہیں اور جو کچھ بھی تم اللہ کی راہ میں خرچ کروگے وہ اُسے

تمہیں پورا پورا دے دے گا اور تمہارے لئے (ذرا بھی) کمی نہ ہوگی)

اور جو جہاد کی تیاری نہیں کرتا بلکہ ان کے کانوں پر جہاد کی باتیں اچھی نہیں لگتی تو وہ منافق ہیں اگر تبوک کی لڑائی میں منافقین جہاد کا ارادہ رکھتے تو اس کے لیے تیاری کرتے۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ"۔(توبہ:۴۶)

(اگر ان کا ارادہ نکلنے کا ہوتا تو اس کے لئے انہوں نے کچھ نہ کچھ تیاری کی ہوتی لیکن اللہ نے ان کا اُٹھنا پسند ہی نہیں کیا اس لئے انہیں سست پڑا رہنے دیا اور کہہ دیا گیا کہ جو (اپاج ہونے کی وجہ سے) بیٹھے ہیں ان کے ساتھ تم بھی بیٹھے رہو)

تم عورتوں کے ساتھ دوپٹہ پہن کر بیٹھ جاؤ چوڑیاں پہن کر عورتوں کے ساتھ گھروں میں رہو، علماء کرام وہ علماء کرام جن کے زبانوں پر تالے لگے ہوئے ہیں اور اب تک انہوں نے جہاد کے بارے میں کوئی کلمہ تک نہیں کہا: "لیس ذالك هو عالم بل هواجهل من الجاهلين" عالم وہ ہے جو جہاد کا پیغام اٹھا کر لوگوں کے دلوں میں جہاد کا جذبہ بیدار کرے۔ میں ان کلمات پر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين۔

(ماہنامہ القاسم اگست ۹۸ء)

☆

ختم نبوت دین اسلام کا بنیادی عقیدہ

طالبان تحریک' نظامِ ختم نبوت کا نقد ثمرہ ہے

۱۸ ر ستمبر ۱۹۹۸ء، مرکزی جامع مسجد ایبٹ آباد میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی۔ حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ شیخ الحدیث جامعہ حقانیہ، مولانا عبدالقیوم حقانی سرپرست اعلیٰ جامعہ ابوہریرہ اور حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ مہمان خصوصی تھے۔ خطیب ہزارہ مولانا شفیق الرحمٰن داعی تھے۔ شیخ المشائخ حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہم کندیاں کی صدارت تھی۔ شیخ الحدیث مولانا سید شیر علی شاہ مدظلہ نے نماز جمعہ سے قبل مسئلہ ختم نبوت پر جامع علمی اور تفصیلی خطاب فرمایا جسے ٹیپ ریکارڈر سے من وعن نقل کر کے نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔.......... (ادارۃ القاسم)

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا۔ (احزاب: ۴۰)

(مسلمانو! محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں میں سب سے آخری نبی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر بات کو خوب جاننے والا ہے)

قال النبی ﷺ : انا خاتم النبیین لانبی بعدی ولارسول بعدی ولاأمة بعد کم او کما قال النبی ﷺ :

میں انبیاء کا خاتم ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ میرے بعد کوئی رسول

ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی اُمت ہے)

جاء النبیون بالآیات فانصرمت وجئتنا بکتاب غیر منصرم

(تمام پیغمبر معجزات وآیات کے ساتھ آئے پس ان کے معجزے ختم ہو گئے اور آپ ﷺ ہمارے پاس ایسی کتاب کے ساتھ تشریف لائے جو منقطع ہونے والی نہیں)

محمد سید الکونین والثقلین والفریقین من عرب ومن عجم

(سووہ کون محمد ﷺ دنیا اور آخرت کے سردار اور جن وانسان کے سردار اور دونوں فریقوں عرب وعجم کے سردار)

مَوْلَایَ صل و سلم دائماً ابداً علی حبیبك خیر الخلق کلهم

(اے میرے مالک! درود اور سلام بھیج ہمیشہ ہمیشہ تک اپنے دوست پر جو بہتر ہیں ساری مخلوق سے)

واجب الاحترام علماء کرام اور میرے معزز بزرگو اور مسلمان بھائیو!

میں حضرت مولانا شفیق الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم کا سپاس گزار ہوں کہ انہوں نے اس ناچیز کو یہاں آپ حضرات کے سامنے لب کشائی کی اجازت دی۔ ختم نبوت مسلمانوں کا عظیم بنیادی عقیدہ ہے۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اجمل ترین کائنات، احسن ترین موجودات ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس عظیم شخصیت کو متعدد مناقب اور امتیازی اوصاف سے نوازا ہے، جس خاتم النبیین کے بارے میں رب العالمین نے اپنی ازلی ابدی کتاب میں "وَاِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ" (القلم:۴) (یقیناً آپ اخلاق کے اعلیٰ درجے پر ہو) فرمایا ہے، اس کی عظمتوں کا کیا حال ہوگا حالانکہ خالق کون

ومکان اور خلاق العلیم نے تمام کائنات ارضی اور سماوی کو قلیل کہا ہے۔رب العالمین کا ارشادگرامی ہے"قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ"آپ ان کو فرمادیجئے کہ یہ تمام ساز وسامان دنیا، یہ آسمان اور یہ زمین اور اس کے درمیان یہ شرق وغرب شمال وجنوب، رب العالمین نے تمام کو قلیل کہا، حالانکہ عربی شاعر کہتا ہے ....

قلیل منك یکفینی و لاکن　　　قلیلك لایقال له قلیل

(اے میرے محبوب! آپ کی طرف سے تھوڑا سا بھی میرے لئے کافی ہے اس لئے کہ آپ کے قلیل کو قلیل نہیں کہا جاتا)

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کو قلیل فرماتے ہیں لیکن رحمت کون ومکان، رحمت دوجہان حضرت محمد ﷺ کے بارے میں رب العالمین کا ارشاد گرامی ہے:"وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ"اور جس کے بارے میں رب العالمین خود ارشاد فرماتے ہیں:"و رفعنا لك ذکرك"(اور ہم نے تمہاری خاطر تمہارے تذکرے کو اونچا مقام عطا کردیا) اس کا ذکر کتنا بلند ہوگا، جہاں کہیں بھی توحید کا مسئلہ ہے اسی کے ساتھ خاتم الانبیاء ﷺ کی نبوت ورسالت کا مسئلہ بھی ہے۔موذن اگر پانچوں وقت اذان میں"اشهد ان لا اله الا الله" کی شہادت دیتا ہے تو اس کے ساتھ"اشهد ان محمد رسول الله"کی شہادت بھی دیتا ہے، رب العالمین نے نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین کے اعزاز سے نواز اور اس کی کتاب خاتم الکتب اور اس کی امت خاتم الامم اور اس کا قبلہ خانہ کعبہ جو کہ خاتم القبلات ہے اور نبی کریم ﷺ خاتم النبوات ہیں۔نبی کریم ﷺ جامع القبلتین ہیں، نبی کریم ﷺ نے سولہ مہینے مسجد اقصیٰ اور مسجد صخرہ کی طرف نمازیں پڑھی ہیں، پھر رب العالمین نے حکم دیا"فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ"(بقرہ:۱۴۴)

(اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف کردو) نبی کریم ﷺ صاحب المعجزات الکثیرہ ہیں۔ دیگر انبیاء کے معجزات معدودے چند ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کے معجزات بعض علماء نے بارہ سو، بعض نے دو ہزار اور کسی نے چار ہزار گنے ہیں۔ اور مختلف کتابیں اس پر لکھی گئی ہیں اور کئی کئی مجلدات میں نبی کریم ﷺ کے معجزات کا ذکر ہے۔ سب سے بڑا معجزہ اس عظیم شخصیت کا قرآن مجید ہے، توراۃ یقیناً آسمانی کتاب ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کوہ طور پر نازل ہوئی ہے اور انجیل رب العالمین کی وہ مقدس کتاب ہے جو جبل زیتون پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی اور زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر جبل تین میں نازل ہوئی اور قرآن مجید بلد امین اور مدینہ منورہ میں نازل ہوا "وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ"۔ (التین: ۱تا۳) علماء اس سورہ کے بارے میں مختلف تفاسیر لکھتے ہیں، بعض علماء نے لکھا ہے کہ "والتین" سے مراد وہ پہاڑی ہے جس پر زبور نازل ہوئی ہے اور زیتون سے مراد وہ پہاڑی ہے بیت المقدس میں جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل ہوئی ہے اور "طور سینین" پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ کی کتاب نازل ہوئی ہے۔ بلد امین میں قرآن مجید کا آغاز ہوا ہے اور بعض علماء لکھتے ہیں کہ نہیں "تین" سے مراد انجیر کا پھل ہے اور "زیتون" سے مراد یہی زیتون ہے۔ 'تین' میں عجیب عجیب خصائص اور کمالات ہیں سب سے بڑی چیز جو رب العالمین کو محبوب ہے "تین" میں معصومیت ہے، انجیر کا یہ پھل پھول ہوتے ہی پھل ہو جاتا ہے۔ انجیر کے پھل کو کسی حشرات نے مس نہیں کیا، یہ جتنے پھل ہم کھاتے ہیں سب سے پہلے ان پر مچھر اور مختلف قسم کی مکھیاں وغیرہ بیٹھ جاتی ہیں، اس کے بعد یہ پھل بنتے ہیں تو یہ تمام استعمال شدہ فروٹ ہیں جس کو گویا سیکنڈ ہینڈ فروٹ

بولا جاتا ہے لیکن انجیر کا پھل ایسا پھل ہے کہ اس کے پھول کو کسی نے نہیں دیکھا تو بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ رب العالمین کو معصومیت حد درجہ پسند ہے حوروں کی تعریف یہی ہے کہ حوروں نے اپنی آنکھوں سے اپنے خاوند کے علاوہ کسی اجنبی کو نہیں دیکھا "قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۝ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ۝ " (الرحمن) (بند رکھنے والیاں نظر کی ۝ گوریاں ہیں بٹھلائی ہوئی بیچ خیموں) ان کی نگاہیں نیچے۔ عورت تو وہی عورت ہے کہ اس نے اپنے آنکھوں سے صرف والدین یا بھائیوں یا بہنوں کو دیکھا ہو یا اپنے خاوند کو دیکھا ہو، حکم ہے: " قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ " (النور:۳۰) آپ ﷺ مومنوں کو حکم دیجئے کہ اپنی نگاہوں کو نیچے رکھیں اسی طرح مومنات کو بھی یہی حکم ہے۔ تو بعض نے یہ عجیب تفسیر بیان کیا ہے۔ اور زیتون میں بھی عجیب خصائص ہیں۔ زیتون کئی بیماریوں کیلئے علاج ہے اس کی لکڑی تمام لکڑیوں میں مضبوط ہے اور زیتون کے بعض درخت بارہ سے پندرہ سو سال کے ہوتے ہیں۔ میں بیت المقدس گیا تو وہاں کے بعض علماء نے کہا کہ یہاں مسجد اقصیٰ کے ارد گرد بعض زیتون حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے ہیں۔ کھجور کو اور زیتون کے درخت کو رب العالمین نے طویل زندگی بخشی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: والبلد الامین "قرآن کو بلد امین میں نازل فرمایا، جس طرح خانہ کعبہ خاتم القبلتین ہے اور رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں تو اس کی کتاب بھی خاتم الکتب السماویہ ہے۔ توراۃ یقیناً رب العالمین کی کتاب ہے لیکن معجزہ نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین نے دیگر معجزات سے نوازا تھا۔ اپنے دائیں ہاتھ کو بغل میں رکھتے تو یوں لگتا جیسے سورج ان کے بغل سے طلوع ہو رہا ہے اور لاٹھی

اس مقدار کی تھی ہماری لاٹھیاں ہیں، جب دریا پر مارتے تو اس میں بارہ راستے خشک بن جاتے تھے، کسی پتھر پر مارتے تو اس سے بارہ چشمے پھوٹ پڑتے تھے، میدان میں ڈال دیتے تھے تو اس سے ایک عظیم اژدھا بن جاتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین نے ان معجزات سے نوازا تھا جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس عظیم معجزے کو دیکھا تو اعلان کیا کہ تمام جادوگر جمع ہو جائیں۔ مفسرین لکھتے ہیں ستر ہزار جادوگر جمع ہو گئے اور مصر کے ایک عظیم میدان کو منتخب کیا گیا کہ نو بجے یا دس بجے کے وقت جو یوم الزینہ اور ان کے عید کا دن تھا کہ آس پاس اور قرب وجوار اور دور ودراز سے تمام لوگ دس بجے پہنچیں گے، ایک بہت بڑا معرکہ تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اولو العزم پیغمبر اور فرعون نے ان کے مقابلے میں ساحر اور جادوگر جمع کیے، مفسرین لکھتے ہیں ستر ہزار جادوگر جمع ہوئے کیونکہ بہت بڑا انعام مقرر کیا گیا تھا بلکہ فرعون نے کہا" اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ " (الاعراف:۱۱۴) آپ کو گویا میری ممبری ملے گی، میرے مقربین اور مشیر اور وزیر بنو گے، ہر ایک جادوگر اپنے جادو کو لے کر میدان میں آیا ہے اور بعض مفسرین لکھتے ہیں کہ اسی ہزار ساحر جمع ہوئے تھے، ساحرین کو پتہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عظیم معجزہ لاٹھی ہے، ہر ایک جادوگر ہاتھ میں ایک لاٹھی اور کندھے پر ایک رسی لایا تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ پہلے آپ اپنا معجزہ دکھلاتے ہیں یا ہم؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پہلے آپ اپنا کام دکھائیں تا کہ تمہارے دلوں میں حسرت نہ رہے چنانچہ انہوں نے اپنا سحر پڑھ کر لاٹھیوں اور رسیوں کو میدان میں پھینکا تو ان سے بڑے بڑے اژدھا بن گئے تو ایک لاکھ اسی ہزار بڑے بڑے سانپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے آرہے

ہیں تو ایسے حال میں رب العالمین کا حکم ملتا ہے "اَلْقِ عَصَاکَ" اے میرے پیغمبر موسیٰ!
آپ بھی لاٹھی کو میدان میں پھینک دیں "فَاِذَا ھِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِکُوْنَ"، علماء کرام
"تلقف" کے معنی لکھتے ہیں کہ "تلقف" کے معنی ہضم کرنا، اس کی مثال یوں سمجھ لیں
انسان جب گوشت کھاتا ہے تو بغیر دانتوں کے چبائے نیچے نہیں اترتا، اسے دانتوں
سے چبانا پڑتا ہے جب کہ اس کے مقابلے میں نرم قسم کا حلوا آسانی سے بغیر دانتوں
کے چبائے حلق سے نیچے اتر جاتا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے لاٹھی کو
میدان میں پھینکا تو اس نے ایک لاکھ اسی ہزار سانپوں کو ہضم کردیا، سب کے سب
جادوگر رب العالمین کے سامنے سجدے میں پڑ گئے اور انہوں نے کہا کہ حضرت موسیٰ
علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے پروردگار پر ہم بھی ایمان لے آئے
ہیں "ولی راولی مے شناسد" جادوگر سمجھ گئے کہ حضرت موسیٰ جادوگر اور ساحر نہیں ہیں
بلکہ ان کے پاس معجزہ ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رب العالمین نے اس قسم کے
معجزے دیئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رب کے اولوالعزم پیغمبر، ان کی انجیل کوئی
معجزہ نہیں ہے بلکہ انجیل ایک قانون اور دستور حیات ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو
رب العالمین نے اور معجزوں سے نوازا تھا وہ جب مردے پر اسم اعظم پڑھتے تھے تو
مردہ زندہ ہوجاتا تھا، نابینا پر اسم اعظم پڑھ لیتے تو بینا بن جاتا تھا، برص اور ابرص کا کوئی
علاج نہیں ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اسم اعظم پڑھنے سے شفاء اور تندرستی
مل جاتی تھی، کیچڑ اور مٹی سے کبوتر یا اور قسم کا پرندہ بنا کر اس پر اسم اعظم پڑھتے تو پرندہ
اڑ جاتا تھا، تو یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات ہیں، لیکن حضرت محمد ﷺ کو قرآن
عظیم کا معجزہ دیا گیا جو دستور العمل اور دستور حیات بھی ہے، ہر پیغمبر کو وہ معجزہ دیا جاتا

ہے کہ اس کی قوم اس فن میں مہارت رکھتی ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سحر وساحری کا دور دورہ تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں سرجری اور علاج کا دور دورہ تھا، حضرت محمد ﷺ کا زمانہ آتا ہے تو شعر وشاعری کا زمانہ ہے، فصاحت اور بلاغت کا زمانہ ہے، ایک شاعر ایک مجلس میں آکر بغیر تفکر اور تدبر، بغیر سوچ وسمجھ کے ایک ایک مجلس میں دو دو سو اشعار پڑھ لیتا تھا، سب لوگ حیران ہو جاتے تھے، امرء القیس نبی علیہ السلام کے زمانے سے پہلے بہت بڑے شاعر گزرے ہیں ایک دفعہ وہ قصیدہ پڑھ رہے تھے اور ان کے ہاتھ میں نیزہ ہے، ان کو دھیان نہیں تھا اور بجائے اس کے کہ نیزے کا تیز سرا نیچے ہو اس نے اوپر کر دیا اور دو سو اشعار پڑھے۔ جب فارغ ہوا تو نیزہ اس کے ہتھیلی سے آر پار نکلا ہوا تھا، اس کا ایک ایک شعر اب بھی آپ پڑھیں تو آپ حیران ہوں گے، بڑے بڑے شعراء فصاحت وبلاغت والے شعراء اور بڑے بڑے خطباء اس زمانے میں موجود تھے، ایسے دور میں نبی کریم ﷺ رب العالمین کی طرف سے مبعوث ہوئے اور نبی کریم ﷺ کو قرآن کریم کے معجزے سے نواز اگیا۔ قرآن پاک کی آیات جب ان شعراء نے سنیں تو انہوں نے اپنی شعر وشاعری اور قصیدے چھوڑ دیئے جس جس کے کانوں کو قرآنی آیات نے چھوا انہیں اپنی شاعری سے دور کر دیا، حضرت خنساء ادب عربی میں سب سے اونچی شاعرہ ہیں اور فن مرثیہ میں خنساء سے روئے زمین پر کوئی بڑا شاعر نہیں گزرا، وہ جب کافرہ تھیں اور اس کے دو بھائی مر جاتے ہیں تو اس نے ان کی تعریفوں میں ایسے ایسے اشعار لکھے ہیں جسے دنیا دیکھ کر حیران رہ جاتی ہے لیکن ایک لڑائی میں جب یہ اسلام لائی ہے اور جب خنساء کے چار بیٹے شہید ہوئے ہیں اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا، خنساء نے ایک لفظ

شعر کا نہیں کہا اور کہا کہ قرآن مجید کے ہوتے ہوئے ایک شاعر جب شاعری کرتا ہے تو اپنے نفس کی ذلت پیش کرتا ہے حالانکہ خنساء وہ شاعرہ ہیں کہ ایک دفعہ ''حسانؓ'' نے ایک شعر کہا تو خنساء نے کہا کہ اے حسانؓ آپ کے شعر میں یہ لفظ ایسا ہونا چاہیے، یہ لفظ ایسا ہونا چاہیے، ایک شعر میں اس نے دس خامیاں نکال دیں۔ حسانؓ بھی غضب کے شاعر اور من کبار الصحابہؓ تھے لیکن خنساء نے اسلام لانے کے بعد ایک شعر نہیں کہا۔ میں ایک دفعہ مدینہ منورہ میں جبل احد سے کافی دور گیا ہوا تھا اور سوچا کہ یہاں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدم پہنچے ہوں گے تو وہاں احد کے پہاڑی سے تقریباً تین میل آگے ایک نوے پچانوے برس کا بوڑھا میں نے دیکھا تو میں نے کہا السلام علیکم، اس نے کہا وعلیکم السلام، پھر اس نے مجھ سے پوچھا ''من ایّ بلدٍ انت'' (آپ کونسے ملک سے ہیں) میں نے کہا: ''أنا من باکستان'' (میں پاکستانی ہوں) کہا ''هل يعرف الباكستانيون اللغة العربية؟'' میں نے کہا ''بحمد الله فی باكستان مدارس دينيه و طلاب فی هذه المدارس يتعلمون القرآن الكريم و احاديث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم وعلم الصرف والنحو و كذا الفنون والعلوم'' میں نے تفصیل سے کہا۔ اس نے مجھ سے پوچھا ''هل تحفظ انت سورة من القرآن الكريم'' (آپ کو قرآن مجید کی کوئی سورہ یاد ہے؟ میں نے کہا ''بحمد الله أنا أحفظ سورة يٰسين وسورة الرّحمٰن و كذا من السور القرآنية'' اس نے کہا چند آیات پڑھ کر سناؤ، وہ حیران رہ گیا، اس کا خیال تھا کہ کوئی عجمی قرآن کریم کی کوئی سورت حفظ نہیں کرسکتا یا کوئی عربی کلمات نہیں پڑھ سکتا۔ میں نے کہا: ''بحمد الله جامعة ديوبند فی الهند من الجامعات الشهيرة ولهذه الجامعه فروع كثيرة فی

پاکستان ومامن بلد الاّ وفیہا مدارس والمعاہد العلمیہ" میں نے اس سے کہا کہ ہمارے ملک میں تو چھوٹی چھوٹی لڑکیاں بھی قرآن مجید کی حافظ ہیں، چھوٹے چھوٹے بچے قرآن پاک کے حافظ ہیں پھر میں نے ویسے معلوم کرنا چاہا کہ اس بوڑھے پر امرء القیس کے اشعار کا کتنا اثر ہے میں نے کہا یا شیخ! " ھل أنت تحفظ قصیدۃ من الشعراء الجاھلیین "؟ آپ کو جاہلی شعراء میں سے کسی کی شاعری یاد ہے؟ حضور ﷺ کے زمانے سے پہلے جاہلیت کا زمانہ ہے اور ان شعراء کو شعراء الجاہلیین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور شعراء جاہلیین کے اشعار یہ عربی ادب میں ہمارے لیے حجت ہیں۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے : "علیکم بدواوین العرب" (عرب کے دواوین یاد کیا کرو) کیونکہ جو لوگ قرآنی زمانے سے پہلے شاعر گزرے ہیں ان کے اشعار میں جو لغات ہیں، پھر قرآن مجید میں جو لغات ہیں تو ہم استدلال میں ان کو پیش کر سکتے ہیں تو بوڑھے نے کہا : " أنا لست بعارف لقصیدۃ أمرء القیس" پھر میں نے کہا : "أما سمعت قصیدۃ أمرء القیس ----

قِفَا نَبْكِ مِنْ ذِكْرَى حَبِيْبٍ وَّ مَنْزِلِ
بِسِقْطِ اللِّوٰى بَيْنَ الدَّخُوْلِ فَحَوْمَلِ -

(اے دونوں دوستو ! ذرا ٹھہرو تا کہ ہم محبوبہ اور اس کے اس گھر کی یاد کر کے رولیں جو ریت کے ٹیلہ کے آخر پر مقامات دخول اور حومل کے درمیان ہے)

خدا کی قسم اس بوڑھے نے کہا : "ھیہ" عربی میں "ھیہ" آگے پڑھنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، تو بوڑھے کو اس سے بہت مزا آیا اور کہا آگے پڑھو، میں نے آگے شعر سنایا .... ـــ

فَتُوْضِحَ فَالْمِقْرَاۃُ لَمْ یَعْفُ رَسْمُھَا
لِمَا نَسَجَتْھَا مِنْ جُنُوْبٍ وَّ شَمْاَلِ

(اور توضح ومقراۃ کے درمیان واقع ہے جس کے نشانات اس وجہ سے نہیں مٹے کہ اس پر جنوبی اور شمالی ہوائیں برابر چلتی رہیں)

میں نے اندازہ لگایا اللہ اکبر! اس زمانے میں جبکہ اکثر عربوں نے فصیح عربی کو نسیاً منسیا کر دیا ہے کیونکہ آج کل عرب لوگ فصیح عربی نہیں بول سکتے الا العلماء یا جو مدارس سے فارغ ہوں۔ عام عرب جو عربی بولتے ہیں آپ سن کر حیران ہوں گے کہ کیا بولتے ہیں۔ یہودیوں کی ایک سازش یہ ہے کہ عربوں کو لغت فصحٰی سے اجنبی بنا دو اور عام لغت کو داخل کرو، تو میں نے اندازہ لگایا کہ اس دور میں ایک بوڑھے پر امرء القیس کے قصیدے کا یہ اثر پڑتا ہے تو جس زمانے میں امرء القیس تھا اور سب فصحاء بلغاء تھے اس کے قصیدے کا اثر سننے والوں پر کیا ہوگا؟ لیکن حضور ﷺ تشریف لاتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی مبارک زبان پر قرآنی آیات ہیں اور پھر مختلف طریقوں سے مشرکین مکہ نبی کریم ﷺ کی مبارک آواز کو دبانا چاہتے ہیں، کبھی اسے شاعر، کبھی اسے مجنون، کبھی اسے کاہن، کبھی اسے کذاب، کبھی اسے کاذب، ان چیزوں سے آپؐ کی دعوت کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن حضور ﷺ کے ہاتھوں میں ایک ہی اسلحہ ہے جو قرآن مجید کی مقدس آیات اور مقدس کلمات ہیں۔ پیغمبران عظام آئے اور معجزات لے کر آئے "فانصرمت" لیکن ان کے معجزات منقطع ہو گئے۔

جاء النبیون بالآیات فانصرمت وجئتنا بکتاب غیر منصرم

(انبیاء علیہم السلام معجزات کے ساتھ آئے پس ان کے معجزات ختم ہو گئے

اور آپ ایک ایسی کتاب کے ساتھ تشریف لائے جو منقطع ہونے والی نہیں)

آپ ایسی کتاب لے کر آئے ہیں جو ابدالآباد تک زندہ تابندہ رہے گی، بعد یوم القیامہ بھی یہی کتاب مسلمانوں کے ہاتھوں میں ہوگی۔ (ماہنامہ القاسم اکتوبر ۹۸ء)

رب العالمین نے ختم نبوت کا عقیدہ ان کلمات سے ظاہر فرمایا: "مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ"۔ (احزاب: ۴۰) رب العالمین کے علم ازلی ابدی میں یہ بات تھی کہ ایسے لوگ بھی آئیں گے جو نبوت کا دعویٰ کریں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے بعد "ثلاثون دجالون کذابون" تمیں دجال کذاب جھوٹے آئیں گے اور ہر ایک نبوت کا دعویٰ کریگا، رب العالمین نے خاتم النبیین کا عظیم لقب اپنی ازلی اور ابدی کتاب میں فرمایا کہ جس کے ایک حرف ایک زیر وزبر کو دنیا کی تمام طاقتیں نہیں بدل سکتیں، یہ شیعہ تو بدقسمت لوگ ہیں کہ جن کا یہ عقیدہ ہے کہ قرآن مجید محرف اور مبدل ہے اور صحابہؓ نے اس سے کافی آیات چھپا دی ہیں، اصل قرآن مجید مہدی منتظر کے پاس ہوگا جو سامرا کے تہہ خانوں سے نکلے گا اور اس کے بغل میں قرآن مجید ہوگا، اکثر شیعوں کا یہی عقیدہ ہے کہ "القرآن محرف و مبدل زید فیه ونقص منه" لیکن ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ قرآن مجید جو الحمد سے لے کر والناس تک ہم پڑھتے ہیں یہ وہی قرآن مجید ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ مکرمہ کے مقدس راستوں میں اور مدینہ منورہ کی فضاؤں میں نازل ہوا۔ دنیا کی کوئی طاقت اس کتاب کے ایک زیر، زبر میں، ایک شدمد میں نہ کوئی زیادتی کر سکتی ہے اور نہ کوئی ترمیم کر سکتی ہے کیونکہ یہ نبی خاتم النبیین ہیں، ان کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں، توراۃ، زبور، انجیل اس میں لوگوں نے یقیناً کمی اور زیادتی کی ہے۔ آج انگریزوں کے پاس

چار انجیل ہیں، انجیل برناباس، انجیل لوقا، انجیل متی، انجیل یوحنا۔ ایک زمانے میں تو انجیلیں اتنی زیادہ ہو گئی تھیں کہ یوحنا ایک رومی عیسائی بادشاہ تنگ آ گیا ہر ایک کے پاس جدا انجیل اور ہر ایک اپنی طرف سے انجیل لکھتا ہے، وہ بڑا غصہ ہوا اور عیسائی علماء کو حکم دیا کہ میری رومی مملکت میں جتنے اناجیل ہیں سب کو جمع کریں اور اس نے ایک بہت بڑا میز بنایا اور تمام اناجیل اس پر رکھ دیئے اور قسیسین اور رہبانوں سے کہا کہ اس میز کو حرکت دو، اس طرح انجیل گرتے گئے اور صرف چار انجیل رہ گئے، سب نے بادشاہ سے منت سماجت کی کہ خدارا ! اب اور حرکت نہ دیں ورنہ یہ چار بھی گر جائیں گے، لہٰذا بادشاہ نے ان کو چھوڑ دیا۔ ہر انجیل دوسری انجیل سے جدا ہے، اگر ایک انجیل لندن میں، دوسری پشاور میں، تیسری کراچی میں اور چوتھی کسی اور جگہ طبع ہو تو ہر طباعت دوسری طباعت سے مختلف اور چاروں میں فرق ہوگا لیکن قرآن مجید کا اگر ایک نسخہ مدینہ منورہ میں، دوسرا مسقط، تیسرا لاہور اور چوتھا پشاور میں چھپتا ہے تو چاروں کے چاروں میں ایک زیر وزبر کا فرق نہیں ہوگا، اگر ہوگا بھی تو لکھنے والے کی غلطی ہوگی۔ "إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحٰفِظُوْنَ" (حجر:۹) (ہم نے ہی نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔) علماء کرام تشریف رکھتے ہیں۔ "انا" تاکید اور عظمت کا صیغہ ہے اور جب رب العالمین کے لیے استعمال ہوتا ہے تو اس کی عظمت اور ہوتی ہے۔ "ہم ہی نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے"، جملہ اسمیہ ہے اور "لہ" جار مجرور کو مقدم کیا "لحافظون" میں لام تاکید کے لیے ہیں "ہم ہی اس قرآن کی حفاظت کرنے والے ہیں" اور توراۃ، انجیل کے بارے میں رب العالمین کا یہ وعدہ نہیں ہے۔ آج بحمد اللہ قرآن مجید ایسی شکل

میں موجود ہے کہ جس شکل میں نبی کریم ﷺ نے خلفائے راشدین کے حوالہ کیا۔ کوئی طاقت اس کے زیروزبر میں تغیر اور تبدل نہیں کر سکتی۔ وعلی کل حال ختم نبوت کا عقیدہ وہ عظیم اور اساسی عقیدہ ہے کہ اگر کسی کا اس عقیدہ میں معمولی بھی شک ہو تو چاہے وہ تمام رات نوافل میں لگا رہے اور تمام عمر روزے رکھے اور ہزار تسبیح اس کے ہاتھ میں ہوں اور خانہ کعبہ کی آغوش میں مرے یا روضة من ریاض الجنة میں مرے، وہ جہنمی ہے جہنمی ہے، جہنمی ہے، کیونکہ قرآن مجید کی صریح عقیدہ کی مخالفت کر رہا ہے۔ تو اس عقیدے کے لیے جو مسلمان قربانی دیتا ہے صحابہ کرامؓ کے ناموس پر جو مسلمان قربان ہو رہے ہیں، قرآن کی عظمت کیلئے جو لوگ قربان ہو رہے ہیں وہ حقیقت میں مسلمان ہیں، مسلمان وہ نہیں ہے کہ جب قربانی کا وقت آتا ہے وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے، وہ مسلمان نہیں منافق ہے۔ ہمارے والدین کو اگر کوئی برا بھلا کہے، ہمارے والدین کو کوئی گالی دے تو ہم آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور ہر قربانی کے لیے تیار ہو جاتے ہیں تو رب العالمین جل جلالہ حضرت محمد ﷺ اور تمام انبیاء کرام اور ملائکہ اور تمام وہ مومن جن پر ہمیں ایمان لانا ضروری ہے، اس کے خلاف اگر آپ نے کسی مرزائی سے کوئی بات سنی اور آپ نے اس کے دانت نہ توڑے اور اس کے جسم کو نہ کچل ڈالا تو آپ کی مسلمانی میں شک ہے۔

ایک مرتبہ میں لاہور میں تھا، مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے ہاں پڑھتے تھے تو دھرم پورہ جا رہے تھے تو میرے سامنے ایک قادیانی بیٹھا ہوا تھا اور وہ غلام احمد قادیانی کے اشعار پڑھ رہا تھا، اور مجھے سنا رہا تھا، میں نے کہا خاموش ہو جاؤ، پھر میں نے اس کو مارا۔ تو کچھ لوگ میرے ساتھ لڑنے جھگڑنے لگے۔ میں نے ان سے کہا کہ

ایک قادیانی میرے سامنے کذاب غلام احمد قادیانی کے اشعار پڑھ رہا ہے اور میری غیرت کہاں گئی ہے کہ میں اسے کچھ نہ کہوں۔ تو اس بات پر اور لوگوں کی بھی غیرت جاگی اور اس قادیانی کو خوب مارا، اور دوسرے سٹاپ پر اس کو گھسیٹ کر باہر پھینک دیا۔ مسلمانوں میں یہ جذبہ ہونا چاہیے ....

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

افسوس آج ہمارے حکام میں وہ ایمانی غیرت نہیں رہی ورنہ توہین رسالت، توہین نبوت ایک عظیم مقدمہ ہے، پیغمبر کے بارے میں جو بھی گستاخانہ کلمہ کہے اس کو برسر دار قتل کر دینا چاہیے۔ تو ختم نبوت کا عقیدہ اساسی عقیدہ ہے۔ اسی عقیدہ کی حفاظت کے لیے تو ابوبکر صدیقؓ نے خالد بن ولیدؓ کی نگرانی میں عظیم لشکر بنی حنیفہ کے مقابلے میں بھیجا اور اس کو قتل کر دیا گیا میرے بزرگ تشریف رکھتے ہیں اور بزرگ اپنے تلامذہ کی اصلاح فرماتے رہتے ہیں۔ میں آپ لوگوں کا بہت شکر گزار اور سپاس گزار ہوں۔

دوستو اور بزرگو! آج ہماری حکومت نے بھی اعلان کیا ہے، نواز شریف نے اس ملک میں اسلامی نظام کا اعلان کیا ہے، اللہ کرے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حکام سے یہ کام لے لیں، اور وہ ان وعدوں میں سچے نکلیں۔ اور اگر انہوں نے یہ وعدے سچے نہیں کیے پھر قرآن کے ساتھ اور نظام مصطفیٰ کے ساتھ جو منافقت کی چال چلتا ہے اس کے لیے پھر اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر کوئی مفر نہیں ہے، ہم دعا کرتے ہیں کہ رب العالمین اس ملک میں اسلامی نظام کو قائم کر دے۔ طالبان افغانستان میں

آئے ہیں۔ اس وقت طالبان چاروں طرف سے جنگوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ لیکن تقریباً ۲۹ صوبوں میں خالص اسلامی نظام ہے۔ طالبان جہاں گئے ہیں انہوں نے اعلان کیا ہے کہ یہاں اسلامی نظام ہوگا، مجال ہے کوئی عورت بغیر پردے کے گھر سے نکلے، مجال ہے کہیں گانے کی آواز آ جائے، مجال ہے کوئی چور چوری کا تصور کرے۔ چند چوروں کے ہاتھ انہوں نے کاٹ دیئے، چند راہزنوں کو انہوں نے اسلامی سزائیں دیں، چند قاتلوں کو قصاص کیا گیا، آج وہاں خالص اسلامی نظام نافذ ہے۔ اگر میں یہ کہوں کہ آج اس آسمان کے نیچے اور کرۂ ارضی پر افغانستان کی زمین کا ایک ایسا ٹکڑا ہے کہ جہاں اسلام سو فیصد نافذ ہے تو اس میں حانث نہیں ہوں گا۔ ہمارے ملک میں پولیس ہے، فوج ہے اور کیا کیا چیز ہے جو نہیں ہے لیکن امن نہیں ہے، یہاں دن دھاڑے بینکوں کو لوٹا جاتا ہے، بسوں کو راستے میں روک کر مسافروں سے سب چیزیں لوٹی جاتی ہیں۔ اسلام جس ملک میں آتا ہے اس ملک میں امن، عدل، انصاف، غیرت، حیا اور تمام اسلامی امتیازات خود بخود آ جاتے ہیں۔ ایک بہت بڑا کارخانہ دار قندھار گیا اور اپنی گاڑی کو بند کر کے کسی ہوٹل میں دو تین دن رہا، جب واپس آیا تو ایک طالب علم اس کی بیچارو گاڑی کے پاس کھڑا تھا، اس نے کہا کہ یہ میری گاڑی ہے، طالب علم نے کہا ہم دو تین دن سے اس کا دھیان رکھ رہے ہیں اور حیران ہیں کہ یہ کس کی گاڑی ہے، کیا اس کا مالک مر گیا ہے یا پتہ نہیں کیا وجہ ہے، اس کے بعد اس طالب علم نے اس کارخانہ دار سے کہا کہ یہ تو آپ نے اپنی گاڑی بند کر کے چھوڑی تھی، آپ اگر اس کے دروازے کھلے چھوڑ کے چلے جاتے اور واپس آتے تو انشاء اللہ گاڑی میں پڑی ہوئی آپ کی امانتیں اسی طرح محفوظ رہتیں جس طرح آپ چھوڑ کے چلے گئے تھے۔ کارخانہ دار نے کہا کہ اپنے ملک پاکستان میں جب ہم جمعہ کی نماز کے

لیے مسجد کے سامنے گاڑی لاک کر کے نماز کے لیے جاتے ہیں اور جب واپس آتے
ہیں تو گاڑی ندارد۔کابل ابھی فتح نہیں ہوا تھا اور میں مولانا جلال الدین حقانی کے
مدرسہ منبع العلوم میران شاہ میں تدریس کے فرائض انجام دے رہا تھا، ہم اپنے طالب
علموں کو چہار آسیاب لے گئے تو وہاں کے کمانڈر صدر عبدالرحمٰن نے مجھ سے کہا مولانا
دو طالب علم شہید ہوئے ہیں اور آپ میرے ساتھ ان کے جنازے میں شریک ہوں
گے تو ہم چہار آسیاب سے لوگر اور لوگر سے آگے ایک جگہ ہے سرخ، جہاں بدخشانی
شہداء کی قبور ہیں۔ہم شہداء کے جنازے سے فارغ ہوئے اور واپس لوگر آئے تو ایک
طالب علم نے اشارہ کر کے ہماری گاڑی کو روک دیا اور کہنے لگا کہ قندھار سے
کلاشنکوفیں آئی ہیں ہم نے دو گاڑیاں بھر لی ہیں لیکن اب بھی کچھ باقی ہیں، آپ کی
گاڑی میں پیچھے جگہ ہے، اگر آپ کی اجازت ہو تو انہیں پیچھے ڈال دیں۔کماندان نے
کہا ٹھیک ہے، تقریباً ایک سو تیس کلاشنکوفیں انہوں نے ہماری گاڑی میں ڈال
دیں، راستہ میں نماز ظہر کا وقت ہوا تو میں نے کماندان سے کہا کہ نماز ظہر بھی تو پڑھنی
ہے، ہم ایک چشمہ کے پاس رکے اور وضو کر کے ایک فرلانگ دور مسجد میں گئے، جاتے
وقت میں نے کماندان سے کہا کہ گاڑی کے پاس ایک طالب علم کو چھوڑ دو۔کماندان
نے کہا کہ مولانا گاڑی کو کچھ نہیں ہوگا اور نہ اس کے پاس کسی کو چھوڑنے کی ضرورت
ہے، ہم نے نماز پڑھی اور وہاں کے لوگوں نے چائے کے لیے ٹھہرایا جب واپس آئے
تو گاڑی اسی طرح محفوظ تھی۔کماندان نے کہا کہ میں یہ یقینی بات آپ سے کہہ سکتا
ہوں کہ راستے پر گزرنے والوں نے گاڑی کی طرف دیکھا بھی نہیں ہوگا یہ ہے اسلامی
نظام۔طالبان دور سے قبل کابل ہم کئی بار گئے تھے، وہاں عورت بالکل برہنہ تھی، جتنی
بے حیائی کابل میں تھی اتنی لندن میں بھی نہیں ہے۔آج کیا مجال کہ کوئی عورت بغیر

برقعہ کے گھر سے باہر نکلے دنیا والے طالبان کے خلاف کیا کیا پروپیگنڈے کررہے ہیں۔اوراب ایران کیا کیا واویلا کررہا ہے ہم اپنے حکام سے کہتے ہیں کیوں بزدلی دکھاتے ہو۔ایرانی حکومت پاکستانی حکومت پر الزام لگاتی ہے کہ طالبان کے ساتھ پاکستانی حکومت برابر کی شریک ہے، حالانکہ پاکستان نے ایک کارتوس بھی نہیں دیا، ایک فوجی بھی نہیں بھیجا سارے کے سارے مدارس کے طلباء ہیں جو اپنے جذبہ شہادت کے تحت جارہے ہیں۔ہزاروں سٹنگر، ہزاروں گولہ بارود اور ہزاروں گرنیڈ طالبان نے ایران کے پکڑے ہوئے ہیں اور ہزاروں طالبان ایران کے عقوبت خانوں میں بند ہیں، ہماری حکومت ان کو یہ نہیں کہہ سکتی کہ تم ہمیں کہتے ہو کہ ہم طالبان کے ساتھ برابر کے شریک ہیں حالانکہ تم تو بالکل ننگے ہوگئے ہو۔اور افغانستان میں تمہاری مداخلت ثابت ہوگئی ہے، خدانہ کرے اگر ایران نے افغانستان کا رخ کیا تو یہ ہمارا فریضہ بھی ہے کہ ہم اپنے ان بہادر اور چمنستان محمدیؐ کے ان عشاق کے شانہ بشانہ جہاد میں شریک ہوجائیں، تب ہم مومن ہوں گے۔شیعہ جو قرآن کو نہیں مانتا، صحابہ کرامؓ کو نہیں مانتا، جو ازواج مطہرات پر لعن طعن کرتا ہے، آج وہ بالکل مجنون ہوگیا ہے، کہ طالبان نے اتنی عظیم کامیابیاں کیوں حاصل کرلی ہیں۔طالبان نے شریعت کی عظمت کو، قرآن کی عظمت کو، علماء کی عظمت کو تمام دنیا میں آسمان تک پہنچا دیا ہے۔مسلمان کا فریضہ ہے کہ طالبان کی ہر ممکن اعانت کریں، ان کے لیے دعائیں کریں۔میں ان ہی کلمات پر اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ ختم کرتا ہوں، و آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

(ماہنامہ القاسم، اکتوبر نومبر ۱۹۹۸ء)

☆

دینی مدارس کا تحفظ واستحکام

۶ مئی ۱۹۹۹ء جناح پارک پشاور میں جمعیت علماء اسلام کے زیر اہتمام تحفظ دینی مدارس کانفرنس منعقد ہوئی، یہ ایک عظیم تاریخی اور انقلابی اجتماع تھا۔ صوبہ سرحد کی تاریخ میں علماء، مشائخ اور دینی مدارس کے حوالے سے شاید یہ پہلی عظیم کانفرنس تھی۔ اس موقع پر محدث کبیر شیخ الحدیث حضرت مولانا سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ کا خطاب من وعن ٹیپ ریکارڈر سے نقل کر کے افادہ عام کے لیے نذر قارئین ہے .... (ادارۃ القاسم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (آلِ عمران: ۹۶)

جناب صدر جلسہ، معزز علماء کرام، محترم طلباء اور مجاہد مسلمان بھائیو! یہ عظیم اجتماع مسلمانوں کی دین اسلام کے ساتھ وابستگی اور محبت کا ثبوت ہے۔ میرے بھائیو! اپنی اپنی جگہوں پر خاموشی سے بیٹھ جایئے تاکہ دور دور سے تشریف لانے والے علماء، مشائخ اور طلباء کرام کی تقاریر سے خوب خوب لطف اندوز ہوں اور فرزندانِ توحید اس عظیم جلسہ سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کرسکیں۔

میرے بھائیو! آج یہ عظیم اور ممتاز اجلاس مدارس اسلامیہ کے تحفظ کے

سلسلہ میں منعقد کیا گیا ہے۔ روئے زمین پر سب سے اولین مدرسہ رب العالمین جل جلالہ نے مسجد الحرام میں قائم فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں اس کے متعلق ارشاد فرمایا گیا:

"اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّةَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ"۔
(آل عمران:۹۶)

(حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لئے بنایا گیا، یقینی طور پر وہ ہے جو مکہ میں واقع ہے اور بنانے کے وقت ہی سے برکتوں والا اور دنیا جہان کے لوگوں کے لئے ہدایت کا سامان ہے)

اس مدرسہ میں تعلیم کے سلسلہ میں رب العالمین نے وقتاً فوقتاً پیغمبر بھیجے اور پیغمبرانِ خدا لوگوں تک آسمانی ہدایات پہنچایا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے آخری پیغمبر خاتم النبیین رحمت کون ومکان، زینت دو جہاں حضرت محمد ﷺ اس عظیم مرکزی درسگاہ کے معلم بنے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا" (مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا) اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی۔ مساجد اسلامی علوم کی درسگاہیں ہیں اور دینی مراکز ہیں اور یہ سلسلہ صحابہ کرامؓ، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے زمانہ سے جاری وساری ہے یہاں تک کہ برصغیر میں دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ایک عظیم علمی درسگاہ کا قیام عمل میں آتا ہے۔ دینی مدارس تمام مسلمانوں کا مشترکہ سرمایہ ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کو دینی مدارس کی خدمت سے انکار ہو اور اگر کوئی کرے بھی تو درحقیقت وہ مسلمان نہیں ہے۔ اسلامی مدارس قرآن پاک اور احادیث مصطفیٰ ﷺ کی خدمت کرنے والے ادارے ہیں۔ میرے

بھائیو! دینی مدارس کی خدمت اور دینی مدارس کا تحفظ ہر مسلمان کے لیے فرض اول ہے۔ بدقسمتی سے ہماری نئی نسل اور خاص کر انگریزی علوم سے متاثر لوگ جو انگریزوں کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں، ان کو دینی مدارس کی اہمیت کا کوئی اندازہ نہیں۔ اس وجہ سے جمعیت علماء اسلام نے دینی مدارس کے تحفظ کے لیے یہ ایک عالمی امتیازی اجتماع منعقد کیا ہے۔ دینی مدرسہ اسلامی تشخص اور دینی شعائر، قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک تعلیمات کی شاخیں ہیں۔ ایک زمانہ وہ تھا جب برطانوی استعمار نے ہمارے اکابر کو کیا کیا اذیتیں دیں، انہیں کس کس طریقے سے ظلم وجبر کا نشانہ بنایا۔ اکابرینِ دیوبند جن کا سرِ قافلہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ ہیں، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ ہیں، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ ہیں۔ میرے بھائیو! برطانوی استعمار نے اکابرین اور اساتذۂ علوم نبوت کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں لیکن الحمدللہ یہ قافلہ رکا نہیں چلتا رہا اور سلسلہ در سلسلہ ملک در ملک بڑھتا گیا۔ انگریزی کی تعلیم سے متاثر لوگوں نے عالم دین کو مسجد کا مینڈک اور نہ جانے کیا کیا عجیب وغریب القابات سے نوازا لیکن الحمدللہ ہمارے اکابر عزم واستقلال میں کوہ ہمالیہ سے بھی زیادہ مضبوط تھے۔ اکابر کے اس عظیم استقلال کا نتیجہ ہے کہ آج آپ لوگ اپنی آنکھوں سے سے ہزاروں علماء کرام اور علوم نبوت کے شاگردوں کے اس عظیم اجتماع کا مشاہدہ کرر ہے ہیں۔ یہ ہمارے اکابر کی قربانیوں کے ثمرات ہیں، اگر ہمارے اکابر نے قربانیاں نہ دی ہوتیں تو اللہ کو معلوم آج ہم کن کن درختوں اور کن کن بتوں کو سجدہ کرر ہے ہوتے، اور کس کس خدا سے منتیں اور سماجتیں اور دُعائیں کرتے پھرتے۔ مدارس دینیہ کی خدمت تمام مسلمانوں پر فرض

ہے وہ مسلمان، مسلمان نہیں جو عالم دین اور طالب دین کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے۔

آج کا یہ عظیم اجلاس اس بات کا ترجمان ہے کہ ملک بھر کے مسلمان بالخصوص صوبہ سرحد کے غیور مسلمان علماء کرام اور طالبان اسلام کے ساتھ بے حد محبت رکھتے ہیں اور دینی مدارس کے تحفظ کی خاطر ہر قسم کی قربانی کے لیے ہمہ وقت تیار ہیں۔ افسوس کہ ہمارے ملک میں آج بھی انگریز کے غلام وافر تعداد میں موجود ہیں۔ انگریز چلا گیا لیکن لارڈ میکالے کی تعلیم کے پروردہ آج تک انگریز کے فکری غلام ہیں۔ کتنی افسوس کی بات ہے کہ آج ہمارے کچھ مسلمان بھائی اپنی اولاد کو انگریزی تعلیم دلوانے میں عافیت سمجھتے ہیں اور انہیں انگریز کی نظام تعلیم پر فخر ہے کہ جس تعلیم کی بدولت ان کی اولاد کو اتنا بھی معلوم نہیں ہو پاتا کہ پیشاب کھڑے ہو کر کرنا چاہیے یا بیٹھ کر؟ میرے بھائیو! جب تک اس ملک میں انگریز کے پروردہ لوگ اور انگریز کے پالے ہوئے بچے موجود رہیں گے اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ کبھی بھی عمل میں نہیں آسکتا۔ ہمارے مخدوم اور رہنما استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمودؒ نے راولپنڈی کے ایک بڑے جلسے میں فرمایا تھا کہ ان لوگوں سے یہ امید رکھنا کہ یہ لوگ اسلامی نظام لائیں گے ایں خیال است و محال است جنون۔ مولانا مفتی محمودؒ نے فرمایا تھا کہ اس ملک میں اسلامی نظام کا نفاذ ایک طالب علم کے ہاتھوں سے ہوگا وہ طالب علم جس نے مسجد میں خلاصہ اور منیہ سے لیکر بخاری اور ترمذی شریف تک کتابیں پڑھی ہوں گی۔ مولانا مفتی محمودؒ کی کہی ہوئی بات آج سچ ثابت ہوئی اور الحمد للہ افغانستان کی سرزمین پر اسلامی نظام کا نفاذ طالب علموں کے ہاتھوں سے ہوا ہے۔ دینی مدارس کے طلباء، علوم نبوت کے وارثین اور گلشن نبوتؐ کے پھول ہیں۔ انشاء اللہ دینی مدارس تا قیامت قائم و

دائم رہیں گے، اور دنیا کی کوئی طاقت ان کی طرف میلی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتی۔ جس نے دینی مدارس کو ختم کرنے کا سوچا اس کا انجام انشاء اللہ ابولہب سے بھی برا ہوگا۔ ابولہب جو رسول اللہ ﷺ کے قائم کردہ مدرسہ کی مخالفت کر رہا تھا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کی بربادی اور ہلاکت کا تذکرہ فرمایا تاریخ گواہ ہے جس نے قرآنی احکامات اور احادیث نبویؐ کا مقابلہ کیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نیست ونابود ہوگیا۔

میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا کیونکہ ابھی مشائخ، علماء کرام اور مجاہدین کی تقاریر سے آپ لوگوں کو استفادہ کرنا ہے، دینی مدارس کے تحفظ کے سلسلے میں منعقد کیا گیا یہ عظیم اجلاس حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتا ہے کہ دینی مدارس کا پورا پورا احترام کیا جائے اگر آپ نے دینی مدارس کا احترام کیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو بقا، استحکام اور ترقی عطا فرمادے گا، اور اگر آپ کفری طاقتوں امریکی اور یورپی اشاروں پر توحید وسنت کے ان اداروں کے لیے دل میں ان کو نقصان پہنچانے کا کوئی غلط ارادہ رکھتے ہیں تو نیست ونابود ہو جاؤ گے۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(ماہنامہ القاسم، جون ۱۹۹۹ء)

☆

تقریب ختم القرآن و تقسیم انعامات

جامعہ ابوہریرہ کی جامع مسجد عمار میں اجتماع سے خطاب

جامعہ ابوہریرہ، علوم نبوت کا شاندار گلشن ہے :

۲۰راگست بروز منگل جامعہ ابوہرہ کی جامع مسجد عمار میں ختم القرآن کی بابرکت پُر وقار اور شاندار تقریب منعقد ہوئی۔مقامی لوگوں کے علاوہ قرب وجوار سے احباب کو مدعو کیا گیا تھا۔صبح نو بجے سے تقریب کا آغاز ہوا، جامعہ ابوہریرہ کے مہتمم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی نے تقریب کے شرکاء کو خوش آمدید کہتے ہوئے آج کی مجلس کے انعقاد پر مختصر خطاب فرمایا۔

مہمان خصوصی شیخ الحدیث مجاہد کبیر حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے عظمت قرآن پر مفصل روشنی ڈالی۔انہوں نے اپنے خطاب میں فرمایا کاش!لوگوں کو آسمانی کتاب کے معجزے کا پتہ چل جائے، آج مادی علوم پر توجہ ہے،خان ہو یا نواب، وڈیرا ہو یا عام آدمی سبھی انگلش اور انگریزی تعلیم کے پیچھے پڑے ہیں۔شب وروز انگریزی تعلیم پر توجہ ہے، بچوں کو سارا دن انگریزی سکولوں میں مصروف رکھا جاتا ہے، پھر گھر میں ان کے لیے ٹیوشن رکھ کر بے تحاشا دولت لوٹائی جاتی ہے کہ بچہ صحیح معنوں میں انگریز کا جانشین بن سکے۔ مسلمان گھرانوں میں قران کو بھلایا

جا چکا ہے، دینی تعلیم کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے حالانکہ یہی قرآن قوموں کے عروج کا سبب بھی بنا ہے اور اسی قرآن کی وجہ سے قومیں تباہ بھی ہو چکی ہیں۔ جو قرآن سے وابستہ ہو گیا اسے ترقی اور کمال نصیب ہوا اور جس نے قرآن کو چھوڑا دنیا میں بھی ذلیل ہوا اور آخرت میں بھی اس کی بربادی ہے۔ آج کے پُرفتن دور میں بچوں کو قرآن کی تعلیم دلانا اور دینی اسلامی تربیت کے لیے چھوڑنا والدین کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے، علماء دین، قراء وحفاظ کا کردار قابل صد تحسین ہے کہ فتنہ کے اس دور میں قرآن پڑھاتے اور پڑھتے ہیں، یہی گروہ اور ان سے وابستہ لوگ نجات پانے والے اور کامیاب ہیں، پیغمبر اسلام حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل صحابہ کرامؓ سے فرمایا تھا کہ: نیک اعمال کرو اور ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ، فتنے آرہے ہیں ایسا زمانہ آئے گا کہ فتنوں کا تاریک اندھیرا چھا جائے گا، انسانوں کا یہ حال ہوگا کہ صبح کو مسلم، شام کو کافر، شام کو مسلمان اور صبح کو کافر ہو جائیں گے۔

آج انسان اپنا دین وایمان پیسوں کے عوض بیچ رہے ہیں ایسے دور میں ایک بچہ کو مدرسہ میں قرآن کی تعلیم کے لیے بٹھانا بہت بڑا کارنامہ اور دین کی عظیم خدمت ہے جس کا اجر وبدلہ آخرت میں نظر آئے گا، حافظ القرآن اپنے قوم کے دس افراد کی شفاعت کریگا وہ افراد جو جہنم کے مستحق ہوں گے، قبر کی تاریکی میں قرآن ساتھ ہوگا، اور حافظ قرآن سے کہے گا کہ میری وجہ سے تم نے بھوک، پیاس برداشت کی، شب وروز جاگ کر گزارے، اندھیری قبر میں میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔

آج کے دور میں قرآن وحدیث کی روشنی پھیلانا علماء کی بہت بڑی خدمات ہیں، بعض شرپسند لوگ مدارس کی بیخ کنی کے درپے ہیں، پوری تیاریوں کے ساتھ

مدارس کے خلاف کاروائیاں شروع ہو چکی ہیں۔ آج مدارس کا تحفظ اور اہتمام ہر مسلمان کا اولین فریضہ ہے، اگرچہ یہ اک مشکل ترین کام ہے۔ بہرحال جامعہ ابوھریرہ کی یہ پُروقار اور بابرکت تقریب باعث مسرت ہے۔ آج خوشی کا دن ہے کہ ہم حفظ القرآن کی تکمیل کے پروگرام میں شریک ہیں۔ لوگ انجینئر اور ڈاکٹر بننے پر کتنی خوشیاں مناتے ہیں، اصل خوشی تو قرآن کی تعلیم مکمل ہونے پر ہونی چاہئے۔ جامعہ ابوھریرہ اور حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کو اللہ نے خدمت دین کے لیے چن لیا ہے۔ تصنیفات، تالیفات، تبلیغی اور دعوتی خدمات اس کے علاوہ ہیں۔ مولانا حقانی کی قلمی اور تحریری خدمات علاقائی اور ملکی نہیں بلکہ عالمی سطح پر مسلّم ہیں۔

جامعہ ابوھریرہ علوم نبوت کا حسین گلشن ہے۔ خدا گواہ ہے یہی دینی مدارس ہیں جو بغیر سرکاری مدد کے بڑی بڑی جامعات کا کام کر رہے ہیں آپ جامعہ ابوھریرہ میں دیکھیں، درس نظامی، القاسم اکیڈمی، مطبوعات کا شاندار تسلسل، بحث و تحقیق کے ادارے ہسپتالوں کا قیام حفظ القرآن سکول کا اجراء سب قابل رشک ہیں اللہ کریم اسے قائم و دائم رکھے۔ اور حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی اور جامعہ کے اساتذہ کرام کی دینی خدمات کو قبول فرماویں۔ (آمین)

خطاب سے قبل حضرت ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہ نے حفظ القرآن مکمل کرنے والے طلباء کو آخری سورتیں پڑھائیں، تقریب کے اختتام پر ششماہی امتحان میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کو انعامات دیئے گئے۔ مہمان خصوصی نے خود اپنے دست مبارک سے انعامات تقسیم کئے۔

(ماہنامہ القاسم ستمبر ۲۰۰۲ء)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق ؒ

اضا خیل بالا نوشہرہ میں مولانا عبدالحق ؒ کانفرنس (۱۶ اپریل) سے خطاب

الحمد للہ و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم : اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَ اِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوا دِيْنَارًا وَ لَا دِرْهَمًا بَلْ وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔

ایک عبقری شخصیت :

قابل صد احترام علماء کرام ومشائخ عظام اور علوم اسلامیہ عربیہ کے طلباء کرام اور دین اسلام سے وابستہ بزرگو اور بھائیو! ایک جلیل القدر ،فرشتہ خصلت ،مقدس عبقری شخصیت، زینة المحدثین ، اسوة الفقهاء والمفسرین ، فخر الأقران والأماثل حضرت العلامة مولانا عبدالحق رحمه الله تعالیٰ رحمةً واسعةً و قدّس سره العزيز وجعل جنة الفردوس مأواه ومثواه ورزقه صحبة النبين والصديقين والشهداء والصالحين وحسن أولئك رفيقاً کی یاد میں یہ عظیم الشان ، بابرکت اور نورانی اجتماع منعقد ہوا ہے۔

یقیناً ہمارے شیخ ومربی نور اللہ مرقدہ وبرّد مضجعہ کے فیوض و برکات

سے پاکستان اور ملحقہ قبائل میں ہزارہا فرزندانِ توحید فیضیاب ہوئے ہیں، مجھ حقیر اور ناچیز پر حضرت شیخؒ کے احسانات حدوحساب سے باہر ہیں۔" من لم یشکر الناس لم یشکر اللّٰہ"۔ (جو لوگوں کا شکر گزار نہیں ہوتا، وہ اللہ کا بھی شکر گزار نہیں بن سکتا) یہ درس وتدریس کی نعمتیں جو رب العالمین جل جلالہ نے نصیب فرمائی ہیں، حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کی الطاف وعنایات کے بدولت ہیں۔

دارالعلوم حقانیہ کا آغاز :

مجھے خوب یاد ہے کہ جب حضرت الشیخؒ اپنی مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے تو اپنی مسجد واقع محلہ ککے زئی میں مختلف علوم وفنون کی کتابیں طلبہ کو پڑھانے لگے۔ تقریباً دس بارہ طلبہ ان کے درس میں ہوتے تھے۔ ان طلبہ میں میرے بڑے بھائی مولانا حافظ سید محسن شاہ مرحوم اور میرے ماموں مولانا سید مبارک شاہ مرحوم بھی حضرت رحمۃ اللہ سے تفسیر وحدیث کی کتابیں پڑھ رہے تھے۔ کبھی کبھی مجھے میری والدہ مکرمہ کسی کام کے سلسلہ میں اپنے بڑے بھائی کے پاس بھیجا کرتی تھیں تو حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اردگرد بڑے بڑے معمر طلبہ بیٹھے ہوتے تھے، اور حضرت باآواز بلند درس دیا کرتے تھے۔

تفریح وچہل قدمی :

میرے والد بزرگوار حضرت مولانا سید قدرت شاہ مرحوم حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار حضرت مولانا معروف گلؒ کے رفقاء میں سے تھے اور حضرتؒ کے ساتھ والہانہ محبت وعقیدت رکھتے تھے۔ حضرت الشیخؒ روزانہ نماز عصر اپنی مسجد میں پڑھا کر مسجد اعظم گڑھ تشریف لاتے، جہاں میرے والد مرحوم پیش امام تھے

پھر دونوں حضرات وہاں سے اکوڑہ سٹیشن تک چہل قدمی کرتے واپسی حضرت الشیخ مسجد اعظم گڑھ میں مغرب کی نماز پڑھا کر اپنے دولت کدہ واپس تشریف لے جاتے۔

حضرت مدنیؒ کی نگاہِ انتخاب :

دارالعلوم دیوبند میں دوران طالب علمی بعض طلباء کو کتابیں پڑھاتے تھے۔ اساتذہ مشائخ کرام کی حد درجہ توقیر وتکریم فرماتے تھے، شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے نگاہِ انتخاب نے ہمارے شیخ حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کو اپنے مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند میں منصب تدریس کے اعزاز واکرام سے نوازا، اپنی شیخ ومرشد کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے حضرت دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے۔ اونچی درجے کی کتابیں پڑھانے لگے، بہت جلد حضرتؒ کی قابلیت، افہام وتفہیم کی بے مثال صلاحیت، فصاحت وبلاغت کی شہرت ہوئی۔

۴۷ء میں وطن واپسی :

جولائی ۱۹۴۷ء میں حضرتؒ تعطیلات موسم گرما میں اپنے وطنِ مالوف تشریف لائے۔ میں ان دنوں حضرت مولانا قاضی حبیب الرحمٰنؒ سے کافیہ، کنز الدقائق، نفحة المعن پڑھ رہا تھا، جن کو حضرتؒ نے مدرسہ تعلیم القرآن اکوڑہ خٹک میں دینی کتب پڑھانے کے لیے بطور مدرس مقرر فرمایا تھا۔

مدرسہ تعلیم القرآن اور قاضی حبیب الرحمٰن :

مدرسہ تعلیم القرآن جس میں پرائمری تک تعلیم دی جاتی تھی اور ساتھ ساتھ طلبہ دینیات بھی لازمی مضمون کے طور پر پڑھتے تھے۔ اسی مدرسہ کی بنیاد شیخ الاسلام

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے رکھی تھی، حضرت شیخ الحدیث ان کے سرپرست تھے اور اکوڑہ خٹک کے بعض مخلص حضرات اس مدرسہ کے اراکین تھے۔ حضرت نے مولانا قاضی حبیب الرحمٰن مرحوم کو اس مدرسہ میں مقرر فرمایا تاکہ جو طلبہ پرائمری سکول سے فارغ ہو جائیں اور وہ عربی علوم پڑھنے کے مشتاق ہوں، ان کو دینی کتابیں پڑھائیں، اس کو عربی شعبہ کے نام سے ایک مستقل شعبہ بنادیا۔ یہ ناچیز اور علاقہ خٹک کے موجودہ قاضی حضرت مولانا قاضی انوار الدین صاحب اس عربی شعبہ کے اولین طلبہ تھے۔ اکوڑہ خٹک کے چار دیگر طلبہ بھی اس شعبہ عربی میں داخل ہوئے مگر انہوں نے ایک سال پڑھنے کے بعد انگریزی سکول میں داخلہ لے لیا۔

جب حضرت ہمیں کافیہ پڑھاتے تھے :

جولائی ۱۹۲۷ء میں جب حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ تعطیلات میں اکوڑہ خٹک تشریف لائے تو میرے والد بزرگوار نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو فرمایا کہ اس دفعہ شیر علی شاہ اور انوار الدین دونوں کو اپنے ساتھ دار العلوم دیوبند لے جائیں، یہ دونوں وہاں آپ کی خدمت کریں گے اور آپ سے علمی استفادہ کریں گے۔ حضرت بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے کہ ان تعطیلات میں آپ دونوں روزانہ آیا کریں اور کافیہ شروع کریں تاکہ علم نحو میں استعداد پیدا ہو، ہم دونوں علی الصباح حضرت کے دولت کدہ پر حاضر ہو جاتے اور ان کے مہمان خانہ میں ان سے کافیہ پڑھتے تھے۔ حضرت کے مبارک ہاتھوں میں تحریر سنبٹ کی کتاب ہوتی تھی اور عجیب انداز میں ہمیں کافیہ پڑھاتے تھے، دن بدن ہمارا علمی شوق و ذوق میں اضافہ ہوتا رہا اور دار العلوم دیوبند کے در و دیوار دیکھنے کے تصورات سے دل و دماغ میں سرور و انبساط محسوس کرتے۔

تقسیم ہند کا فیصلہ :

۱۴؍اگست کو جب تقسیم ہند کا فیصلہ کیا گیا، غالباً ۲۷؍رمضان کی رات تھی، اکوڑہ خٹک کے باشندوں ہندو، سکھ کی کثیر تعداد کو پولیس وفوج کی نگرانی میں ٹرین کے ذریعہ ہندوستان بھیجا گیا۔ شوال کا مہینہ تھا میں حضرت سے کافیہ پڑھ رہا تھا، مہمان خانہ کی کھڑکیوں سے لوگ نظر آرہے تھے جو ہندوؤں کے گھروں اور دوکانوں سے سامان لوٹ کر اپنے گھروں کو لے جارہے تھے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ رونے لگے :

حضرتؒ نے جب دیکھا تو رونے لگے اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنے لگے، فرمانے لگے، کیا ظلم ہورہا ہے، میں حیران تھا کہ حضرتؒ کیوں رورہے ہیں، حضرت کی دوررس نگاہیں مسلمانانِ ہند کی طرف متوجہ تھیں، اپنے مشائخ کرام اور اسلافِ عظام کی جدائی ان کو رُلا رہی تھی۔ اکوڑہ خٹک کی وسیع عیدگاہ میں عیدالفطر کی نماز کے موقعہ پر تقسیم ہند پاکستان کے سلسلہ میں سوز وگداز سے بھرپور تقریر فرمائی اور لاکھوں مسلمانوں کی خونریزی، فسادات اور اکابرین دیوبند کی جدائی پر حسرت انگیز کلمات ارشاد فرمائے، سب لوگ رورہے تھے۔

طلبہ کا اصرار اور تدریسی خدمات :

ماہِ شوال کے وسط میں ضلع پشاور اور ضلع مردان کے وہ طلبہ حضرتؒ کے پاس آئے جو دارالعلوم دیوبند میں حضرت سے پڑھ رہے تھے۔ سب مغموم وپریشانی کے عالم میں تھے کہ اب کیا ہوگا ہم کہاں سے اپنی علمی تشنگی پوری کریں گے، حضرت نے اپنے رقیق اور شفیق دل کی [illegible]

رکھنے کی خاطر اپنی مسجد میں حدیث، تفسیر اور کتابوں کی خوشخبری سنائی کہ جب تک
دارالعلوم دیوبند جانے کے لیے راستے ہموار نہیں ہوتے تو یہاں آپ لوگ پڑھتے
رہیں تاکہ تمہارے اوقات ضائع نہ ہوں۔

حضرتؒ کی اوّلین تدریسی ٹیم :

پہلے سال دورہ حدیث شریف میں آٹھ طلبہ تھے دوسرے سال تعداد بڑھ گئی
حضرت نے اپنے ساتھ اپنے تلامذہ کو بھی تدریسی خدمات سرانجام دینے پر مامور فرمایا
جو دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو چکے تھے مرحوم قاضی حبیب الرحمٰن تو پہلے ہی سے
مدرس تھے، حضرت مولانا محمد شفیق رحمہ اللہ، حضرت مولانا میاں محمد فیاضؒ اور حضرت مولانا
ڈاکٹر اسرار الحق تدریسی خدمات سرانجام دینے میں مصروف ہوئے۔ حضرت کی مسجد ہی
میں یہ پانچ علماء کرام مختلف کتابیں پڑھانے لگے۔

طلبہ کا مشورہ اور حقانیہ کے لیے چندہ :

طلبہ نے باہمی مشورہ کر کے حضرتؒ سے اجازت مانگی کہ حضرتؒ ہماری
خواہش ہے کہ ربیع الاوّل کے مہینے میں ہمیں دس دن کی تعطیلات دی جائیں، تاکہ
طلبہ اپنے اپنے علاقوں کے اہل خیر حضرات سے دارالعلوم حقانیہ کے لیے چندہ جمع کریں
کریں۔ حضرتؒ نے اساتذہ اور اراکین سے مشورہ کر کے اجازت دیدی۔ ہم بھی چ
ساتھی، بجشالی، گجرات، رستم وغیرہ کی طرف نکلے۔

دس دن میں چالیس (۴۰) روپے کا چندہ :

ہمارے ساتھیوں میں محترم قاضی انوار الدین صاحب مرحوم، عبدالرزاق

نگین مرحوم اور مولانا محمد شریف آف مصری بانڈہ تھے۔ ہم نے دس دن میں صرف چالیس (۴۰) روپیہ چندہ جمع کرلیا۔ ان دنوں لوگ چندہ سے نا آشنا تھے، بمشکل دو آنے چار آنے چندہ وصول ہوتا تھا۔ ہم مسجدوں میں نمازوں کے بعد لوگوں سے دارالعلوم حقانیہ کا تعارف کراتے تھے کہ تقسیم پاک و ہند کی وجہ سے طلبہ دارالعلوم دیوبند اور مظاہر العلوم اور دہلی کے مدارس سے محروم ہو گئے ہیں، اب اکوڑہ خٹک میں حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق سابق استاد دارالعلوم دیوبند نے دارالعلوم حقانیہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اس میں اس وقت اتنے طلبہ اتنے اساتذہ سے قرآن و حدیث پڑھ رہے ہیں، ان کی امداد ہر مسلمان کا فریضہ ہے تو مسجد والے لوگ دو دو آنے چندہ دیتے۔ سب چندہ دو ڈھائی روپیہ بن جاتا تھا۔ ہم پیش امام کے نام رسید لکھ دیتے تھے۔ متفرق حضرات، بمعرفت مولانا صاحب پیش امام مسجد میاں گان وغیرہ۔

دارالعلوم حقانیہ دیوبند ثانی ہے:

آج رب العالمین جل جلالہ کے عنایات بے غایات اور لامتناہی احسانات کے مناظر آپ کے سامنے ہیں کہ دارالعلوم حقانیہ کو شانِ کریمی نے وہ مقام عطا فرمایا ہے کہ خود دارالعلوم دیوبند کے جلیل القدر، عظیم المرتبت، سلطان العلماء، حضرت مولانا قاری محمد طیب طیب اللہ ثراہ جب دارالعلوم حقانیہ کے سالانہ اجلاس دستار بندی میں تشریف لائے اور دارالعلوم حقانیہ کے علمی خدمات کا مشاہدہ فرمایا تو بے اختیار فرمانے لگے دارالعلوم حقانیہ دیوبند ثانی ہے۔

آج تمام عالم اسلام میں دارالعلوم حقانیہ کے مستفیدین اور فضلاء پھیلے ہوئے ہیں اور اطراف و کناف عالم میں دین کے اہم شعبوں میں مصروف عمل ہیں۔

خطباء، واعظین، مدرسین، مؤلفین، قضاۃ، مفتیین، اصحاب اہتمام وانصرام بڑے بڑے عہدوں پر فائز و متمکن ہیں۔ آج دارالعلوم حقانیہ اقامھا اللّٰہ وادامھا متنبی کے اس شعر کا مصداق ہے ....

فشرق حتی لیس للشرق مشرق وغرّب حتی لیس للغرب مغرب

دارالعلوم حقانیہ کا فیض مشرق و مغرب تک پہنچ گیا ہے۔ یہ ہر زمین کہ رسیدی آسمان پیام ست۔ جہاں بھی جائیں، آپ کو اس عظیم علمی مرکز کے فیض یافتہ ملیں گے کیف ما اتفق علماء نہیں ایسے ویسے فضلاء نہیں بلکہ نامور، محقق، مدقق علماء، شیوخ التفسیر، شیوخ الحدیث، عبقری فقہاء اور اصولین آپ کو نظر آئیں گے۔

مولانا عبدالقیوم حقانی :

یہ ہمارے حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی جو آپ کے سامنے جلوہ افروز ہیں بہت اہم، نمایاں مناصب پر فائز ہیں۔ ایک معیاری امتیاز علمی مرکز جامعہ ابوھریرہ کے مہتمم ہیں۔ صاحب تحریر و تقریر ہیں، بے شمار علمی، دینی، مذہبی کتابوں کے مصنف مسلم الثبوت خطیب، مجاہد، تصوف اور خلافت جیسی مقدس صفات کے حامل ہیں......

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا !

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی جو یہاں موجود ہیں ان پر دارالعلوم حقانیہ کے ہزاروں فضلاء قیاس فرماویں۔

اضاخیل کے باچا صاحبان :

یہ اضاخیل بالا کے صاحبزادگان کرام، صاحبزادہ حضرت مولانا رحیم اللہ باچہ صاحب اور صاحبزادہ حضرت مولانا نثار اللہ باچہ صاحب اور ان کے صاحبزادے

مولانا انوار اللہ باچا صاحب یہ سب دار العلوم حقانیہ ہی کے فضلاء ہیں، اسی چشمہ علم وعرفان سے سیراب شدہ حضرات ہیں۔ اضاخیل میں یہ عظیم علمی دانشکدہ جامعہ اسلامیہ جس میں سینکڑوں طلبہ اور طالبات قرآن وحدیث کے علوم ومعارف پڑھ رہے ہیں، یہ دار العلوم حقانیہ کی شاخیں اور فروع ہیں۔ آج دار العلوم حقانیہ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (ابراھیم: ۲۴) (مانند درخت پاکیزہ کی جڑ اس کی محکم ہے اور ڈالیاں اس کی بیچ آسمان کے) اس کی جڑیں تحت الثریٰ تک پہنچی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان کو بوسہ دے رہی ہیں۔

بعض دیگر مدارس کا تذکرہ :

یہ محترم قاری عمر علی صاحب اور ان کا عظیم الشان مدرسہ جامعہ تحسین القرآن اور حضرت مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب اور ان کا ممتاز جامعہ عثمانیہ اور حضرت مولانا نصیب علی شاہ کا عظیم مرکز علمی، مولانا محمد حسن صاحب کا عظیم جامعہ حلیمیہ پیز و سینکڑوں مدارس ہیں، سینکڑوں فضلاء ہیں جو دار العلوم حقانیہ کے آغوش تربیت سے فیض یافتہ ہیں۔ در حقیقت یہ ہمارے مخدوم وموقر، مرشد ومربی حضرت شیخ الحدیثؒ کے سراپا اخلاص وللہیت اعمال صالحہ کی برکات وثمرات ہیں۔

حضرت شیخ الحدیثؒ کی تضرع وعبدیت :

ان کے تضرع والحاح سے معمور دعواتِ مستجاب کا اثر ہے۔ میں نے حضرت کی معیت میں کئی اسفار کئے ہیں۔ کئی بار ملتان کے مدارس، خیر المدارس اور قاسم العلوم کے اجلاسوں، جامعہ اشرفیہ لاہور کے جلسوں، راولپنڈی کے مدارس کے جلسوں اسی طرح بنوں کے مختلف مدارس کرک، کوہاٹ، پشاور، مردان، چارسدہ وغیرہ جہاں

کہیں بھی حضرت کا پروگرام ہوتا تھا تو حضرت اس خادم کو شرف خدمت سے نوا
کرتے تھے۔آدھی رات کے بعد حضرت مصلے پر بیٹھ کر نوافل اور ادائے وظائف میں
مشغول ہو جاتے تھے اور زاروقطار روتے تھے،ان کے ان دعوات نیم شبی کے برکا
ہیں کہ جہاں جائیں دارالعلوم حقانیہ کا فاضل موجود ہے،اللہ تعالیٰ نے دین کی خدمت
میں اعلیٰ منصب پر فائز کیا ہے ....

دلا بسوز کہ سوزِ تو کارہا بکند
دعائے نیم شبت دفعِ صد بلا کند

کاش! اس عظیم اجتماع کو دارالعلوم حقانیہ میں ہی رکھتے،بہر حال اہلیان
اضاخیل بالا قابل صدداد و تحسین ہیں کہ انہوں نے سبقت کا تمغہ حاصل کیا ا
السابقون السابقون اولئك هم المقربون میں شامل ہو گئے۔

ایک تمنا :

میری تمنا ہے کہ شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے حوالے سے ایک عالمی ا
مثالی کانفرنس ہو جس میں عرب وعجم کے نامور مشائخ علماء بلائے جائیں،دارالعلو
دیوبند کے تمام اکابر،ندوۃ العلماء اور مظاہر العلوم کے اکابر کو دعوت دی جا
اور دارالعلوم حقانیہ کے تمام فضلاء کو دعوت دی جائے۔

میں انہی کلمات پر اپنی تقریر ختم کر رہا ہوں۔میں بیمار ہوں،اب بھی
ہے مگر اپنے محسنِ عظیم،مربی ومرشد کی یاد میں منعقدہ اجلاس میں شرکت اپنے
سعادت سمجھ رہا ہوں بمشکل یہ چند کلمات آپ حضرات کی خدمت میں پیش کئے۔
سمع خراشی پر معذرت خواہ ہوں۔(ماہنامہ القاسم کی،جون ۲۰۰۶ء)

فضیلت علم وذکر

جامعہ ابوہریرہ میں منعقدہ مجلس ذکر کے موقع پر ولولہ انگیز خطاب

بعد از خطبہ مسنونہ! یہ وقت بہت مبارک ہے.........

دلا بسوز کہ سوزے تو کارہا بکند
دعائے نیم شبت دفعِ ہر بلا بکند

دُعا عبادت کا مغز ہے:

"اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ" (دعا عبادت کا مغز ہے) اور پھر خاص کر آدھی رات کے وقت میں دُعا بہت جلد قبول ہوتی ہے.........

علی الصباح کہ مردُم بسوئے کار روند
بلا کشانِ محبت بکوئے یار روند
ہر کہ اود رصبح دم دریاد حق بیدار نیست
اور محبت راچہ دانند لائق دیدار نیست

سحری کے وقت کی فضیلت:

بندہ صبح کی نماز کیلئے ضرور اٹھتا ہے لیکن پندرہ بیس منٹ پہلے اٹھ جائے تہجد پڑھ لے تو یقیناً قلب میں نورانیت پیدا ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ انکے لیے علم کے راستے کو آسان کر دے گا۔ ذکر اور یاد الٰہی سے دل کا شیشہ بالکل صاف ستھرا ہوتا ہے۔ اس سے طالب علم کا حافظہ حد سے زیادہ قوی ہو جاتا ہے۔

یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جب پتہ چلا کہ یہ تو ہمارا بھائی حضرت یوسف علیہ ہے اور پھر تخت پر والدین بھی بیٹھے ہیں، انہوں نے اقرار جرم کیا کہ ہم نے بہت زیادتی کی ہے (یوسفؑ کو کنویں میں ڈالا، والد صاحب کے سامنے جھوٹ بولا کہ ہم آگے جا رہے تھے اور حضرت یوسفؑ سامان کے پاس بیٹھے تھے، بھیڑیا آیا اور یوسفؑ کو کھا گیا، لمبا قصہ ہے، کبھی کچھ کہہ رہے تھے اور کبھی کچھ، پھر اللہ تعالیٰ نے آپس میں جمع کر دیئے) تو والد صاحب کو کہتے ہیں۔ "یَا اَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا" "اے ابا جان! ہمارے لیے بخشش طلب کرنا، ہم بہت گنہگار ہیں، یعقوب علیہ السلام نے فرمایا: "سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَکُمْ رَبِّیْ" "قریب ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے بخشش طلب کروں مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ سحری کا وقت بتا رہے تھے، سحری کے وقت اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اپنی خاص رحمت کا نزول فرماتے ہیں اور اپنی مخلوق کو باآواز بلند پکارتے ہیں کہ ہے کوئی بخشش طلب کرنے والا کہ ان کے گناہوں کو بخش دوں؟ ہے کوئی رزق طلب کرنیوالا کہ رزق کے دروازے ان پر کھول دوں؟ ہے کوئی سائل کہ اس کے سوال کو قبول کروں؟

طلب علم بھی ذکر ہے:

میرے طالب علم بھائیو! سحری کے وقت اٹھنا اور چند رکعات نماز پڑھ کر پھر ذکر اور یاد الٰہی کرنا اور بعد میں دُعا میں مشغول ہونا۔ یہ بہت مبارک وقت ہے اس مبارک وقت میں اللہ دُعا قبول فرماتے ہیں۔ آپ کا یہ نفسِ طلب علم بھی ذکر ہے اگر ایک طالب علم نحو میر پڑھتا ہے، ہدایۃ النحو پڑھتا ہے، میزان الصرف پڑھتا، یا علم الصیغہ پڑھتا ہے تو وہ بھی ذکر الٰہی میں ہے، علم کی راہ میں ہے، ہمارا مقصود قرآن

پاک اور رسول اللہ ﷺ کے احادیث ہیں اور علم فقہ قرآن پاک اور حدیث مصطفیٰ ﷺ سے مستنبط ہے لیکن یہ صرف ونحو اور علم معانی اور دیگر علوم اسلامیہ قرآن و حدیث کے خادم ہیں۔

دین سارے کا سارا ادب ہے :

ایک طالب علم نے صرف ونحو نہیں پڑھی، تو وہ صیغہ کس طرح پہچان سکے گا، صیغے کا جاننا ضروری ہے، باب کا جاننا ضروری ہے، فعل، فاعل اور مضاف الیہ کا جاننا ضروری ہے، ورنہ معنی میں غلطی ہوگی، اسی وجہ سے اگر کوئی علم صَرف حاصل کرتا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے، اگر ایک طالب علم نحو کے مسائل سیکھتا ہے تو یہ بھی فی سبیل اللہ ہے، پختہ علم حاصل کرنا، ہر علم پختگی سے حاصل کرو اور مسجد کا ادب واحترام کرنا، کتاب کا ادب واحترام کرنا، استاد کا ادب واحترام کرنا اور والدین کا ادب واحترام کرنا، الدین کله ادب۔ دین مکمل ادب ہے ....۔

ادب تاجے است از لطف الٰہی　　　بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

استاد اور کتاب کا ادب :

جنہوں نے ادب کو اپنایا ہے اللہ تعالیٰ نے ان سے بہت کام لیا ہے، آپ جن مدرسین کو دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے کام لیا ہے، انہوں نے اساتذہ کی جوتیاں سیدھی کی ہیں، اساتذہ کا ادب واحترام کیا ہے، ہر چیز میں باقاعدہ ادب و احترام کا خیال رکھنا، کتاب کا ادب تو سب سے زیادہ کرنا چاہیے۔ اسی وجہ سے قرآن مجید تمام کتب کے اوپر رکھنا ہے۔ حدیث کی کتابیں تمام کتابوں کے اوپر رکھنی ہیں، فقہ

کی کتابیں نحو کی کتابوں کے اوپر رکھنی ہیں، اسی طرح استاد کا ادب واحترام کرنا ہے، استاد سے آگے مت جانا، بلکہ استاد سے اگر کوئی سوال پوچھنا ہے تو وہ بھی اس نیت سے پوچھنا چاہیے کہ میں سمجھ جاؤں، اگر اس نیت سے سوال کرتے ہو کہ استاد کو طلبہ کے سامنے خاموش کروں اور طلبہ کو پتہ چلے کہ میرا علم استاد کے علم سے زیادہ ہے تو ایک حرف بھی نہیں سمجھ سکو گے۔

میرا ایک ساتھی تھا، اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے، بہت بڑا ذہین تھا، اکثر کتب اس کو یاد تھیں لیکن استاد کا ادب نہیں کرتا تھا، پھر آخر میں کبھی شیعوں کے جلسوں میں تقریر کرتا تھا، کبھی غیر مقلدین کے جلسوں میں تقریر کیا کرتا تھا، کبھی ادھر کبھی اُدھر، ایک دفعہ مولانا عبدالحلیم زربویؒ کی مجلس میں بیٹھا تھا، ایک بات کہی اس نے ڈانٹا اور کہا کہ خاموش ہو جاؤ، مگر وہ خاموش نہ ہوا تو حضرت مولاناؒ نے اس کو دو تین تھپڑ لگائے، استاد کا احترام کرو گے تو اللہ تعالیٰ علم کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے گا، استاد اگر کمزور ہو، تب بھی شاگرد پر احترام لازم ہے۔

امام اعظمؒ اور احترام استاد :

بعض کتابوں میں ہے کہ امام ابوحنیفہ کے پاس ایک حجام آتے تو آپ اس کا بھی احترام کرتے، باقاعدہ اٹھتے تھے، لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو حجام ہے، آپ فرماتے کہ ایک مسئلہ میں یہ میرا استاد ہے، مجھ سے کسی نے پوچھا تھا کہ کتے کے بلوغ کا پتہ کس طرح لگتا ہے (دیکھو! امام اعظمؒ ایسے مسائل بھی حل کرتے تھے، اگر ہم سے کوئی پوچھتا تو ہم کہتے کہ چلے جاؤ، ڈانٹ دیتے یہ بھی کوئی سوال ہے) کسی نے سوال کیا تھا، شاید اس کو اس مسئلہ کی ضرورت ہوگی، کتابوں کا مطالعہ کیا لیکن یہ مسئلہ نہ مل سکا، اس حجام

نے آپ کو دیکھا تو کہا کہ کیوں آپ پریشان نظر آرہے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اس مسئلہ کے متعلق کسی نے سوال کیا ہے، تو حجام نے کہا کہ یہ تو آسان مسئلہ ہے کتا پیشاب کرتے وقت جب پاؤں اٹھائے تو یہ اس کے بلوغ کی نشانی ہے۔ نابالغ کتا پیشاب کرتے وقت پاؤں نہیں اٹھاتا، امام صاحب بہت خوش ہوئے۔ بعض مسائل کا تعلق تجربے سے ہوتا ہے، امام صاحب نے کبھی بھی اپنے پاؤں استاد کے گھر کی طرف نہیں پھیلائے، جس طرف استاد کا گھر ہوتا، اسی طرف پاؤں نہیں پھیلاتے تھے۔

دور جدید کے بعض طلبہ سے مباحثہ :

آج کل بعض طلبہ بڑے بے ادب ہوتے ہیں، میں مزدلفہ میں تھا، مدینہ منورہ کے جامعہ کی جانب سے بعض طلبہ "التوعية الأسلامية" میں حج کے دنوں میں لوگوں کو حج کے احکام و مسائل بتاتے تھے، مختلف زبانوں میں، پشتو میں، فارسی میں، اردو میں، اور دیگر مختلف زبانوں میں۔ ہمارے ساتھ جامعہ کے اساتذہ کرام بھی تھے، ہمارے استاد محترم شیخ عمر فلاتہ نے مجھے واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے میرے والد محترم بچپن میں شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے بھائی کے زیر اہتمام مدرسہ علوم شرعیہ میں لے گئے جو بالکل مسجد نبوی ﷺ سے متصل تھا، حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب دامت برکاتہم (جو بیان کے دوران تشریف فرما تھے) کے شیخ حضرت العلامۃ زینۃ المحدثین حضرت مولانا محمد زکریا اس مدرسہ کے نچلے حصہ میں مقیم تھے۔ اوپر بہت عظیم کتب خانہ تھا، تو عمر فلاتہ نے کہا کہ والد مجھے لے گیا اس مدرسہ میں داخل کرنے کے لیے تو مولانا مدنی کے بھائی نے مجھے ایک ریال عطا کیا۔ میں نے دوڑتے ہوئے وہ ریال اپنے والد کو دیدیا، تو مولانا مدنی

کے بھائی بہت خوش ہوئے تو اس نے ایک اور ریال دیدیا کہ یہ تو بہت عجیب بچہ ہے، وہ ریال بھی میں نے والد کو دیدیا، میں پورا دن مدرسہ میں رہا، جب شام کو گھر آگیا تو گھر سامان سے بھرا تھا، دو ریال سے میرے والد نے بہت سارا سامان خرید لیا تھا، اتنی برکت تھی، وہ علماء دیوبند کا بہت احترام کرتے تھے تو مولانا عمر فلاتہ اور دوسرے علماء کے ہمراہ ہم عرفات سے مزدلفہ آگئے، یہاں رات گزارنی تھی۔

ایک مسئلے پر بحث چھیڑ گئی۔ بات لمبی ہوئی تو ساتھیوں نے کہا کہ سونا چاہیے، تو میں نے عمر فلاتہ کو کہا آپ کا بستره بچھا دوں، اس نے کہا ٹھیک ہے جب میں نے بستره بچھا دیا تو ایک عرب طالب علم تھا، اس نے کہا اس طرف بچھادو۔ میں نے کہا کہ قبلہ کی طرف پاؤں آتے ہیں تو کہا کہ اس میں کیا حرج ہے اگر قبلہ کی طرف پاؤں پھیل جائیں، میں نے کہا خدا کے بندے یہ کیا کہتے ہو، قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے تو اس نے کہا کہ "ما الدليل على ذلك" اس پر دلیل کیا ہے میں نے کہا دلائل تو بہت ہیں لیکن وجدان کا بھی یہ تقاضا ہے کہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانا درست نہیں ہے، تو کہا وجدان کیا ہوتا ہے، تو میں نے کہا کہ شیخ عبدالعزیز بن باز (یہ بہت بڑی شخصیت تھی یہ میرے اساتذہ میں سے تھے، شیخ الجامعہ تھے، بعد میں دارالافتاء کے رئیس مقرر ہوئے تھے) میں نے کہا وہ اندھے ہیں، اس کے سامنے آپ پاؤں پھیلا کے سو جاؤ گے؟ وہاں اور عرب طلبہ بھی تھے، انہوں نے کہا: "حاشا و كلّا" ہرگز نہیں میں نے کہا شیخ بن باز اندھے ہیں، پھر بھی ان کی طرف پاؤں پھیلانا بے ادبی ہے، لوگ کہیں گے کہ بے ادب یہ تم کیا کرتے ہو۔ اور دلائل تو بہت زیادہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى

الْقُلُوْبِ " (حج:۳۲) (جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے) خانہ کعبہ شعائر اللہ میں سے ہے جو اس کی تعظیم کریگا تو یہ تقویٰ اور پرہیزگاری کی بات ہے۔

اُصولِ شعائر اللہ چار ہیں :

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھتے ہیں کہ "اصول شعائر اللہ چار ہیں :(۱) بیت اللہ (۲) کتاب اللہ (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (۴) نماز۔

یہ چار اصولِ شعائر ہیں شعائر شعار کی جمع ہے شعار نشانی کو کہتے ہیں، ہر قوم کی الگ نشانی ہے۔ پٹھان اس سے پہچانا جاتا ہے کہ واسکٹ پہنی ہو، اور کندھے پر چادر ہو۔ اگر تہبند پہنا ہو تو لوگ کہتے ہیں پنجاب کا باشندہ ہے، اسی طرح فوج کی وردی الگ ہے، پولیس کی وردی الگ ہے، ہر قوم کا الگ الگ نشان ہے، تو شعار کا معنی نشانی ہے، جس چیز کو دیکھنے سے اللہ یاد آئے ، یہ شعائر اللہ ہے، قرآن اٹھایا جائے تو فوراً ذہن میں آتا ہے کہ یہ کتاب اللہ ہے۔ پیغمبر کا مبارک نام آجائے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، اگر مسجد پر گزرتے ہو تو ذہن میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مرکز ہے۔ روایات میں ہے کہ: "عباد اللہ اذا رؤو ذکر اللہ" بندگانِ خدا کو دیکھنے سے بھی اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے، علماء لکھتے ہیں کہ علمائے دین ربانیین بھی شعائر اللہ ہیں۔ تو میں نے اس عرب طالب علم کو کہا کہ اللہ کے بندے! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ " (حج:۳۲) (جو شخص اللہ کے شعائر کی تعظیم کرے تو یہ بات دلوں کے تقویٰ سے حاصل ہوتی ہے)۔ روایات میں قبلہ کی طرف قضائے حاجات سے منع آتا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "لاتستقبلوا القبلة ببول ولا

تستدبروھا ولکن شرقوھا اوغربوھا"۔ قضائے حاجت کے وقت قبلہ کی طرف نہ منہ کرنا اور نہ پیٹھ کرنا، یہ حکم کس لیے ہے؟ بہر حال وہ اس کے باوجود بھی قانع نہیں ہوا۔ بعض طلباء دو تین کتب پڑھ لیتے ہیں پھر بڑے مغرور و متکبر ہو جاتے ہیں اور اسلاف واکابر ان کو کچھ بھی نظر نہیں آتے، کوئی ہدایۃ النحو پڑھ لیتا ہے اور امام صاحب کی شان میں گستاخی کرتا ہے، ہدایۃ النحو پڑھتا ہے اور امام شافعی کی شان میں گستاخی کرتا ہے، یہ اللہ تعالیٰ کے محبوب لوگ ہیں، بعض عالم کے متعلق گستاخی مت کرنا، اگر گستاخی کرو گے تو اپنے آپ کو نقصان پہنچاؤ گے۔ عبدالرحمٰن بابا فرماتے ہیں کہ ....۔

چہ پہ ذم دَ پاك سیرتو شوندی سپری

دَ دوزخ پہ سرو سکروتو خپل شفت ږدی

ترجمہ: جولوگ پاک سیرت لوگوں کی مذمت کرتے ہیں وہ جہنم کی آگ پر اپنے ہونٹ رکھتے ہیں۔

کتاب کا احترام:

تو میں عرض کر رہا تھا کہ "الدین کلہ ادب" دین تمام ادب ہے۔ کتاب کا احترام کرو گے، کتب احادیث کا احترام کرو گے، بلکہ نفس کتاب کا احترام کرنا ہے اور پھر جب مدرسہ کی کتاب ہو، بعض طلباء مدرسہ کی کتابوں کا خیال نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ مفت میں ملی ہیں، "مفت راچہ باید گفت" کتاب کے ہر صفحے پر دستخط کرتے ہیں۔ یہ کوئی رف کاغذ تو نہیں ہے کہ تم اس پر اپنے دستخط کی مشق کرتے ہو، تختی لے لو، اگر زیادہ شوق ہو تختی پر دستخط کی مشق کرو، ایک حرف نہیں جانتے مگر چھ گز لمبا نام لکھے

لیتے ہیں، مدرسہ کی کتاب پر خط لکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

اسی طرح بعض طلبہ کتابوں میں کنگھی رکھتے ہیں، قلم رکھتے ہیں، خطوط کے لفافے الگ رکھتے ہیں اس سے کتاب کو نقصان پہنچتا ہے یہ کتاب مدرسہ نے تمہیں عاریۃً دی ہے اسی وجہ سے لوگ کتاب پر لکھتے ہیں "کتابم مے دہم لتابسہ شرط کہ بوق وسوق وصندوقش نہ می سازی" میں آپ کو کتاب دیتا ہوں لیکن تین شرطوں پر اس سے بگل نہیں بنانا، اس سے بازار اور صندوق نہیں بنانا، بعض کتابیں غیر مجلد ہوتی ہیں، تو طالب علم اس سے بگل بنا کر اس میں تقریر کرتے ہیں، کیا یہ لاؤڈ سپیکر ہے؟ یہ سب بے ادبی ہے، یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اس لیئے اگر طالب علم مالدار ہے تو اپنی کتاب خرید لے، اس پر پھر لکھائی کرنا اور یہ بہت مفید ہوتی ہے۔ استاد سے پڑھتے ہو اور کتاب اپنی ہے اور بعض مشکل عبارات کا حل استاد سے لکھنا ہو، سوال و جواب لکھنا ہو کل خداوند کریم آپکو عالم بنا دے گا، پھر اپنی لکھی ہوئی کتاب کا مطالعہ کرو گے تو بہت فائدہ دے گا۔

طالب علم با وضو رہے :

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کتاب کا ادب کرنا ضروری ہے۔ قرآن مجید کا ترجمہ پڑھتے ہو تو وضو کرنا چاہیے۔ علم حدیث کے طالب علم کو چاہیے کہ باوضو ہو کیونکہ اس میں بار بار نبی کریم ﷺ کا مبارک نام آتا ہے۔ اگرچہ درود شریف بغیر وضو کے پڑھنا بھی جائز ہے لیکن اگر باوضو ہو تو بہت لذت محسوس ہوگی یہ نور علی نور ہے۔ طالب حدیث جب حدیث پڑھتا ہے، تو کہتا ہے کہ "قال رسول اللہ ﷺ" بار بار حضور اقدس ﷺ کا مبارک اسم آتا ہے "الوضوء سلاح المومن" وضوء مومن کا بہت بڑا ہتھیار ہے۔ طلباء کو حتی الامکان یہ کوشش کرنی چاہیے کہ باوضوء رہیں۔ وضو کی وجہ سے درس کے دوران تمام مضامین قلب میں راسخ ہوں گے، وضو کی وجہ سے شیطانی وساوس

سے محفوظ رہتا ہے، کتاب کا ادب کرنا چاہیے، استاد کا ادب کرنا چاہیے، اپنے سے بڑے طالب علم کا بھی ادب کرنا چاہیے، اگر ایک طالب علم آپ سے بڑا ہے، اسکو بھی احترام کی نظروں سے دیکھنا چاہیے۔"من لم یوقر کبیرنا فلیس منا ومن لم یرحم صغیرنا فلیس منا"۔(جو ہمارے بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے)

والدین کے لیے تشکر وامتنان:

میرے محترم طلباء بھائیو! آپ بہت خوش قسمت ہیں، اپنے والدین کو بہت دعائیں دینا، بہت سے والدین ایسے ہیں کہ اولاد کو سینماؤں کی چوکیداری میں نوکر کئے ہوئے ہیں، بہت سے والدین صاحب حیثیت ہیں لیکن اولاد پر انگریزی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک لڑکے نے میٹرک پاس کیا، ساتھیوں نے کہا کہ دارالعلوم میں داخلہ لے لو، باپ نے کہا نہیں اس کو انگلینڈ بھیجتا ہوں اور اس لڑکے کا بھی شوق ہے کہ میں دین حاصل کروں، لیکن باپ اجازت نہیں دیتا کہ علم مت حاصل کرو، حالانکہ مالی حالت بھی اچھی ہے، تو والدین کو بہت دعائیں دینا کہ تمہارے لئے اچھا راستہ منتخب کرلیا ہے تمہارے لیے قرآنی تعلیمات کا راستہ، نبوی ارشادات کے سیکھنے کا راستہ، دینی علوم کا راستہ، حقیقت میں یہی راستہ ہے، تو والدین کو بہت دعائیں دینا، ایک عالم رات کے وقت وجد میں آتا تو یہ دعا مانگتا۔۔۔۔۔

روح پدرم شاد کہ استاد مرا گفت   فرزند مرا عشق بیاموزد گر ہیچ

اے اللہ! میرے والد کی روح قبر میں خوش رکھنا کہ میرے استاد کو کہتے، میرے بیٹے کو علم سکھانا ہے اور باتیں نہیں سکھانا ہے۔(ماہنامہ القاسم ستمبر ۲۰۰۶ء)

فتح طالبان کانفرنس

دارالعلوم حقانیہ میں تقریب سے خطاب

یہ سب کچھ مولانا عبدالحقؒ کے جہادی درسوں کا نتیجہ ہے

مئی ۱۹۹۷ء کو دارالعلوم حقانیہ کے دارالحدیث ایوان شریعت میں فتح افغانستان کے حوالے سے فوری طور پر بغیر کسی تیاری کے حضرت مولانا سمیع الحق نے "یوم تشکر" کے طور پر ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ جس میں دیگر زعماء کے علاوہ مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ نے خطاب کیا۔ ڈاکٹر صاحب کے مختصر خطاب کو افادہ عام کے لیے نذر قارئین کیا جاتا ہے .... (ادارۃ القاسم)

میں تمام مہمانوں کا شکریہ کرتا ہوں کہ انہوں نے یہاں تشریف لاکر ہمارے ساتھ اس خوشی کے موقع پر شرکت کی۔ ہمیں اس پر فخر ہے کہ الحمد للہ ہمارے ملک میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کے دلوں میں جہاد کے جذبات موجزن ہیں وہ اس بات کے متمنی ہیں کہ کب پاکستان میں اسلامی نظام کے لیے ایک اسلامی تحریک برپا ہوگی۔ میں اپنے محترم بھائی جناب سمیع الحق صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آج تمام عالم میں گویا دارالعلوم حقانیہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ ان کے اکثر فضلاء افغانستان میں ہیں جہاد میں سب سے زیادہ دارالعلوم حقانیہ کے فضلاء اور علماء کا حصہ

ہے، جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دارالعلوم حقانیہ کے بانی مولانا عبدالحقؒ کے جہادی درسوں کا نتیجہ ہے جو طالب علم یہاں سے فارغ ہوتا تو بعد میں جہاد میں سرگرم عمل ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم شیخ الحدیثؒ کی قبر پر لا متناہی انوار و برکات نازل فرمائیں۔

اس جہاد میں پاکستان کے علماء، دینی مدارس اور ان مہمانوں کی طرح بہت سے غیور لوگ حصہ لیتے رہے ہیں، آج امریکہ اس وجہ سے لرزہ براندام ہے کہ میں ایک سپر طاقت ہوں لیکن میرے ہاں امن وامان نہیں، امریکہ میں ہر طرف ڈاکہ زنی، چوری اور بدامنی ہے لیکن طالبان کا جہاد میں مصروفیت کے باوجود جن صوبوں پر کنٹرول ہے وہاں پر مکمل امن وامان ہے کوئی چوری کا تصور نہیں کر سکتا۔ اسلامی نظام عدل وانصاف اور رواداری کا ضامن ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ ہمیں شریعت اور اسلامی نظام کی بہاروں سے نوازے۔ حصول پاکستان کا مقصد بھی یہی تھا کہ یہاں پر خدائی قانون کی بالادستی ہوگی اور نظام مصطفیٰ کا دور دورہ ہوگا، لیکن نا اہل حکمرانوں اور مفاد پرست سیاست دانوں کی وجہ سے آج تک اس نعمت عظمیٰ سے ہم محروم ہیں۔

(ماہنامہ الحق جون ۱۹۹۷ء)

☆

باب : دوم

مقالات و مضامین

اکابر کا تذکرہ

حکایات، واقعات اور مشاہدات

محدث کبیر، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب مدظلہ قارئین "القاسم" کے لیے کسی تعارف کے محتاج نہیں، دارالعلوم دیوبند کے بعد برصغیر میں دوسری آزاد اسلامی یونیورسٹی، دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث ہیں۔ عظیم سکالر، لائق ترین مدرس، محقق عالم اور مخلص داعی و مبلغ ہیں۔ علمی، تبلیغی اور تصنیفی میدان میں تفسیر حسن بصری، تفسیر سورۃ الکہف، زاد المنتہی، مکانۃ اللحیۃ فی الاسلام اور زبدۃ القرآن" آپ کی شہرہ آفاق تصانیف ہیں۔

انہیں اس بات کا اعتراف ہے کہ ان کو یہ عظمتیں اور رفعتیں اپنے اکابر و اساتذہ کی خدمت، رفاقت اور ان کی جوتیاں سیدھی کرنے کی برکت سے ملی ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق "شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خان"، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ، حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ جیسے اساطین

علم سے انہیں تلمذ، نسبت اور خدمت پر فخر ہے۔ان حضرات کی صحبت و معیت
اور ان کی خدمت و رفاقت کی وجہ سے بہت سے مشاہدات، علمی و عملی واقعات
اور سیرت و سوانح کے مختلف ابواب حضرت کے پاس امانت ہیں۔ادارہ
"القاسم" کے اصرار اور مخلصانہ درخواست پر حضرت نے خود اپنی قلم سے انہیں تحریر
کرنا شروع کر دیا ہے۔" جو القاسم میں قسط وار شائع ہو رہے ہیں، یقیناً قارئین بھی
اس کی قدر کریں گے۔ اذکروا محاسن موتاکم (الحدیث) (ادارۂ القاسم)

حضرت امیر شریعتؒ سے پہلی ملاقات :

خطیب العصر سالارِ احرار امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے چہرہ انور کے دیدار کی پہلی مرتبہ عمدۃ العارفین الحاج سید مہربان شاہ بخاریؒ کے سالانہ اجتماع میں سعادت نصیب ہوئی جو سالانہ عرس کے نام سے خانقاہ قادریہ مہربانیہ اکوڑہ خٹک میں منعقد کرتے ہیں۔حضرت امیر شریعتؒ نے تین گھنٹے مسلسل ختم نبوت کے موضوع پر آیات و احادیث کی روشنی میں نادرۂ روزگار خطاب سے عظیم الشان اجتماع کو مسحور کر دیا تھا، جس میں صوبہ سرحد کے جید، ممتاز اکابر، مشائخ علماء اور دانشور حضرات موجود تھے۔

میں نے اپنے استاد حضرت مولانا سید بادشاہ گل صاحب شیخ الجامعہ سے استفسار کیا کہ آپ نے کیسے امیر شریعت کو عرس کی تقریب میں شرکت خطاب کی دعوت دی ہے جبکہ وہ عرس کے شدید مخالف تھے۔حضرت شیخ الجامعہ مولانا سید گل بادشاہ صاحب نے فرمایا کہ میں خود تقسیم ہند سے قبل امرتسر جا کر حضرت امیر شریعتؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو عرس میں شرکت کی دعوت پیش کی۔

حکمت وتدبیر اور وسعتِ ظرف :

حضرت شاہ صاحبؒ ہنس پڑے اور فرمانے لگے :

"کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ میں عرس کے موقع پر منکرات و بدعات اور خرافات کا شدید مخالف ہوں؟"

میں نے عرض کیا : حضرت! میں تو آنحترم کو اس لیے دعوت دے رہا ہوں کہ آپ وہاں تشریف آوری فرما کر ختم نبوت کے مقدس اور اہم موضوع پر اہلیانِ سرحد کو محظوظ فرماویں اور آپ کو وہاں جو جو منکرات وخرافات نظر آئیں ان کی پوری حریت فکر اور شرح صدر کے ساتھ تردید فرما کر نهی عن المنکر کا فریضہ زندہ فرماویں۔

میں خود فاضل دیوبند ہوں اور شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کا ایک ادنیٰ تلمیذ اور خوشہ چین ہوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے چہرہ انور پر بشاشت وانبساط کے آثار چمکنے لگے۔ مجھے اندازہ ہوا کہ حضرت شاہ صاحبؒ اب میری دعوت کو شرف قبولیت سے نوازیں گے۔ کافی دیر تک مراقبہ کی صورت میں متفکر رہے۔ پھر سر مبارک اٹھا کر فرمانے لگے: کونسی تاریخ میں یہ اجتماع منعقد ہوگا؟ میں نے تاریخیں بتادیں۔ حضرت شاہ جیؒ نے انشراح صدر کے ساتھ وعدہ فرمایا، مجھے اپنے اسلاف واکابر کی وسیع النظری، جذبۂ دعوت وتبلیغ، اصلاح امت اور ردِّ منکرات کے پاکیزہ احساسات وجذبات کا اندازہ ہوا۔ یہ مافوق العادۃ اخلاق وشمائل سے متصف بزرگانِ دین، بے جا تعصب اور نامناسب شدت وتصلب سے منزہ وپاک ہوتے ہیں۔ ان کے پیش نظر، اشاعت دین، اظہار حق، غلبۂ اسلام

کے اہم مقاصد واہداف ہوتے ہیں۔

امیر شریعتؒ کا استقبال:

حضرت شاہ جیؒ نے مقررہ تاریخ پر اپنے قدوم میمنت لزوم سے اہلیان سرحد کو نوازا۔ اشتہارات اور اخبارات کے ذریعہ حضرت شاہ صاحب کی تشریف آوری کی خوشخبریاں پہلے سے شائع ہوگئی تھیں، مقررہ اجتماع میں لاکھوں فرزندانِ توحید نے شرکت فرمائی۔ بندہ بھی اکوڑہ خٹک ریلوے سٹیشن پر اپنے بڑوں کے ساتھ حضرت شاہ صاب کے استقبال کیلئے حاضر ہوا تھا۔ ریلوے سٹیشن پر بے پناہ ہجوم تھا۔ مجلس احرار اسلام کے کافی رضا کار اپنے مخصوص لباس میں پورے نظم وضبط کے ساتھ محوِ انتظار تھے۔ میرے والد بزرگوار حضرت مولانا سید قدرت شاہ بھی مجلس احرار اسلام کے سرگرم رکن تھے۔ ایک عجیب منظر تھا، دور سے ٹرین نے وسل دیا، کچھ علماء کرام اور معتقدین حضرت شاہ جی کے استقبال کیلئے راولپنڈی چلے گئے تھے۔ وہ دور سے دروازہ میں اپنے رومال ہلا رہے تھے۔ پتہ چلا کہ شاہ صاحبؒ اس بوگی میں ہیں۔ اکوڑہ کے ایک نوجوان عالم مولانا فضل من اللہ صاحب، جب شاہ صاحبؒ سے بغل گیر ہوئے تو حضرت شاہ جیؒ نے فرمایا: آؤ داڑھی تبدیل کریں، آپ کا وقار بن جائے گا، میرا رعب بن جائے گا۔ پھر سٹیشن سے لے کر جلسہ گاہ تک حضرت شاہ صاحب کو ایک فقید المثال جلوس میں لایا گیا، تمام راستے میں نعرہائے تکبیر، مجلس احرار اسلام زندہ باد، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری زندہ باد، تاج وتخت ختم نبوت زندہ باد اور قادیانیت، مرزائیت مردہ باد کے فلک شگاف نعروں سے اکوڑہ خٹک کے راستے اور در و دیوار گونج رہے تھے۔ حضرت شاہ صاحب کی تقریرات ۱۲ بجے شروع ہوئی اور ٹھیک تین بجے سحری کے وقت پایہ تکمیل

تک پہنچی۔ اللہ اکبر! سامعین پر ایک عجیب کیفیت طاری تھی۔

حضرت شاہ صاحبؒ جب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے یوں محسوس ہوتا تھا کہ ابھی عرش معلّٰی سے یہ آیتیں نازل ہو رہی ہیں اکوڑہ خٹک کی خواتین اپنے گھروں کے چھتوں پر بیٹھ کر حضرت شاہ جیؒ کے ایمان پرور اور روح افزا خطاب سن رہی تھیں۔

بے مثال خطاب :

دوسرے سال جب دوبارہ حضرت شاہ جیؒ کی تشریف آوری کی بشارتیں نشر ہوئیں، تو سرحد کے دور دراز علاقوں سے شیدایانِ اسلام پروانوں کی طرح اجتماع کے لیے حاضر ہوئے۔ حضرت شاہ جی جب سٹیج پر رونق افروز ہوئے، تو اس وقت سرحد کے ایک نادرہ روزگار خطیب پروفیسر مولانا محمد ادریس صاحب تصوف اور سلوک کے موضوع پر پشتو زبان میں پوری فصاحت، بلاغت اور سلاست کے ساتھ تقریر فرما رہے تھے، جو اپنے دور کے عظیم محقق اور مسلّم الثبوت سکالر تھے۔ حضرت شاہ جیؒ ان کی تقریر کو پورے غور وخوض سے سن رہے تھے، ان کی تقریر کے بعد حضرت شاہ صاحب کی تقریر کا اعلان کیا گیا، حضرت شاہ صاحب پر ایک وجدانی کیفیت طاری تھی۔ حد درجہ بشاشت وانشراحِ صدر کیساتھ خطبہ شروع فرمایا۔ خطبہ میں پورے دس منٹ صرف ہوئے، سب لوگ رو رہے تھے۔ میری کانوں نے آج تک کسی بڑے سے بڑے خطیب کا ایسا دلکش، جاذبِ قلب وجگر خطبہ نہیں سنا ہے۔

جب علم غلام ہو جائے :

خطبہ کے بعد حضرت مولانا محمد ادریس صاحب کی تعریف فرمائی، فرمایا:

ادریس صاحب کی سلاستِ زبان، فصیحانہ بلیغانہ اندازِ بیان نے مجھے پشتو زبان پر عاشق کردیا ہے، تصوف کے موضوع پر ان کی محققانہ تقریر کو میں سو فیصد سمجھ چکا ہوں۔ میں نے ساتھیوں سے پوچھا: مولانا ادریس صاحب کا مشغلہ کیا ہے تو مجھے بتایا گیا کہ وہ ایک کالج میں پروفیسر ہیں میں نے پوچھا تنخواہ کتنی ہے، بتایا گیا تین سو روپیہ ماہانہ تنخواہ ہے۔ مجھے حد درجہ صدمہ ہوا کہ ایسے محقق عالم دین اور کالج میں ملازمت، علم جب غلام ہو جائے تو علوم اسلامیہ کی آزادانہ خدمت کیسے ہو سکے گی۔

مولانا ادریس صاحب! آپ کسی دار العلوم اور دینی مدرسہ میں اپنے محققانہ علوم ومعارف سے تشنگانِ علوم کو سیراب فرمایا کریں۔ یہ تین سو روپیہ میں آپ کو کہیں سے بھی مہیا کر کے ادا کرتا رہوں گا، میں تو اتنا نکما نہیں ہوں کہیں موذن بن کر بھی یہ رقم جمع کر سکوں گا۔ موذن کے ساتھ تو روٹیوں کی کمی نہیں ہوتی۔ علماء دین اور خدام قرآن وحدیث کو اللہ تعالیٰ اتنی فراوانی کے ساتھ رزق عطا فرماتا ہے جو کسی بڑے سے بڑے سرکاری آفیسر کو بھی مہیا نہیں اس کے بعد حضرت مولانا ادریس صاحب نے کسی جلسہ میں تقریر نہیں فرمائی، انکی تفسیر ''کشاف القرآن'' پشتو زبان میں بہترین تفسیر ہے، مولانا ادریس صاحب جہاز کے حادثہ میں شہید ہو گئے تھے جو پاکستان سے مصر جا رہا تھا۔

مجھے عطر اور آپ لوگوں کو نصیحت :

پھر شاہ صاحبؒ نے اپنے مخصوص انداز میں اپنی تقریر کا آغاز فرمایا، چند جملوں کے بعد فرمایا کہ یہ بدبو کہاں سے آ رہی ہے، جلسہ گاہ کے قریب چمڑوں کے چھوٹے چھوٹے کارخانے تھے، جس سے بدبو دار جھونکے محسوس ہو رہے تھے، فرمایا: آپ لوگوں نے ایسے مقدس اجلاس کو عطار خانہ میں منعقد کیا ہے، کہیں کشادہ میدان

میں ایسے منور اجتماع کا انتظام کرتے ۔ایک صاحب نے فوراً حضرت شاہ جی کو عطر گلاب کی ایک شیشی پیش کی۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے عطر کو اپنی مبارک داڑھی پر لگایا، فرمانے لگے چلو، مجھے عطر کی شیشی مل گئی اور آپ لوگوں کو نصیحت ۔آئندہ اس عطار خانے میں ایسے مذہبی اجتماعات منعقد نہ کیا کریں۔

علماءِ حق کا کردار :

حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ نے بزرگان دین اور علمائے اسلام کی قربانیوں کے واقعات سنائے ،اکابرین دیوبند کے مجاہدانہ کارناموں کا تذکرہ فرمایا کہ انہوں نے برطانوی سامراج کا سینہ سپر ہوکر مقابلہ کیا،قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، اپنی جانوں اور زندگیوں کو قربان کیا۔ علماء کرام کا مقام بہت اونچا ہے، ان کو انبیاء کرام علیہم التسلیمات کی دعوت وارشاد کی میراث سے نوازا گیا ہے، علماء کرام کے لیے اس دار فانی میں آرام وراحت نہیں ہے، ان کو ہر باطل سے ٹکرانے کے لیے علوم نبوت سے نوازا گیا۔

دشمن کے مقابلہ میں تیار رہنے کا حکم :

دوسرے دن عصر کی نماز کے بعد حضرت امیر شریعتؒ دریائے کابل کے کنارے تشریف لے گئے جو اکوڑہ خٹک کے شمال میں واقع ہے، کافی علماء اور مجلس احرار کے رضا کاروں کا ہجوم تھا۔حضرت شاہ جیؒ کے سینہ پر پستول کی کاٹھی دیکھ کر ایک عالم نے حضرت شاہ جیؒ سے استفسار کیا حضرت آپ اس دفعہ پستول لے آئے ہیں، فرمایا :

" وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِه

عَدُوَّ اللّٰہِ وَعَدُوَّکُمْ وَاٰخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِہِمْ لَا تَعْلَمُوْنَہُمْ اَللّٰہُ یَعْلَمُہُمْ"۔

(الانفال:۶۰)

(اور (مسلمانو!) جس قدر طاقت اور گھوڑوں کی جتنی چھاؤنیاں تم سے بن پڑیں ان سے مقابلے کے لئے تیار کرو، جن کے ذریعے تم اللہ کے دشمن اور اپنے موجودہ دشمن پر بھی ہیبت طاری کر سکو اور ان کے علاوہ دوسروں پر بھی جنہیں ابھی تم نہیں جانتے اللہ انہیں جانتے ہیں)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ان دشمنانِ اسلام کے دھمکانے اور ڈرانے کے لیے ہر قسم کا اسلحہ اور قوت مہیا کریں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قوت کی تفسیر میں فرمایا: "الاأن القوۃ الرمی" الرمی کا کلمہ اتنا جامع و مانع ہے کہ اس میں اسلحہ کی تمام اقسام داخل ہیں۔ تیر اندازی سے لے کر پستول، بندوق، ٹینک، جنگی جہاز کی بمباری اور جدید سے جدید جنگی آلات اسمیں شامل ہیں۔ "ترھبون" ارھاب سے ہے، ارھاب کا معنی ڈرانا، بدکانا، چرکانا، یرکانا ہے، پھر شاہ صاحب نے اسمیں کافی تفصیل بیان فرمائی۔ ارھاب کے معنی اردو اور پنجابی میں بیان کئے پھر ہم سے پوچھنے لگے کہ ارھاب کے معنی پشتو زبان میں کیسے کریں گے۔ شاہ صاحب کی عادت تھی ایک کلمہ کی تحقیق میں مختلف زبانوں کے ترجمے فرمایا کرتے تھے۔

لا لنفیِ الجنس کا مسئلہ:

ایک دفعہ "لانبیّ بعدی" کی تشریح میں فرمانے لگے، لالنفی الجنس ہے یہ جب کسی کلمے پر داخل ہو جاتا ہے تو اس کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑ دیتا ہے۔ لا رجل فی الدار کا معنی ہے گھر میں کوئی آدمی نہیں ہے۔ کاروچ کوئی جنتر انبیرنگا، در خانہ ہیچ مرد

نیست، پھر پوچھا پشتو میں کیا معنی کریں گے۔ ایک عالم نے جواب دیا۔۔۔۔ "کود کبیں شوك سرے نشته"۔۔۔۔ پھر فرمانے لگے ایک دفعہ ایک بھکاری نے ایک گھر کے دروازے میں کھڑے ہوکر آواز دی اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے، میں مسافر بھوکا ہوں، مجھے کچھ دال جاجی دیدو، تو گھر کے اندر سے اک آدمی نے جواب دیا: سائیں جی گھر میں کوئی آدمی نہیں تو فقیر نے کہا کہ بھائی آپ دو منٹ کے لیے آدمی بن کر مجھے روٹی لادیں۔ کیا آپ خسرے اور ہیجڑے ہیں؟

فرمایا: اے علمائے کرام! لا کا کلمہ مجھ سے سیکھو۔ دیگر مسائل میں آپ حضرات سے سیکھوں گا میں نے لا میں تخصص کیا ہے۔ میں نے مسئلہ ختم نبوت کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ ختم نبوت کے منکر قادیانیوں کو برٹش سامراج کی پشت پناہی حاصل ہے یہ فتنہ پوری قوت کے ساتھ پھیل رہا ہے اگر علماء و مشائخ نے ذرا بھر بھی تساہل و تغافل سے کام لیا تو لاکھوں فرزندانِ توحید کو یہ قادیانی فتنہ اپنے ارتدادی سیلاب میں بہالے جائے گا۔ (ماہنامہ القاسم ستمبر ۲۰۰۲ء)

امیر شریعتؒ کا عربی خطبہ و تقریر:

دار العلوم حقانیہ جو پاکستان کے بڑے اہم اسلامی مراکز میں ایک امتیازی دینی اور علمی ادارہ ہے اس کے بانی و مہتمم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر حضرت امیر شریعتؒ کئی بار دار العلوم حقانیہ کے سالانہ جلسہ ہائے دستار بندی میں تشریف لائے تھے، ایک بار حضرت شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری تقریر فرما رہے تھے اچانک بجلی فیل ہوگئی سٹیج پر بڑے بڑے علماء اور مشائخ جلوہ افروز تھے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین

غور غشتی، شیغم اسلام شیر سرحد حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا مفتی محمد نعیم لدھیانویؒ، حضرت مولانا بہاؤ الحق قاسمیؒ، خطیب ہند حضرت مولانا عبدالحنان ہزارویؒ اور دیگر بے شمار علماء موجود تھے۔ حضرت مولانا لاہوریؒ نے شاہ جیؒ کو مخاطب کیا اور فرمایا: حضرت شاہ جیؒ تشریف لائیں، حضرت شاہ جی فوراً کھڑے ہوئے، حضرت مولانا لاہوریؒ کرسی سے اترے اور حضرت شاہ جیؒ کو کرسی پر بٹھادیا۔ شاہ جیؒ نے اپنے خصوصی انداز میں خطبہ شروع کیا (بعض احباب نے راقم الحروف سے مطالبہ کیا ہے کہ حضرت شاہ جیؒ کا خطبہ بھی ماہانہ ''القاسم'' میں دوسری قسط میں شائع کرائیں کہ اس ماہنامہ کے قارئین کرام حضرت شاہ جی کے خطبہ سے استفادہ کرسکیں۔ بنابریں خطبہ کو بھی درج کررہا ہوں)

شاہ جیؒ کو رب العالمین جل جلالہ نے آواز داؤدی سے نوازا تھا وہ ایک عجیب دلکش روح پرور اور نرالے انداز میں خطبہ پڑھتے تھے، قرآن مجید کی آیات بھی قراءت وتجوید اور خوش آوازی سے تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

الحمدللّٰہ الحمد للہ الحمدللّٰہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ و نومن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا ونعوذ باللّٰہ من شرور أنفسنا ومن سیئات أعمالنا ونعوذ باللّٰہ من شرور أنفسنا ومن سیئات أعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یُضْلِلْ اللّٰہ فلا ھادی لہ و نشھدان لا الہ الاّ اللّٰہ وحدہ لاشریك لہ ولا نظیرلہ ولامشیر لہ ونشھد أن سیدنا وسندنا وشفیعنا ومولانا أما م الأتقیاء وسید الأنبیاء أمام المتقین و سید المرسلین وخاتم النبیین بالیقین محمداً عبدہ ورسولہ ولانبی بعدہ

ولارسول بعدہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

یارب صلّ و سلّم دائماً ابداً　　علی حبیبك خیر الخلق کلھم

محمد سید الکونین و الثقلین　　والفریقین من عرب ومن عجم

جاءت دعوتہ الأشجار ساجدۃً　　تمشی الیہ علی ساق بلاقدم

وقال حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ فی مدح النبی المختار ﷺ:

و أحسن منك لم تر قطّ عینی　　و أجمل منك لم تلد النّساء

خلقت مبرّأً من کلّ عیبٍ　　کأنك قد خلقت کما تشاء

أما بعد! فأعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللہ الرحمن الرحیم ○

ما کان محمد أبا أحدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین وکان اللہ بکل شئی علیماً لما نزلت ھذہ الآیۃ الکریمۃ قال النبی ﷺ: أنا خاتم النبیین لانبی بعدی، و لارسول بعدی ولاأمۃ بعد کم صدق اللہ مولانا العظیم و صدق رسولہ النبی الکریم ونحن علی ذلك من الشاھدین والشاکرین والحمدللہ رب العالمین۔

خوشا مسجد و مدرسہ خانقاہ ہے
کہ دروے بود قیل و قالِ محمدؐ
میر جمع ہیں احباب درد دل کہہ لے
پھر التفات دلِ دوستاں رہے نہ رہے

حضرت امیر شریعتؒ کا خطاب:

صدر محترم، بزرگان ملت، برادران عزیز! عام دستور کے مطابق اب جلسہ

برخاست ہونے کا وقت ہے، پنجاب کے جلسے عموماً رات کو بارہ بجے ختم ہو جاتے ہیں مگر پٹھانوں کے جلسے نرالے ہیں، اب میری تقریر کی ابتداء ہے۔

حضرت محمد ﷺ آخری نبی اور امت آخری امت ہے :

حضرات! میں نے کئی احادیث کے جملوں کو جمع کر کے بیان کر دیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں حضرت محمد ﷺ نہیں ہیں تمہارے باپ بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی خاتم الأنبیاء ہیں اللہ تعالیٰ کے علم ازلی وابدی میں تھا کہ آئندہ زمانہ میں جھوٹے مدعیانِ نبوت آئیں گے، دجالین، کذابین پیدا ہوں گے اس نے اپنے ازلی ابدی کتاب قرآن مجید میں پہلے ہی سے متنبہ فرمایا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین ہوں گے۔ آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئے گا اور تم آخری امت ہو تمہارے بعد کوئی امت نہیں آئے گی۔

مسئلہ ختم نبوت کی ترجیح کیوں ؟

حضرات! آج ہماری جماعت مجلس احرار اسلام مسئلہ ختم نبوت میں لگی ہوئی ہے۔ فتنہ مرزائیت اور قادیانیت کے دجل وفریب اور دسیسہ کاریوں کی دھجیاں اڑانے کے درپے ہو گئی ہے۔ بہت دنوں سے مسئلہ ترجیح میں پھنسا ہوا ہوں، اس پُر آشوب دور میں ترجیح کے قابل وہ مسئلہ ہے جس پر ہماری جماعت احرار اسلام مصروف عمل ہے۔ میں دینی مدارس ومعابد دارالعلوموں اور مذہبی تبلیغ کی ضرورت واہمیت کا منکر نہیں مگر ان تمام شعبوں کا بنیادی مسئلہ تحفظ ختم نبوت کا مسئلہ ہے یہ مسئلہ تبلیغ کا پہلا اور سب سے اہم شعبہ ہے جس کا انکار قرآن وحدیث کے انکار اور بیخ کنی کے مترادف ہے۔

علماء، صوفیاء اور مشائخ کو انتباہ :

ختم نبوت کے اس اساسی عقیدہ میں اگر ذرہ بھر بھی فرق آ جائے تو ایمان ختم ہو جاتا ہے میں دار العلوم حقانیہ کے اس عظیم الشان، فقید المثال اجتماع میں علماء ومشائخ کے سامنے اپنے رنج وغم اور دکھ ودرد کا بھرا ہوا پیغام سنانے آیا ہوں۔ فیضی کا شعر جو بچپن سے یاد ہے بے دریغ زبان پر گیا ہے :

یا با خبری ازخود وازہر دوجہاں
یا بے خبری ازخود وازہر دوجہاں
ان کنت لا تدری فتلك مصيبة
و ان کنت تدری فالمصيبة أعظم

محترم علماء کرام، معزز مشائخ عظام، گدی نشیں حضرات! آپ کو کیا خبر یہ قادیانیت ومرزائیت کا خطرناک فتنہ کتنی تیزی اور قوت واشتعال کیساتھ ہمارے پاکستان میں پھیل رہا ہے، برطانیہ کے اس خود کاشتہ پودے کے سر پر اب بھی برطانیہ کا ہاتھ ہے، آپ اس فتنہ کو معمولی سمجھتے ہوئے اپنے درس وتدریس میں مصروف ہیں، صوفیائے کرام اور گوشہ نشین حضرات اپنے خلوت خانوں میں بیٹھ کر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ دنیا سے قطع تعلق اور کنارہ کشی کو اپنا منتہائے مقصود اور ذریعہ فلاح سمجھ بیٹھے ہیں۔ ارے! ہم نے تو تبلیغ کا ٹھیکہ نہیں لیا۔ میں تو اکیلا دعوت وارشاد پر مامور نہیں بلکہ میں بھی رجل منکم ہوں۔

قادیانیت کے ایمان سوز جرائم :

میرے محترم علماء کرام! آپ حضرات کو معلوم نہیں قادیانی مبلغین پوری

جسارت اور دیدہ دلیری سے سادہ لوح، ان پڑھ مسلمانوں کو قادیانی بنا رہے ہیں اگر بزرگان دین اور علماء کرام اس فتنہ کی سرکوبی کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تو قادیانیت کے ایمان سوز جراثیم تمام عالم اسلام کو اپنے لپیٹ میں لے لیں گے۔ (دوران تقریر دور سے ایک آدمی نے آواز دی، حضرت! آواز نہیں پہنچ رہی، حضرت شاہ صاحبؒ نے جواب دیا میری آواز ضرور پہنچے گی اس نے دوبارہ کہا کہ آواز نہیں پہنچ رہی، شاہ جیؒ نے فرمایا: آپ مجھے ٹھیک جواب دے رہے ہیں اور شکایت کر رہے ہیں کہ آواز نہیں پہنچتی، فرمایا میں ابھی کراچی میں ایک اجلاس میں بغیر لاوڈ سپیکر کے خطاب کر کے آیا ہوں جس میں اسی ہزار کے لگ بھگ لوگ موجود تھے۔

آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ میری آواز کو دور دراز تک پہنچائے، فرمانے لگے یہاں خبیث ارواح موجود ہیں یہاں مجھے قادیانیت کے جراثیم محسوس ہو رہے ہیں یہ ان خبیثوں کی خباثت ہے بجلی کے کنکشن کو کاٹ دیا ہے (واقعی، حضرت شاہ جیؒ کی ایمانی فراست درست نکلی ان دنوں اکوڑہ خٹک کے پوسٹ آفس میں جو پوسٹ ماسٹر تھا وہ قادیانی تھا) جوں جوں رات گزرتی جارہی تھی حضرت امیر شریعتؒ کی آواز میں ایک خاص قسم کا جلال اور گھن گرج بڑھتا جارہا تھا، ایک عجیب ایمان افزا اور روح پرور منظر تھا، اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہو رہی تھی۔

امیر شریعتؒ ایک نادرہ روزگار خطیب :

حاضرین جلسہ محسوس کر رہے تھے کہ تاجدار مدینہ، رحمت کائنات کا یہ نواسہ، مرد قلندر مسئلہ ختم نبوت میں فنائیت کے درجہ میں پورے اخلاص وللٰہیت کے ساتھ دل کی گہرائیوں سے یہ کلام نکال رہا ہے، اس لیے لوگوں کے قلوب میں نازل

ہو رہا ہے۔ ردِ قادیانیت کے لیے اللہ تعالیٰ نے علماءِ حق کا ایک جمِ غفیر پیدا فرما دیا تھا مگر شاہ جی کو اللہ رب العالمین جل جلالہ نے قادیانیت کے شجرہ خبیثہ کو بیخ و بنیاد سے اکھاڑنے کے لیے۔ جس نادرہ روزگار خطابت سے نوازا تھا وہ انہی کا حق اور انہی کا طرہ امتیاز تھا۔ اللہ تعالیٰ نے شاہ جی کے مواعظ و بیانات کو جس جاذبیت اور مقناطیسی کشش واثر سے نوازا تھا، وہ کسی اور خطیب کے تقاریر میں نہیں تھے۔ حضرت شاہ صاحب کے لیے شیخ الاسلام مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، قطب العالم حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، زینت العارفین شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ، یادگار اسلاف حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ درخواستیؒ اور سینکڑوں اولیاء، عباد الرحمٰن دن رات دُعائیں کرتے تھے، وہ ہر باطل کے لیے ایک سیف مسلول تھے۔ ان کی ایک تقریر دیگر علماء کرام کی کئی تقاریر پر کئی درجہ وزنی ہوتی تھی۔

سلف صالحین کا جہادِ مسلسل :

ارے! تصوف کس کا؟ ابوبکرؓ کون تھے؟ کیا وہ تقویٰ، زہد و قناعت، عزیمت وایثار کے امام نہ تھے، عمرؓ کون؟ عثمانؓ کون؟ اور علیؓ کون؟ عباسؓ اور ابن عباسؓ کون؟ امام اعظم ابوحنیفہؒ کون؟ امام مالکؒ کون؟، امام شافعیؒ کون؟، امام احمد بن حنبلؒ کون؟ کون شیخ عبدالقادر جیلانیؒ؟ کون گنج بخشؒ؟ کون محی الدین چشتی اجمیریؒ؟ کون شمس تبریزؒ؟ کون حسنؓ کون حسینؓ؟ کون کوئی جس پر رضی اللہ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ کہا جائے۔۔۔ کیوں۔۔۔؟

یہ نفوس قدسیہ عارفین باللہ نہ تھے، رئیس الصوفیاء نہ تھے، یہ سلسلہ سالکین

رشد و ہدایت کے سادات نہ تھے۔ کیا ان صحابہ کرام اور بزرگوں نے فریضہ تبلیغ چھوڑ کر گوشہ نشینی کو اپنا شیوہ بنا رکھا تھا۔

مسیلمہ کذاب نے جب نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تو اس کی سرکوبی کس نے کی؟ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس فتنہ کے استحصال کے لیے صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بھیجی، جنہوں نے مسیلمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کو تہ تیغ کر کے دنیا کو اس فتنہ سے نجات دی۔ ابوبکرؓ نے تو ان لوگوں سے بھی جہاد کرنے کا تہیہ کر لیا تھا، جو زکوٰۃ دینے پر ہچکچا رہے تھے، اب تو مرزائیوں نے اسلام کے بنیادی مسئلہ ختم نبوت پر حملہ کیا۔

ختم نبوت کا صدقہ :

اگر ''ختم المرسلین'' کا مسئلہ محفوظ نہ رہے تو پھر تمہارے یہ دینی، مذہبی مراکز کیسے باقی رہیں گے پھر تو تم بھی مٹ جاؤ گے، تمہاری خانقاہیں اور مدارس و مساجد بھی صفحۂ ہستی پر قائم نہ رہ سکیں گے، تمہارا شیرازہ بکھر جائے گا، جب ختم نبوت نہیں تو تم بھی نہیں .... آپ کے سرحد میں مرزائیوں کے حملے ہو رہے ہیں وہ انتہائی خطرناک اور مضر حملے ہیں، ہم پاگل نہیں، مجنون نہیں، اتنے بے ہنر بھی نہیں ہیں کہ بے سند باتیں کرتے پھیریں۔ ہاں! میں صرف سب ساتھیوں میں نکما ہوں۔ مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دس بچوں کی تربیت کر رہا ہوں۔

دینی تعلیم کو ترجیح دینی چاہیے :

حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک متوسل عقیدتمند نے دوران مکاتبت غالباً اپنی اولاد کے دینی اور معاشی مستقبل سے متعلق

حضرت سے استفسار کے طور پر عرض کیا کہ" بچے کو تعلیم دلانا چاہتا ہوں اور اس فکر سے پریشان ہوں کہ دینی مدرسہ میں پڑھ کر بیشک دین تو کچھ نہ کچھ آجائے گا، لیکن روزی کمانے کے قابل نہ رہے گا اور سکول کی تعلیم میں اور کچھ نہ سہی کم از کم اسے روٹی تو ملتی رہے گی اس لیے لڑکے کو میں نے بجائے دینی مدرسہ کے سکول میں داخلہ کر دیا۔ حضرت سے دعاؤں کی درخواست ہے تو حضرت تھانویؒ نے اس کے جواب میں فرمایا: آپ کا خط پڑھ کر سخت افسوس ہوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون دینی تعلیم کی وجہ سے روٹی نہ ملنے یا اس کی کمی کا خیال ایک شیطانی وسوسہ اور اللہ تعالیٰ پر عدم اعتماد کے مترادف ہے اور حقائق و واقعات کے یکسر خلاف اور بالکل غلط ہے، کیا دنیا میں جن لوگوں نے دین پڑھا وہ بھوکے مر گئے؟ اور اکا دکا واقعہ سے استدلال بھی غلط ہے۔ کیونکہ اس کے خلاف یہ بھی مشاہدہ ہے کہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے والے ہزاروں لوگ بھی بھوکے مر رہے ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ رزق نہ ملنے کی وجہ دینی تعلیم نہیں بلکہ اور کوئی سبب ہے، میں حیران ہوں کہ آپ نے یہ کیسے لکھ دیا، خدا کے بندے! سارا دن تو بہت دور کی بات ہے محلے کی مسجد میں کسی موذن کو دیکھ لو کہ اسے اذان کے چند الفاظ آتے ہوں۔ اس کے پاس روٹیوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے۔

اکابرِ احرار کا علمی و عملی مقام :

ہمارا سائیں" حیات" ماہر ٹیلر ماسٹر، تعلیم یافتہ اور اعلیٰ درجہ کا شاعر ہے، اس نے حال ہی میں اپنی دوکان نیلام کر کے ناموسِ رسالت کے تحفظ کے لیے اپنی زندگی وقف کردی ہے۔ ماسٹر تاج الدین انصاری صاحب، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مقرر ہیں، جناب شیخ حسام الدین بی اے ہیں، جناب مولانا غلام غوث صاحب جید عالم

بھی ہیں، حکیم اور طبیب بھی، اچھے مناظر اور مقرر ہیں، مولانا محمد علی جالندھری سحر بیان مقرر اور موجودہ علم کلام کے مایہ ناز متکلم عالم ہیں۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی شعلہ بیان خطیب اور ایک مجاہد عالم ہیں، مولانا لال حسین اختر صاحب آسمان قادیان کا ٹوٹا ہوا ستارہ ہے۔ جو وہاں سے اللہ تعالیٰ نے ہماری حمایت کے لیے بھیجا ہے۔ مرزا بشیر الدین محمود نے اس کی تعلیم پر ہزاروں روپے خرچ کیے، مگر خدا نے اسکے دل میں حق بینی وصداقت شناسی کا چراغ جلایا اس پر جب مرزا غلام احمد قادیانی کا تمام دجل وفریب آشکارا ہوا تو مرزائیت سے توبہ کر کے صحیح مسلمان ہوگیا۔ بہت بڑے عالم اور مبلغ ہیں، اعلیٰ تعلیم یافتہ اور تمام مذاہب کی کتابوں کا مطالعہ کر چکے ہیں، مرزائیوں کے مقابلہ میں بے شمار مناظروں میں نمایاں کامیابی حاصل کر چکے ہیں۔

مولانا محمد عبدالقیوم صاحب پوپلزئی پشاور کے جید مفتی اور مجاہد عالم ہیں، مولانا محمد حیات صاحب جید عالم اور مناظر ہیں میں نے یہ چند علماء کرام کے نام "مشتے نمونہ از خروارے" کے طور پر بیان کردیئے ورنہ ہماری جماعت احرار اسلام کو بہت سے دیگر اکابر علماء اور مخلص کارکنوں کی معیت حاصل ہے۔

فتنہ مرزائیت کی یلغار :

ہم مسئلہ ختم نبوت کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے مستعد ہیں یہ اس لیے کہ معاملہ انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ مرزائی تبلیغ منظم طور پر ہر جگہ ہو رہی ہے، یہ فتنہ ارتداد، غربت وافلاس کے ساتھ نہیں بلکہ پوری قوت وطاقت کے ساتھ پھیلایا جارہا ہے، اس فتنہ کی پشت پر اربوں روپے اور ہر قسم کے مادی وسائل ہیں، یہ فتنہ بندوقوں، توپوں اور مشین گنوں، سمندری اور ہوائی طاقت کا سہارا لیے ہوئے مسلمان کے اس

ملک میں پھیلا جارہا ہے۔

نوجوان علماء کی ضرورت :

حضرت علماء کرام! اگر میں غلط کہوں تو میری اصلاح آپ کا فرض اولین ہے ورنہ اگر حق بیان کررہا ہوں تو اس فتنہ کی بیخ کنی میں ہمارا ساتھ دیں۔اب تو نوجوان علماء اور قوی ہمت رضاکاروں کی اشد ضرورت ہے کہ وہ اس اہم فریضہ کو سنبھالیں۔

میں تو بوڑھا ہوگیا ہوں، عالم شباب قیدوبند میں گزرا، نوسال اور جوانی جیلوں میں بسر ہوئی اب بھی دودن کا بھوکا ہوں۔ پینتیس ۳۵ سال ہوگئے کہ میں تقریر سے پہلے کھانا نہیں کھاتا، اب تقریر ختم کرکے کچھ کھاؤں گا، وہ کیسے ہضم ہوگا۔ آپ تو اپنی ملازمتوں، تجارتوں اور دیگر مشاغل میں پورے آرام واطمینان کے ساتھ مصروف ہیں۔ مسئلہ تحفظ ختم نبوت، مرزائیت وقادیانیت جیسے خطرناک فتنہ اور دیگر بے شمار فتنوں کے مقابلہ میں ہماری جماعت احرار کو اکیلے چھوڑ بیٹھے ....

یک تن وخیلے آرزو دل یکجا کجا دھم
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

مرزائیوں کی سازشیں اور غدارانہ کاروائیاں :

آج مرزائی تبلیغ بری، بحری، فضائی فوج میں جاری ہے، بعض سادہ لوح بھائی ان کے مکارانہ جال میں پھنس رہے ہیں۔ مرزائیوں کے ترجمان روزنامہ ''الفضل'' اخبار کی اشاعت دن بہ دن بڑھ رہی ہے۔ مسلمانوں کے گھروں تک

مرزائیوں کے اخبارات اور زہریلے پمفلٹ، کتابچے پہنچائے جاتے ہیں، حکومت کی طرف سے انہیں کھلم کھلا اجازت ہے، نہ ان کی تبلیغ پر پابندی ہے، نہ ان کی مجالس ومحافل پر، بازاروں، سکولوں اور کالجوں میں ببانگِ دہل ان کا مشن مصروف کار ہے، اسی ہزار مربع گز زمین ان مرزائیوں کو چھ پیسے کنال کے حساب سے حکومت کی طرف سے ملی ہے۔ پانچ سو ایکڑ زمین ربوہ کی ہے اور اس کے گردو پیش وسیع علاقہ پر ان مرزائیوں نے مفت قبضہ کرلیا ہے، یہ کچی بات نہیں، سٹیج سے کہہ رہا ہوں "کراماً کاتبین" (سی، آئی، ڈی والے) اپنی رپورٹ میں درج کردیں۔ میں پختہ اور قوی بات کہتا ہوں۔ ہاں! ایسی ویسی بات نہیں، پورے اعتماد اور وثوق کے ساتھ کہتا ہوں۔

خاتم الانبیاء:

لما نزل ما کان محمد أبا احدٍ من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شئی علیماً، قال النبی ﷺ أنا خاتم النبیین لانبی بعدی ولا رسول بعدی ولاأمة بعد کم، میں نے چند حدیثوں کو جمع کرکے بیان کردیا ہے تاکہ آیت کا معنی اور مفہوم خوب ذہن نشین ہو۔

ما کان محمد اب نہیں ہے محمد، أبا أحدٍ من رجالکم تم میں کسی کا باپ، پنجابی میں ترجمہ ہوگا "ہون نہیں محمد کسی دا پیو" ولکن رسول اللہ، مگر اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔ و خاتم النبیین اور وہ آخری نبی، خاتم الانبیاء ہیں، و کان اللہ بکل شئی علیماً اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے، جب یہ آیت اتری تو حضور ﷺ نے فرمایا: أنا خاتم النبیین، میں ہی خاتم الانبیاء ہوں لانبی بعدی میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں ولا رسول بعدی میرے بعد کوئی رسول آنے والا نہیں، ولاأمة بعد کم

اورآپ کے بعد کوئی امت آنے والی نہیں۔نبوت خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ پرختم اورامت،امت محمدیہ پرختم۔

قصرنبوت کی تکمیل :

آج ہےکوئی ماں کالال،جوکہےکہ میں ظلی اوربروزی نبی ہوں؟زمیندارو! "لا" کی تلوارلواورلڑو،یہی تبلیغ ہے،ارےجس "لا" نے "تمام معبودِباطل الٰہ" کو نیست ونابوداورختم کیا،وہ دجالین،کذابین،نام نہادنبیوں کی بیخ کنی میں کیاکوتاہی کریگا۔ارےوہ ماں مرگئی جونبی جنے،حضرت محمد ﷺ کی نبوت اوررسالت کے بعد کسی نبی اوررسول کااحتیاج باقی نہیں رہا۔آپ ﷺ نےفرمایا:مثلی ومثل النبیین کمثل رجل بنیٰ داراً فأتمّها الاّ لبنة واحدةً فجئتُ أنا فأقمت تلك اللّبنة' ' میری اوردوسرےانبیاءکرام علیہم السلام کی مثال اس شخص کی طرح ہےجس نےمکان بنایااوراس کومکمل کرلیا۔مگرایک اینٹ کی جگہ چھوڑدی پس میں قصرنبوت کی وہی اینٹ ہوں،جس نےآکراس قصرکی تکمیل کردی۔

غلام احمد کادعویٰ نبوت :

مرزاغلام احمدقادیانی اپنی ایک کتاب میں اس آیت کونقل کرکےلکھتاہے :

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ ۔

(الفتح: ۲۹)

اس وحی الٰہی میں میرانام محمدرکھاگیاہےاوررسول بھی۔اسی طرح براہین احمدیہ میں اس عاجزکورسول والےلفظ سےیادکیاگیاہے،مجھےبروزی،ظلی صورت میں نبی بنایاگیاہے،مگربروزی صورت میں میرانفس عریاں نہیں۔مرزاکہتاہے ......

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

یعنی میں اپنے زمانے کا عیسیٰ اور میں موسیٰ کلیم اللہ ہوں اور میں محمد و احمد مجتبیٰ
ں۔یہ شعر مرزا قادیانی کی تصنیف تریاق القلوب طبع اول کے صفحہ نمبر ۳ پر درج ہے۔

ام حُجت :

حضرات! مرزائی فتنہ سے خود بھی بچنے کی کوشش کریں اور اپنے خویش
رب، اعزاہ و احباب کو بھی اس مہلک فتنہ سے بچانے کی جد و جہد کریں۔اس مسئلہ
بیان میں مرزائیوں سے ڈرنا ختم نبوت پر ایمان نہ لانے کے برابر ہے۔حضرات!
مت، ہم نے اس بات کے متعلق حکومت کو اطلاع دی ہے۔ہم نے وزیر اعظم
ستان خواجہ ناظم الدین تک یہ بات پہنچائی ہے، تم سرحد والے بھی بزدل ہو گئے ہو،
، تو میں بھی سرحد میں ہوں، میں تو جب بھی سرحد کے حدود میں داخل ہونے لگتا
ں، تو یا حیّ یا قیوم برحمتك استغیث کا نعرہ لگا لیتا ہوں۔یعنی وزیر اعلیٰ سرحد
ں عبد القیوم خان کے لیے دُعا کرتا ہوں، انی اعلم مالا تعلمون، ۸ میں وہ کچھ
ا ہوں، جو تم نہیں جانتے، اس وقت سرحد کا وزیر اعلیٰ عبد القیوم خان تھا، ہمیں تو
ب کا بنیادی مسئلہ ارباب حکومت تک پہنچانا ہے تاکہ اتمام حجت ہو۔

نڈ بھارت :

سنو، سنو! اشارۃً کہہ رہا ہوں، مرزائی پاکستان کے دشمن ہیں، تمہیں کیا خبر
کستان کے متعلق کیا کہہ رہے ہیں اور کیسے خیالات رکھتے ہیں، تمہیں تو معلوم ہے
سیم ہند و پاکستان کے فسادات میں ایک کروڑ مسلمان خانہ بدوش ہو چکے ہیں، دس
مرد و زن تہ تیغ ہو چکے ہیں۔ایک لاکھ مسلمان عورتیں غیر مسلموں کے پنجہ ظلم

واستبداد میں ہندوؤں اور سکھوں کی لونڈیاں بن چکی ہیں۔ ان ایک لاکھ ماؤں، بہنوں کی عزت وآبروریزی ہوئی ہے۔ پاکستان اتنی عظیم قربانیوں کے بعد معرض وجود میں آیا ہے۔ کیا ایسے حالات کے باجود پاکستان اور ہندوستان ایک ہوسکتا ہے؟

اور اس آزادی اور تقسیم کو عارضی سمجھنے والا مملکت پاکستان کا وفادار ہوسکتا ہے مرزائی کہتے ہیں کہ پاکستان اور ہندوستان کو ایک کرنا چاہیے ''اکھنڈ بھارت'' بنانا چاہیے۔ (ANY WHO) ''اینی ہو'' جس طرح بھی ہوسکے ان دونوں کو اکٹھا کرنا چاہیے۔ کیا پاکستان بننے کے بعد یہ کام پاکستان کی بیخ کنی نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ (حضرت شاہ صاحبؒ کا یہ محققانہ، عالمانہ بصیرت افروز تقریر مسلسل تین گھنٹے تک جاری رہی، جو بندہ نے قلم بند کر کے انہی ایام میں طبع کرایا تھا۔

علمی وروحانی تربیت :

تقریر کے آخر میں حضرت شاہ جیؒ نے فرمایا: میں نے علمی پرورش، حضرت مولانا انور شاہؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ، حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہؒ سے پائی ہے۔ مجھے حضرت مولانا محمد علیؒ اور مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کی صحبتیں میسر آئی ہیں۔ میں نے ان بزرگوں کے چہرے پڑھے ہیں اور ان کا پیار اور دعائیں حاصل کی ہیں۔ روحانی تربیت جناب پیر مہر علی شاہ گولڑوی سے حاصل کی ہیں ......

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
شاید کہ تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

لعنت بر پدر فرنگ :

تینتیس (۳۳) سال انگریز کا مقابلہ کیا، اب بھی الان کما کان (انگریز اور اس کے کتوں سے لڑنے مرنے کے لیے تیار ہوں)

لعنت بر پدر فرنگ صد بار لعنت بر پدر فرنگ

اغوا کا نام تبلیغ :

انگریز چلے گئے، مگر اس کی دُم باقی ہے۔ یہ چھپکلی کا قصہ ہے، چھپکلی کو مارا جائے، تو وہ مر جائے گی مگر اس کی دُم دیر تک حرکت کرتی رہے گی، یہ مرزائی برطانیہ کی دُم ہیں، انہوں نے آج اغوا مچا رکھا ہے، مولانا محمد علی جالندھری فرماتے ہیں کہ مرزائیوں نے اغوا کا نام تبلیغ رکھ دیا ہے۔

آخر میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ ''لا'' کی تلوار لو اور میدان میں نکلو، لمبے قصے چھوڑ دو، ''دو حرفی گل مکا نڑی'' بس لا بزن بہلا بزن، اگر ساری رات اس مسئلہ ختم نبوت پر بولتا رہوں تو اس عظیم الشان اساسی مسئلے کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ یہ لمبی داستان ہے، راتیں ختم ہو جاتی ہیں، مگر مسئلہ ویسا تشنہ رہ جاتا ہے۔

شب وصال بہت کم ہے آسمان سے کہو
کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شب جدائی کا

وآخر دعوان الحمد للہ رب العالمین۔

(ماہنامہ القاسم اکتوبر، نومبر ۲۰۰۲ء)

اُصول کے پکے

القاسم اکیڈمی کی خصوصی اشاعت تذکرہ وسوانح
حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ کے لئے لکھی گئی خصوصی تحریر

حضرت مولانا اسعد مدنی کے ساتھ میں نے زیادہ وقت نہیں گزارا۔ حضرت جب وہاں مدینہ منورہ میں تشریف لاتے تو ہمارے سارے احباب انہیں چائے کی دعوت دیتے، چائے کی دعوت پر جب احباب مطالبہ کرتے کہ ہمیں کچھ نصائح بیان فرماویں تو حضرت فرماتے، نہیں چائے کے لیے بلایا ہے تو صرف چائے پئیں گے۔ حضرت مولانا خیر محمد صاحب مکی بھی وہاں پر اپنی رباط میں اکثر موجود ہوا کرتے تھے اسی رباط میں ہم لوگ چائے کی دعوت دیتے۔ یہ حضرت مولانا خیر محمد مکی احناف کے بہت بڑے عالم تھے۔ حضرت مولانا اسعد مدنیؒ سے بہت محبت تھی، بہت زیادہ خاموشی پسند اور خاموش شخصیت تھے۔ جب ڈیڑھ صد سالہ خدمات دارالعلوم دیوبند کانفرنس پشاور میں منعقد ہوئی تو حضرت مولانا اسعد مدنیؒ خصوصی طور پر مدعو تھے۔ ان کی تقریر کا وقت دوسری شخصیات غالباً حضرت مولانا اجمل خان لاہوریؒ اور حضرت مولانا عبدالمجید ندیم صاحبؒ نے لے لیا۔ جب حضرت مولانا اسعد مدنیؒ صاحب کو تقریر کی دعوت دی گئی تو حضرتؒ نے فرمایا کہ میری تقریر کا جو وقت مقرر تھا وہ دیگر حضرات نے لے لیا، میں صرف خطبہ پر اکتفا کرتا ہوں، حضرت نے خطبہ پڑھا

اور آخر میں وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین پڑھ کر اپنا بیان ختم کردیا۔

اصولوں کی پابند شخصیت تھے۔اس کے ساتھ ساتھ بڑے مجاہد اور عظیم لیڈر تھے۔ہندوستان کے علماء کے سرپرست تھے اور مسلمانانِ ہند کے بہت زیادہ ہمدرد تھے۔جہاں بھی فسادات شروع ہوجاتے تو حضرت اسعد مدنی خود موقع پر پہنچ جاتے اور فساد کو ختم کردیتے۔شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی کے صحیح جانشین تھے،عظیم قربانیاں دی تھیں،سارا وقت مسلمانانِ ہند کے لیے وقف کیا تھا۔تمام ہند کے علماء کی کمران سے مضبوط تھی۔حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی حیات تھے تو ان کی معیت ورفاقت میں حضرت (اسعد مدنی) بھی بنگلہ دیش جایا کرتے تھے اور وہاں اپنے والد کی سرپرستی وہدایت میں مسلمانوں اور مریدوں اور متعلقین کو وعظ ونصیحت کرتے تھے۔ان کے چھوٹے بھائی مولانا ارشد مدنی علمی لحاظ سے بہت بڑا مقام رکھتے ہیں،ان کی علمی استعداد بہت مضبوط ہے۔وہ شیخ مدنی کے علوم ومعارف کے امین ہیں۔آج کل دارالعلوم دیوبند میں احادیث کا درس دیتے ہیں۔مولانا اسعد مدنی ہمارے ہاں جب بھی تشریف لاتے تو حضرت مولانا عزیر گل صاحب کے ہاں ضرور تشریف لے جاتے۔مولانا عزیر گل صاحب پر بہت زیادہ فریفتہ تھے۔حضرت اپنے اوقات کا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے۔

(خصوصی نمبر جولائی ۲۰۰۶ء)

☆

حضرت ابراہیم علیہ السلام پیکر صبر و تسلیم

ایثار و قربانی اور رضا و تسلیم کے تابندہ نقوش

ایک مضمون جو حضرت ابراہیمؑ کی بستی "خلیل الرحمٰن" میں لکھا گیا

بیت المقدس سے ۴۲ کلو میٹر قبلہ کی طرف (جانب جنوب) ایک تاریخی بستی "خلیل الرحمٰن" میں ۲۱ رشوال ۱۳۸۶ھ کو حاضری کی سعادت نصیب ہوئی، کہتے ہیں کہ یہ بستی سرزمین عرب میں بہت پرانی اور قدیم بستی ہے۔ آج سے تقریباً ساڑھے چار ہزار سال قبل یہاں ایک گھر تھا جس میں ایک عمر رسیدہ انسان اپنی دو بیویوں کے ساتھ زندگی کے لیل و نہار اللہ تعالیٰ کی بندگی میں گزار رہا تھا، وہ بھیڑ بکریوں کے دودھ اور پہاڑوں کے خودرو انگور و انجیر اور دیگر قدرتی پھل غذائی ضروریات کے لیے کام میں لاتا تھا۔ ایک دن صبح سویرے یہ معمر آدمی اپنے گھر سے کچھ سامان سفر نکال کر باہر اونٹنی پر لادنے لگا، اور ایک بیوی کو اپنے ساتھ سفر کے لیے تیار ہونے کا حکم دینے لگا اور دوسری بیوی کو کہا تم گھر بار کا خیال رکھنا۔ میں ایک لمبے سفر پر جارہا ہوں، ایک عورت کی بغل میں ایک چھوٹا سا بچہ ہے، وہ بچے کو پیار کر رہی ہے اور خون کے آنسو رو رہی ہے، دوسری عورت بھی اشکبار آنکھوں کے ساتھ سفر کی تیاری میں ہے اور اپنے شوہر کے ساتھ سامان سفر اونٹنی پر لاد رہی ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ اونٹنی نہیں تھی خود اپنے کاندھوں پر اسباب سفر اٹھا کر اس بستی سے روانہ ہوئے۔ ایک سو بیس برس کی یہ

مقدس شخصیت نبیوں کے امام حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام تھے۔ اور جو اپنے شوہر کے ساتھ سفر پر جا رہی تھی وہ ام المومنین حضرت ہاجرہؓ لاڈلے بچے کی ماں ہے جس کی بغل میں بچہ ہے جس کو چومتی ہے، سینہ سے لگاتی ہے وہ ام المومنین حضرت سارہؓ ہیں اور یہ بچہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہے، اور یہ بستی خلیل الرحمٰن کی بستی ہے جو اب پُر رونق شہر بن گیا ہے یہاں کے پہاڑ انگور، انجیر، آلوچہ، آلو بخارا اور دیگر پھلوں کے درختوں سے سرسبز و شاداب ہیں جہاں اب بھی بہ نسبت دیگر شہروں کے اسلامی شعائر اور احکام دین کی پابندی سے تعمیل کی جاتی ہے یہاں نہ کوئی مسیحی رہ سکتا ہے اور نہ یہودی، نہ یہاں سینما ہے اور نہ کلب۔ صرف قدس میں مسیحیوں کے دو سو مدارس ہیں جن میں مسلمانوں کے بچے بھی پڑھتے ہیں، اسی طرح بے شمار گرجے، دیر، کلیسائیں ہیں۔ یہ آرمینیوں کا دیر ہے اور یہ سریانیوں کا اور عبرانیوں کا، اور مسیحی گرجے تو بے شمار ہیں، عزیریہ جہاں حضرت عزیر علیہ السلام کا روضہ ہے اور چھوٹے سے قصبے میں تین گرجے اور عیسائی مشن کے کئی مدرسے ہیں، اریحا جہاں سے موسیٰؑ کا روضہ اور قریہ لوط قریب ہیں وہاں بھی متعدد گرجے اور عیسائی مشن کے مدرسے ہیں مگر آپ کو اس تاریخی مقدس بستی میں نہ عیسائی دیکھنے میں آتے ہیں اور نہ عیسائی مشن کا مدرسہ، نہ سینما ہے اور نہ دیگر غیر شرعی امور نظر آئیں گے۔ عرب اگرچہ خوش خلق ہیں مگر بستی خلیل کے باشندوں کی طرح نیک اور متقی میں نے نہیں دیکھے، تو حضرت سارہؓ اس لیے رو رہی تھی کہ ان سے اپنی رفیقہ ہاجرہؓ ہجرت اور سفر پر روانہ ہو رہی تھیں، اور ان کو لاڈلے بچے کی داغِ مفارقت رُلا رہی تھی، حضرت ہاجرہؓ اس لیے اشکبار تھیں کہ وہ اپنی مہربان رفیقہ حضرت سارہؓ سے جدا ہو رہی تھیں۔ یہ بات غلط ہے کہ حضرت سارہؓ نے اپنے شوہر

حضرت ابراہیمؑ کو حضرت ہاجرہؓ اور ان کے لختِ جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کو گھر سے نکالنے پر مجبور کیا تھا وہ تو ان دونوں کی جدائی پر اشکبار آنکھوں سے رو رہی تھیں، معصوم بچہ تو حضرت سارہؓ کے لیے سرور و اور اطمینان قلب کا باعث تھا اس گھرانے میں تو صرف یہی بچہ تھا جو ان کو محبوب تھا اس سے پہلے کبھی بھی انہوں نے اس گھرانے میں بچے کی آواز تک نہ سنی تھی۔ ابراہیمؑ کو اللہ کی طرف سے وطن چھوڑنے کا حکم ہوا تھا اس لیے وہ اس بستی سے جنوب کی طرف روانہ ہوئے، حضرت سارہؓ محبت و شفقت سے بھری ہوئی آنکھوں کو آنسوؤں سے صاف کر رہی تھی اور اپنے پیارے شوہر کی پیرانہ سالی کی حالت میں سفر اور حضرت ہاجرہؓ اور لاڈلے بچے کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی تھیں وہ ان کو الوداع کرنے کے لیے سامنے پہاڑی تک چلی گئی جس کی چوٹی سے جانب جنوب کا راستہ دور تک نظر آرہا ہے اور وہاں اس وقت تک کھڑی رہی جب تک وہ جاتے ہوئے دکھائی دیتے رہے، حضرت سارہؓ انکی سلامتی و حفاظت کے لیے دعائیں مانگ رہی تھیں، وہ پہاڑ کے اس تاریک ماحول میں اکیلی رہ گئی تھی، ان کو اپنا فکر نہیں تھا بلکہ اپنے عمر رسیدہ شوہر، لاڈلے بچے اور اپنی رفیقہ کا فکر دامن گیر تھا کہ اب کہاں پہنچے ہوں گے۔ تمام راستہ پہاڑی ہے، ہزاروں میل تک انسانی آبادی کا نام ونشان نہیں، پہاڑوں میں راستہ معلوم کرنا بہت دشوار کام ہے اور جبکہ اس سے پہلے کوئی انسان اس راستہ پر گیا ہی نہ ہو۔ درندوں کی آوازیں آرہی ہیں۔ راستہ میں زادِ راہ ختم ہو جائے تو پھر کیا ہوگا؟ یہ تمام تفکرات حضرت سارہؓ کو تنہائی کے عالم میں مغموم کر رہے تھے۔ معلوم نہیں حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی ہاجرہؓ اور اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل کے ہمراہ پہاڑوں، وادیوں اور لق و دق بیابانوں میں کتنے دن سفر کرتے رہے۔

ہے اور نہ بچہ، ایسے جانگداز وقت میں ابراہیمؑ نے دعا کی۔ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۔(ابراہیم:۳۷) (اے ہمارے رب میں نے بسایا ہے اپنی اولاد کو ایک بن کھیتی میدان میں تیرے حرمت والے گھر کے پاس) یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ شاید ہی کوئی اور دُعا قبول ہوئی ہو۔

آج دنیا کے گوشہ گوشہ سے ہر سال لاکھوں کی تعداد میں فرزندان ابراہیم اس بیت جلیل کی زیارت کے لیے دور دراز سے آتے ہیں اور یہاں پروانوں کی طرح اس بقعہ نور کے ارد گرد طواف کرتے ہیں اور سننِ ابراہیمی کو تازہ کرتے ہیں۔ ابراہیم کا بلند پایہ صبر و استقلال اور تسلیم ہی تو ہے جس نے اس عظیم ابتلاء میں انھیں کامیابی بخشی۔

ادھر حضرت ہاجرہؓ پر صرف وطن کی مجبوری اور تنہائی کا امتحان نہیں تھا بلکہ ایک دوسرا روح فرسا امتحان ان پر آگیا، پانی کا معمولی ذخیرہ ختم ہوا۔ گرمی کی شدت اور پیاس کوئی بھی برداشت نہیں کرسکتا۔ خاص کر وہ عورت جو مصر کے سرسبز و شاداب خطہ میں پھلی پھولی ہو اور دریائے نیل کے کنارے نشو و نما پا چکی ہو اور پھر قریہ خلیل کے سرد اور صحت افزاء مقام میں رہ چکی ہو اور ایک بچہ کیسے پیاس برداشت کرے۔ انتہائی پیاس اور شدید گرمی کی وجہ سے ماہی بے آب کی طرح ریتلی زمین پر کروٹیں بدلنے لگا، ماں اور شفقت بھری ماں بے بسی اور بے کسی کی حالت میں ادھر ادھر دوڑانے لگی تا کہ کہیں پانی کا سراغ مل سکے۔ چاروں طرف پہاڑوں کے بغیر کچھ نہیں آتا تھا اور یہ کتنی دلخراش بات ہے کہ ایک والدہ اپنے بچے کو پیاس کی وجہ سے زمین پر کروٹیں بدلتا ہوا دیکھے اور اس کا کوئی علاج اس کے پاس نہ ہو، خویش و

کو تو چھوڑیے، وہاں بیگانے بھی نہ ہوں اور ایک معصوم بچے کا معصوم جگر پیاس کی وجہ سے جل رہا ہو، نبوت ورسالت کی آغوش تربیت میں پلی ہوئی حضرت ہاجرہؓ صبرو استقلال سے کام لے کر سوچتی ہے کہ سامنے پہاڑی پر چڑھ کر شاید پانی نظر آجائے یا کوئی انسان دکھائی دے جس سے پانی مانگ لے۔

یہ پہاڑی صفا کی پہاڑی ہے اس پر چڑھ کر جب حضرت ہاجرہؓ نے ہر طرف نظر دوڑائی تو نہ کہیں تالاب نظر آیا اور نہ کوئی چشمہ یا کنواں اور نہ وہاں کوئی راہ گزر نظر آیا جس سے پانی طلب کرے۔ سامنے مروہ کی پہاڑی پر پانی نظر آیا، دوڑ کر وہاں چلی گئی، دیکھا تو وہاں بھی پانی کا نام ونشان نہیں وہ سراب تھا جو نظر آیا۔ حضرت ہاجرہؓ سراب کے تصور سے بھی نا آشنا تھیں، مروہ کی چوٹی سے جب صفا کی چوٹی پر نظر پڑی تو پانی نظر آیا واپس مروہ سے صفا کی طرف دوڑی مگر پانی کہاں! یہ بھی سراب ہی تھا، اسی طرح پھر وہاں سے جب مروہ پر نظر پڑی تو پانی نظر آیا ہاجرہؓ نے سمجھا شاید میں پہلے پانی کی جگہ تک غلطی کی وجہ سے نہیں پہنچ سکی، اب جا کر پوری تحقیق کرلوں گی۔ چنانچہ سات دفعہ آنا جانا ہوا، ویسے بھی تخیل اور تصور جب راسخ ہوجائے تو انسان کو خیالی صورت بھی نظر آنے لگتی ہے، جب باوجود اس تگ ودو کے پانی نہ ملا تو وہاں سے اتریں۔

صبر اور رضا برضائے مولیٰ ایسی نعمت ہے جو دنیوی اخروی کامرانیوں کا سبب ہے۔ حضرت ہاجرہؓ کی تسلیم اور حکم خداوندی پر رضامندی خداوندِ ذوالجلال کو اتنی پسند آئی کہ قیامت تک حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں پر صفا ومروہ کی سعی کو لازم قرار دیا گیا: إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا (بقرہ:۱۵۸) (صفا مروہ خداوند قدوس کی نشانیاں ہیں

بستی خلیل الرحمٰن سے مکہ معظمہ دو ہزار کلو میٹر دور ہے، اس وقت ایسی
نہیں تھیں جو آجکل نظر آتی ہیں اور نہ اس قسم کی تیز رفتار بسوں اور کاروں کا
اور نہ راستے میں موجودہ بستیاں اور شہر آباد تھے۔ حضرت ابراہیمؑ کے دل میں
قوت تھی، اطاعت وتعمیل حکم کا جذبہ تھا، تسلیم وایثار اور فرمانبرداری تھی جس کی
پہاڑوں کے سینوں کو چیرتے ہوئے وہاں تک پہنچے جہاں خدا کی آخری وحی نازل
یٰٓاِبْرٰهِیْمُ اَلْقِ التِّرْحَالَ هٰهُنَا " ابراہیمؑ کو اس جگہ فروکش ہونے کا حکم ہوا جہاں
کعبۃ اللہ ہے "وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِیْمَ مَكَانَ الْبَیْتِ (الآیہ) اور جب ٹھیک کر
نے ابراہیمؑ کو جگہ اس گھر کی۔ کہتے ہیں کہ ابراہیمؑ نے کچھ پتھر جمع کئے، ایک معمو
مکان بنایا، جس میں ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ سورج کی تپش سے بچ سکے
چھاگل میں تھوڑا سا پانی جو باقی رہ گیا تھا وہ حضرت ہاجرہؓ کے حوالے کر دیا اور جو
بچے تھے وہ بھی دیدیئے جو کچھ وقت تک کام دے سکتے تھے اور اپنے پیارے لخت
الوداعی بوسہ دیتے ہوئے حضرت ہاجرہؓ سے رخصت ہوئے۔ کروڑوں درود
ہوں ان پر۔

اللہ اللہ اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے احساسات، حضرت
کے رنج وغم اور قلق واضطراب کا کیا عالم ہوگا! ہاجرہؓ تو مطمئن تھیں کہ ان کا شوہر ان
ساتھ ہے، عورت کا سہارا عالم اسباب میں شوہر ہی تو ہے، مگر اب شوہر ان کو
چٹیل بے آب وگیاہ میدان اور سنسان صحرا میں چھوڑ کر واپس لوٹ رہا تھا،
انسانی آبادی تو کیا پرند وچرند کا نام ونشان تک بھی نہ تھا۔ پہاڑوں اور ریتلی زمین
ناپیدا کنار سلسلوں میں جب سینکڑوں میل تک پانی نہ ہو جاندار کیسے زندہ رہ سکتے

ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنا رخ شمال کی طرف کیا اور بلاد شام کو جانے والے راستہ پر روانہ ہوئے تو ہاجرہؓ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ مجھے اس معصوم بچے کے ساتھ اس ہولناک صحرا میں تنہا چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں؟ کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں، کیا مجھ سے آداب شوہری بجالانے میں کسی قسم کی کوتاہی سرزد ہوئی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ نے کوئی جواب نہ دیا اور اپنی رفتار کو تیز کر دیا۔ حضرت ہاجرہؓ نے اونچی آواز سے پوچھا، بالآخر اتنا تو فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے یا آپ اپنی مرضی سے ہم کو یہاں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور منشاء ایزدی کے تحت یہ کام ہو رہا ہے۔ حضرت ہاجرہؓ نے جواب دیا: اِذاً لَا یُضِیعُنَا اللّٰہُ اَبَداً اب تو مجھے اطمینان ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے محافظ و نگہبان ہیں وہ ہمیں یہاں کبھی ضائع نہیں فرمائیں گے۔ کہتے ہیں جب حضرت ابراہیمؑ پہاڑی پر چڑھ کر شام کی طرف اتر رہے تھے تو پہاڑی کی چوٹی پر ٹھہر کر شفقت پدری کے جذبہ سے اپنے لخت جگر اور اپنی بیوی پر آخری نگاہ ڈالی، یہاں سے وہ ابراہیم علیہ السلام کو دکھائی دیتے تھے۔ ایسے سنگلاخ بے آب و گیاہ بیابان میں ایک مسافر عورت اور ایک معصوم بچہ کیسے زندگی بسر کریں گے۔ پانی اور کھجور کا معمولی توشہ کب تک کام دے گا، درندوں اور موذی جانوروں کا اگر اس جگہ سے گزر ہو تو بچاؤ کی صورت کیا ہو گی کیا میں دوبارہ اپنی بیوی اور بچے کو زندہ حالت میں دیکھ سکوں گا؟ یہ تمام ایسے کربناک تصورات ہیں جو ایک حساس انسان کو بمقتضائے فطرت سامنے آتے ہیں اور سب سے زیادہ احساس اس بات کا کہ جب خلیل الرحمٰن یہاں سے روانہ ہوئے تو بیوی اور بچہ ساتھ، اب جب واپس جا رہے ہیں تو نہ بیوی ساتھ

حاجی اور عمرہ کرنے والے پر ان میں سعی کرنی لازم ہے) اسی آیت سے قبل ارشاد ہے:

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ۝ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِیْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ (بقرہ: ۱۵۵،۱۵۶) اور خوش خبری دے ان صبر کرنے والوں کو جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

صبر کرنے والوں کا اجر وثواب ذکر کرنے کے بعد صبر کے مواقع کا ایک نمونہ بیان کیا کہ حضرت ہاجرہؓ نے وطن سے ہجرت، راستہ کی تکالیف اور تنہائی کی حالت میں رہنے پر جو صبر کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی دوڑ کو قبول فرما کر قیامت تک کے لیے اسے مسلمانوں پر لازم کر دیا، تا کہ حضرت ہاجرہؓ کی سعی کی یاد تازہ رہے۔

آہ! سورج کی شعاعوں سے تپتی ہوئی زمین پر دوڑ لگانا حضرت ہاجرہؓ کے لیے یقیناً تکلیف دہ ہوگا وہ تُقَدِّمُ رجلاً وتُؤخِّر اخریٰ کے عالم میں اتریں۔ دل میں کبھی بچے کی موت کا وسواس آتا، کبھی یہ خیال پیدا ہو جاتا کہ قریب الموت ہوگا اور اگر کچھ وقت کے لیے زندہ بھی رہ جائے تو پیاس پانی کے سوا تو بجھے گی نہیں، پانی کہاں سے تلاش کروں، دل کو تسلی دیتے ہوئے جب بچہ کے نزدیک آئیں تو کیا دیکھتی ہے کہ ایک پانی کا چشمہ ہے جس کا پانی فوارے کی طرح چل رہا ہے اور بچہ اس پانی میں کھیل رہا ہے اور خوشحالی میں ہے۔ حضرت ہاجرہؓ کی خوشی اور مسرت کا تصور کر لیجیے کہ اس مایوسی اور بے بسی کے عالم میں پانی کا چشمہ مل جانا ان کے لیے کتنی فرحت بخش نعمت ہوگی اور ان کا دل نعمت خداوندی کے احساس سے کتنا لبریز ہوا ہوگا۔ ہاجرہؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ زبان سے کئی دفعہ ادا کیا مگر تسلی نہ ہوئی پھر سوچا کہ اس عظیم نعمت کے صلہ میں عظیم شکریہ ادا کرتی ہوں وہ بے اختیار سجدہ میں گر پڑیں، ان کی مبارک پیشانی

نیچے ایک پتھر سے ٹکرا گئی اور خون کا فوارہ پھوٹ نکلا، طویل سجدہ کے بعد جب سجدہ سے سر اٹھایا تو کیا دیکھا کہ پتھر خون سے تر ہو گیا ہے اور ماتھے سے خون بہہ رہا ہے، فرمایا: یاسلام یا اللہ کم قاسیت و کم عافیت یا ابراهیم واللہ لأریٰ هذا الحجر لابراهیم لیری ما عافیت وقاسیت (ہائے رے تعجب یا اللہ میں نے کتنی مشقت اٹھائی اور کتنی بار محنت برداشت کی۔ میں اس پتھر کو محفوظ رکھ کر ابراہیمؑ کو دکھاؤں گی اگر وہ یہاں دوبارہ تشریف لے آئے)

پرندوں کو جب وہ پانی کا چشمہ نظر آنے لگا تو پانی پینے کے لیے وہاں جمع ہوئے، وحشی جانوروں کو بھی پرندوں کے اترنے سے اندازہ ہو گیا کہ یہاں کھانے پینے کی کوئی چیز ہے جس کے لیے یہ پرندے جمع ہو رہے ہیں۔ ایک دفعہ حضرت ہاجرہؑ اپنے بچے کو باہر چھوڑ کر پتھروں کے بنے ہوئے اس چھوٹے کمرہ میں چلی گئی، تھوڑی دیر بعد جب کمرہ سے واپس آئیں تو دیکھا کہ ایک شیر بچے کے قریب بیٹھا ہے، یہ بھیانک منظر دیکھ کر وہ گھبرا گئیں کہ طرفۃ العین میں یہ درندہ جانور اس بچے کو کھا جائے گا، مگر وہ دروازے میں کھڑی ہو کر کیا دیکھتی ہے کہ شیر اسماعیلؑ کے پاؤں چوم رہا ہے، اور کبھی ان کے ہاتھوں کو اپنی آنکھوں پر رکھتا ہے، حضرت ہاجرہؑ یہ دیکھ کر مطمئن ہو گئیں۔

رفتہ رفتہ وہ شیروں کے ساتھ عادی ہو گئے اور اسماعیل علیہ السلام شیروں کی آغوش میں پھلے پھولے، اے الہ العالمین! یہ درندے اور حیوان لایعقل آپ کے پیارے اسماعیلؑ اور ان کی والدہ کو احترام کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، اس لیے آپ کی قدرت تامہ اور حکمت بالغہ نے یہاں ہمیشہ کے لیے جانوروں کا شکار حرام کر دیا۔

چند دن بعد بنی جرہم کا ایک قبیلہ راستے سے گزر رہا تھا، پانی کی فراوانی دیکھ

کر حضرت ہاجرہؑ سے اجازت مانگی کہ ہم یہاں فروکش ہو رہے ہیں، انہوں نے بطیب
خاطر ان کو اجازت دے دی، اور ایک بستی آباد ہونے لگی۔
یہ ٹھیک معلوم نہیں کہ حضرت ابراہیمؑ مکہ سے واپس ہو کر دس سال رہے یا بارہ
سال۔ بہر حال ایک دن حضرت سارہؑ نے ابراہیمؑ کو کہا کہ آپ اپنی بیوی اور بچے کی خبر
تک نہیں لیتے، معلوم نہیں اب تک وہ اس صفحہ ہستی میں موجود ہوں گے بھی یا
نہیں۔ ابراہیمؑ نے فرمایا کہ میں حکمِ ربانی کا منتظر ہوں ایک دن بارگاہِ الٰہی سے حکم ہوا
کہ جہاں آپ نے اہل بیت کو چھوڑا ہے وہاں چلے جائیں، ابراہیمؑ روانہ ہوئے،
جب مکہ کی گھاٹیوں کو طے کیا اور جبل شامی پر چڑھ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ کافی خیمے ہیں
اور بہت سے انسان نظر آتے ہیں، سوچنے لگے جب میں یہاں آیا تھا تو یہ ایک سنسان
بیابان تھا اب تو یہاں انسانی آبادی نظر آ رہی ہے کیا میں راستہ بھول گیا ہوں، یا
میرے بعد یہاں کچھ لوگ آباد ہو گئے ہیں۔ ابراہیمؑ قریب آئے تو کسی سے پوچھا،
شوانتو (سریانی زبان میں) تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا احنا عرب من جرھم، ہم بنی
جرھم عرب ہیں ہمارے وطن کا تالاب ٹوٹ گیا ہے ہمارے قبیلہ کے بعض آدمی عراق
چلے گئے اور کچھ شام، ہم حجاز کو آئے تو یہاں پانی دیکھ کر سکونت پذیر ہو گئے۔ ابراہیمؑ
نے دوبارہ پوچھا کہ یہاں ہاجرہؑ نام کی عورت اور اسماعیلؑ نام کا لڑکا موجود ہے، جرھمی
نے جواب دیا کہ اسماعیلؑ کو تو ہمارے قبیلہ نے اپنا سردار منتخب کر لیا ہے اور اس کی والدہ
ہاجرہؑ تو ہماری روحانی والدہ ہے، ابراہیمؑ نے پوچھا ان کا گھر کہاں ہے اس نے جواب
دیا کہ ان کا گھر تو یہاں تمام گھروں میں نمایاں ہے وہ سفید گھر ان کا ہے، ابراہیمؑ
سواری سے اتر کر اس گھر کی طرف آئے اور دروازے پر دستک دی، حضرت ہاجرہؑ نے
دروازہ کھولا، اپنے واجب الاحترام شوہر کو پہچان کر دست بوسی کی اور از حد مسرت آمیز

لہجے میں اھلاً وسھلاً کے کلمات کہے، ابراہیمؑ نے پوچھا کہ اسماعیل کہاں ہیں؟ بیوی نے بتایا کہ وہ شکار کے لیے گئے ہیں، ابھی آجائیں گے، اتنے میں اسماعیل آئے وہ ایک معمر آدمی کو دیکھ کر سمجھے کہ یہ مہمان ہے۔ مہمان سے علیک سلیک سے پہلے اپنی والدہ سے پوچھا : من ضیفنا اُمّاہ کہ یہ کہاں کا رہنے والا مہمان ہے۔ آپ نے مہمان کے لیے کھانا تیار کیا ہے یا نہیں میں نے یہ ہرنی اور خرگوش شکار کیا ہے۔ یہ مہمان کے لیے پکالیں والدہ نے کہا کہ اس مہمان کو پہچان لو کہ یہ کون ہے؟ اسماعیل نے کافی غور سے دیکھا مگر پہچان نہ سکے، کمسن بچہ کیسے اپنے باپ کو پہچان سکتا ہے جب اس کا باپ دس بارہ سال کے بعد آئے اور بچہ جوان ہو چکا ہو۔ ابراہیمؑ نے محبت آمیز لہجہ میں فرمایا: أنا أبوك أبراهیمؑ میں آپ کا والد ابراہیم ہوں۔ اللہ، اللہ! باپ نے بیٹے کو گلے سے لگایا، زاروقطار روئے، ابراہیمؑ جب اسماعیلؑ کو اپنی والدہ کی آغوش میں چھوڑ گئے تھے تو اس وقت وہ کیسے یقین کر سکتے تھے کہ میں ایک دن ان کو دوبارہ زندہ دیکھ سکوں گا مگر اب تو وہ ایک قبیلہ کا سردار بن گئے تھے۔ وللہ الحمد والمنہ۔

تینوں مسرور تھے اور آپس میں گزرے ہوئے واقعات دہرا رہے تھے حضرت ہاجرہؓ نے اپنے خاوند حضرت ابراہیمؑ کو اپنی سرگزشت تفصیل سے بیان کرنا شروع کی اور جب پتھر سے پیشانی میں چوٹ آنے کا بتایا اور فرمایا کہ وہ پتھر میں نے سنبھال رکھا ہے، ابراہیمؑ نے کہا لاؤ وہ کہاں ہے؟ اسماعیلؑ وہ پتھر اٹھا لائے، ابراہیمؑ نے اس پتھر کو سرخ دیکھ کر اس پر اپنی آنکھیں رکھیں اور ایک طویل روحانی مراقبہ میں محو ہو گئے کافی دیر کے بعد سر مبارک اٹھا کر فرمانے لگے کہ مجھے عالم روحانی میں اس پتھر سے چاروں طرف نورانی شعلے بھڑکتے ہوئے نظر آئے اور جہاں جہاں تک اس خون آلود پتھر کی روشنی پہنچی ان جگہوں کو میقات الحج مقرر کر دیا گیا۔ مدینہ

منورہ کی طرف یہ نورانی شعلے دیگر اطراف کی بہ نسبت زیادہ پھیلے اس لیے مدینہ منورہ کا میقات أبعد المواقیت ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مدینہ منورہ بیت المقدس کے رخ میں ہے اور بیت المقدس انوار ربانی کا مرکز رہا ہے اور اب بھی یہاں انوار وتجلیات کا نزول ہوتا ہے اور یہ قاعدہ ہے اَلشِّبْہُ ینجذب الشِّبْہَ۔ ایک قبلہ نے دوسرے قبلہ کی شعاعوں کو اپنی طرف کھینچا اور یہ بات بھی تھی کہ مدینۃ الرسول ﷺ رحمۃ للعالمین دعوت ابراہیمی حبیب مدنی ﷺ کا نشیمن بننے والا تھا اس لیے ان کی اولین نورانیت نے نورانیت کو کھینچا۔

پھر حضرت ہاجرہؓ نے فرمایا کہ ایک دن شیر آکر اسماعیلؑ کے پاس بیٹھا، میں نے دیکھا تو ڈر گئی مگر وہ شیر اس کو چومتا اور پیار کرتا تھا، ابراہیمؑ نے فرمایا کہ قیامت تک یہ زمین حرم ہے یہاں کوئی بھی کسی جانور کو شکار نہیں کریگا، ابراہیمؑ نے کہا کہ اس پتھر کو محفوظ رکھ دو، ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہؓ نے ایک دوسرے کے حالات سن لئے اور ابراہیمؑ آرام فرمانے کے بعد اٹھے تو جبرائیلؑ حاضر ہوئے اور فرمان خداوندی سنایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے خلوص، محبت اور آپ کی زوجہ کی تسلیم وصبر اور اسماعیلؑ کی معصومیت سے راضی ہو کر تمہارا نام زندہ رکھنے کے لیے یہاں ایک گھر کو دوبارہ تعمیر کرنے کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ باپ بیٹے دونوں نے تعمیل حکم کی اور کعبۃ اللہ کی بنیاد رکھنے لگے۔ وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰھٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ O (بقرہ: ۱۲۷) (اور یاد کر جب ابراہیمؑ واسماعیلؑ اٹھاتے تھے بنیادیں خانہ کعبہ کی اور دُعا کرتے تھے اے پروردگار ہمارے، قبول کر یہ عمل، بے شک تُو ہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔ (ماہنامہ الحق مارچ ۱۹۶۷)

اسلام کا نظامِ عدل واخوت
اوردرسِ مساوات

رب العالمین اس نئے سال ۱۳۸۹ھ ہجری کے لیل ونہار، لمحات وساعات کو ملک وملت کی دینی، دنیوی ترقی واستحکام کی ضیا پاشیوں سے معمور ومنور فرماوے، چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد یحییٰ خان نے عوام کی جان ومال کی حفاظت اورآئینی حکومت کے قیام کے پیش نظر مارشل لاء کو نافذ کردیا ہے، ملک میں سینکڑوں ہنگامے، قتل وغارت، تشتت وانتشار کی ناگفتہ بہ کیفیت (جو چند مہینوں سے سایہ فگن ہے) نے مارشل لاء کو دعوت دی، تاکہ پاکستان کے دونوں بازوؤں میں امن وسلامتی اتحادویک جہتی قائم کی جاسکے۔

کاش! قوم کے ممتاز زعماء مشہور عمائدین اپنی عظیم ترین قربانیاں اسلامی آئین کی ترویج کے لیے وقف فرماتے، اور پاکستان کے کروڑوں مسلمان متفقہ طور پر شریعت محمدیؐ کے نفاذ کے لیے جملہ مساعی مبذول کرتے تو ملک میں بے یقینی، بے چینی اورافراتفری کا یہ بازار گرم نہ ہوتا، اور نہ مارشل لاء کی ضرورت محسوس ہوتی۔ ہر چہ برما است از ما است۔ فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ۔

(المائدہ: ۱۴)

اور جس بات کی انہیں نصیحت کی گئی تھی، اس کا ایک بڑا حصہ بھلا چکے ہیں ہم نے انہیں عداوت اور بغض میں غرق کر دیا۔

یہ عظیم مملکت جو صرف لا إله إلا الله محمد رسول الله کے نام پر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی ہے اور جس کے لیے چار کروڑ مسلمانوں کو درندہ صفت، خونخوار متعصب ہندوؤں کے نرغے میں بے دست و پا چھوڑ دیا گیا، لاکھوں فرزندانِ توحید کے خون سے افق ہند اب تک سرخ نظر آرہا ہے۔ لاکھوں عصمتوں کو لوٹا گیا، اتنی قربانیوں، طویل و مسلسل جدوجہد سے حاصل شدہ ملک صرف اسلام ہی کے لیے قائم کیا گیا تھا، اور اسلام ہی کی بدولت زندہ و تابندہ رہ سکتا ہے، اس ملک میں بسنے والے ہزاروں گروہوں و نسل میں تقسیم ہیں۔ ان میں نہ تو قومیت کا رشتہ ہے، نہ زبان کی وحدت، جغرافیائی لحاظ سے بھی اس ملک کے دونوں حصوں میں کافر دشمن کے ملک کی ہزار میل سے زیادہ مسافت حد فاصل ہے، یہ تمام طبقاتی اختلافات و گروہ بندیاں اسلام ہی کے قوی رشتہ میں منسلک ہونے سے ختم ہوسکتی ہیں۔ اسلام کے عالمگیر مساوات، جمہوریت کے سایہ میں سرمایہ دار اور غریب کے باہمی کشت و خون، امت مسلمہ کو آپس میں دست و گریبان، طلبہ و مزدور اور ہر طبقہ سے وابستہ اشخاص کا اپنے حقوق طلبی کی راہ میں احتجاجی جلسے و جلوس اور ہڑتال وغیرہ تک نوبت ہی نہ پہنچتی۔

اسلام نے رواداری، امن و سلامتی، خوشحال زندگی، باہمی ارتباط و اتحاد کا جو مکمل نقشہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ یقیناً دنیا کے کسی اور مذہب میں ملنا محال ہے۔ مذہب اسلام نے اپنے درخشندہ و تابندہ اصول صداقت کی مستحکم بنیادوں پر نہ صرف انسانی حقوق دنیا کے ظلمت کدہ میں اجاگر کیئے ہیں بلکہ اس کے ٹھوس قوانین

نے تمام مخلوق خدا کے حقوق کا تحفظ اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ یہ مذہب سراپا رحمت وشفقت ہے، اسلام کا وسیع آئین زندگی کے تمام شعبوں پر حاوی ہے، رحمت کائنات محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ اور اسکے جانثار صحابہؓ و تابعین نے اسلامی مساوات کا جو عملی نمونہ دنیا والوں کے سامنے پیش کیا ہے وہ کارل مارکس، لینن، نپولین اور سٹالن وغیرہ کے بہیمانہ و خام نظریے کب پیش کر سکتے ہیں؟ اسی اسلامی مساوات کے منشور و منہج کے مطابق پاکستان کے حکام اور عوام گامزن ہوتے تو آج پاکستان کرۂ ارضی پر ایک مثالی اور عظیم اسلامی حکومت ہوتا۔ افسوس کہ آج مغربی تہذیب سے متاثر و مرعوب مسلمان طبقہ اسلامی مساوات سے بے خبر ہے، بعض بے چارے تو جنونِ مایوسی میں بے اختیار چیخ اٹھتے ہیں کہ اسلام میں روٹی، کپڑے مکان، بھوک، اور افلاس کا علاج موجود نہیں۔ دراصل اس قسم کے لوگ اسلام کے بین الملی اور بین العلاقائی تمام سیاسی، معاشی، معاشرتی ضوابط سے ناواقف ہیں، اسلامی اصول سے بے خبر رہنے کے موذی مرض نے انکے دل و دماغ کو اس قدر ماؤف و مفلوج کر دیا ہے کہ آج وہ مذہبی اقدار وشعائر کے اپنانے سے دستکش ہو گئے ہیں۔ اور غیر مسلم اقوام کے نقش قدم پر چلنے میں اپنی کامیابی کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ "فالی اللہ المشتکی"۔

اسلام نے مرد و عورت، آقا و غلام، خادم مخدوم، سرمایہ دار و غریب محتاج و غنی کے جملہ حقوق کی حفاظت فرمائی ہے، اس وقت ہم صرف غریب و مزدور کے تحفظ و حقوق کا اجمالاً ذکر کرتے ہیں، ان مقدس کلمات پر غور کیجئے جو نبی رحمت کی زبان معصوم سے نکلے ہیں۔ اِخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت أیدیکم فمن کان له أخو تحت یدہ فلیطعمه مما یأکل ولیلبسه مما یلبس۔ الخ۔

دراصل تمہارے بھائی تمہارے یہ خادم ہیں جن کو اللہ نے آپ کے زیر دست بنادیا ہے پس جس کے تصرف میں خادم ہو، اسکو وہی کھانا کھلائے جو خود کھاتا ہو اوران کو اسی قسم کا کپڑا پہنائے جوخود پہنتا ہو۔ آنحضرت ﷺ نے اخوانکم کا کلمہ اس لیے مقدم فرمایا کہ آقا کو خادم کی اخوت وبرادری کا پورا احساس ہوجائے۔

ما آمن بی من بات شبعان وجاره جائع إلی جانبه وهو یعلم۔

(وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا جو پیٹ بھر کر سوجائے اوراسے اپنے پڑوسی کی بھوک کا علم ہو۔)

ایک دن آنحضرت ﷺ کے پاس ایک محتاج کپڑا مانگنے کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے سائل سے دریافت کیا، کیا آپ کا پڑوسی نہیں؟ سائل نے کہا: حضور! میرے کئی پڑوسی ہیں، آپ نے فرمایا: فلایجمع الله بینك وبینه فی الجنة۔ پس اللہ ایسے پڑوسیوں کو جنت میں آپ کے ساتھ جمع نہیں ہونے دے گا۔

حدیث قدسی ہے:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ: يَا ابْنَ آدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِيْ فَيَقُوْلُ ابْنُ آدَمَ: يَارَبِّ كَيْفَ أَعُوْدُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ أَمَا إِنَّكَ لَوْعُدْتَّهُ لَوَجَدْتَنِيْ عِنْدَهُ يَاابْنَ آدَمَ اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِيْ فَيَقُوْلُ: رَبِّ كَيْفَ أُطْعِمُكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَيَقُوْلُ اللّٰهُ: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ عَبْدِيْ فُلَانًا اِسْتَطْعَمَكَ فَلَمْ تُطْعِمْهُ أَمَا إِنَّكَ لَوْ أَطْعَمْتَهُ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ يَا ابْنَ آدَمَ اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ فَيَقُوْلُ يَا رَبِّ: كَيْفَ أَسْقِيْكَ وَأَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ فَيَقُوْلُ: اِسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ

فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهٖ أَمَا إِنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهٗ لَوَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ۔

(مسلم باب فضل عیادۃ المریض)

اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بنی آدم سے پوچھے گا میں بیمار ہوا تھا تو آپ نے میری عیادت نہ کی پس بندہ عرض کرے گا اے میرے رب تیری عیادت کیسے کرتا جبکہ تو رب العالمین ہے پس اللہ فرمائے گا تجھے معلوم نہیں، میرا فلان بندہ بیمار ہوا تھا، آپ نے اس کی عیادت نہیں کی تھی اگر آپ اس کی عیادت کرتے تو ضرور وہاں مجھے پاتے (یعنی میں اس عیادت کا اجر و ثواب دیتا) اے فلان! میں نے آپ سے کھانا مانگا تھا پس آپ نے مجھے کھانا نہیں کھلایا بندہ عرض کرے گا، اے رب! میں کیسے آپ کو کھانا کھلاتا جب کہ آپ رب العالمین ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ کو معلوم نہیں کہ میرے فلان بندہ نے آپ سے کھانا طلب کیا تھا تو آپ نے اسکو کھانا نہیں کھلایا اگر آپ اس کو کھلاتے تو مجھے ضرور وہاں پاتے۔ اے فلان! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا، آپ نے مجھے پانی نہیں دیا، بندہ عرض کرے گا اے مولیٰ! میں تجھے کیسے پلاتا جبکہ تو رب العالمین ہے، اللہ فرمائے گا فلان شخص نے آپ سے پانی طلب کیا تھا آپ نے اس کو پانی سے محروم رکھا اگر اسکو پانی پلاتے تو مجھے وہاں ضرور پاتے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ (الایہ) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یقیناً زکوۃ اور صدقات واجبہ فقراء اور مساکین وغیرہ کے لیے ہیں، زکوۃ مالی نظام کا ایک شعبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اصحاب نصاب پر فرض کیا ہے، جو ان سے لیکر ناداروں میں بانٹا جائے۔ اسلام اگر چہ کسی فقیر کو غنی کا دست نگر بننے کا خوگر نہیں بناتا، سوال و گدا گری کی بری عادت نہیں سکھاتا بلکہ أطيب ما أكلتم من كسبكم (اپنی کمائی سے کھانا

تمام کھانوں سے زیادہ طیب ولذیذ ہے) سے حلال کمائی کی ترغیب دیتا ہے۔ اسی طرح یہ روایت: ما أكل أحد طعاماً قط خيراً من أن يأكل من عمل يده وأن نبي الله داؤد فكان يأكل من عمل يده۔ (وہ کھانا سب سے اچھا ہے جو آدمی ہاتھ کی کمائی سے کما کر کھائے اور حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی کمائی کا کھانا کھاتے تھے۔) کسب حلال کی ترغیب دیتی ہے، مگر جبکہ انسانی آبادی میں مالداری اور فقیری لازم وملزوم ہیں تا کہ ایک دوسرے کے کام آسکیں۔ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۝ (الزخرف:۳۲) وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ۔ (النحل:۷۱) (دنیوی زندگی میں ان کی روزی کے ذرائع بھی ہم نے ہی ان کے درمیان تقسیم کر دیے اور اللہ نے ہی ان میں سے ایک کو دوسرے پر رزق میں فوقیت دی ہے) اس لیے متمول افراد کے سرمایہ میں چالیسواں حصہ مساکین کے لیے مقرر فرمایا اور زکوۃ کے علاوہ دیگر صدقات بھی لازم کئے۔ ان في المال حقاً سوى الزكوة تا کہ سرمایہ دار اور مفلس میں باہمی ربط واتحاد قائم ہو۔ غریب کو محل عبادت بنا کر امیر غریب کو تلاش کرتا رہے، جس طرح نماز پڑھنے کے لیے ہم مسجد جایا کرتے ہیں، اسی طرح زکوۃ وصدقات کی ادائیگی کے لیے فقیر کے پاس جانا ہوگا، اسلام ایسے سرمایہ داروں کی مذمت کرتا ہے جو بے کسوں محتاجوں کے کام نہیں آتے۔

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ الخ (توبہ:۳۴) جو لوگ سونا چاندی کا ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کو عذاب الیم کی بشارت دیدیں۔ الَّذِي جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ۔ (الھمزہ:۲) ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو مال ودولت کو جمع کر کے دن رات اسے گنتا رہے اور اس کا عقیدہ ہو کہ مال وزر

حیات جاودانی بخشے گا۔ اسلام ایسی سرمایہ داری کی اجازت نہیں دیتا جس میں دولت کے پجاری ظلم وستم، رشوت، مزدوروں کی حق تلفی اور محتاجوں کے خون چوسنے میں عرفی کے اس شعر کے مصداق ہوں ....

خرس باش وخوک باش ویاسگ مردار باش
ہرچہ باشی باش عرفی اندکے زردار باش

کَیۡ لَا یَکُوۡنَ دُوۡلَۃًۢ بَیۡنَ الۡاَغۡنِیَآءِ مِنۡکُمۡ (الحشر:۷) (تا کہ دولت صرف تمہارے امراء کے درمیان ہی نہ گردش کرتی رہے) کی آیت کریمہ سے اس قسم کی سرمایہ داری کی مذمت واضح ظاہر ہے۔

قرآن وحدیث کو ذرا کھول کر دیکھو تو سہی، تمہیں روز روشن کی طرح واضح ہوجائیگا کہ اسلامی اصول ہوں یا مبادی، قوانین ہوں یا احکام سب میں مساوات ہی مساوات ہے۔ قرآن نے تمام انسانوں کو اَلَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَۃٍ (النساء:۱) اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایک نفس سے پیدا فرمایا) ایک ہی بشر کی اولاد ٹھہرایا۔ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ، (الحجرات:۱۰) مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

المسلم أخو المسلم لایخونه ولا یکذبه ولایخذله کل المسلم علی المسلم حرام عرضه وماله ودمه الخ۔

مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے نہ تو اس کے ساتھ خیانت کرے گا، نہ اسے جھٹلائے گا اور نہ رسوا کرے گا ایک مسلمان کلی طور پر دوسرے پر حرام ہے۔ یعنی ایک مسلمان کی عزت، مال ودولت، خون وغیرہ دوسرے مسلمانوں پر حرام ہیں پس وہ نہ کسی کو مارے گا نہ کسی کی آبروریزی کریگا۔

مسلمان فقیر ہو یا امیر کروڑ پتی ہو یا دانے دانے کا محتاج، سب کے سینوں میں توحید اسلام کی وحدت موجزن ہے۔ دینی احکام ہوں یا تعزیرات سب میں مساوات کا قانون نمایاں ہے۔ مثلاً نماز کو لیجئے یہ تمام اولاد آدم کو ایک ہی صف میں کھڑے کرنے کی حامی ہے، ایک ہی ہیئت کے ساتھ کھڑے ہونے کی دعوت دیتی ہے، مسجد میں جا کر نہ کسی امیر و بادشاہ کے لیے کوئی خاص ممتاز محل مقرر ہے اور نہ کسی فقیر و گدا کو صفِ اول میں قیام کی ممانعت ہے، روزے میں سب یکسان، زکوۃ، ادنیٰ متمول اور اعلیٰ درجہ غنی پر یکسان فرض ہے، ہر ایک کے مال سے چالیسواں حصہ لیا جائیگا، حج میں سب کے لیے ایک وضع قطع کا لباس، ایک ہی صدائے لبیک، ایک ہی کعبہ کا طواف، قوانین تعزیرات زنا، چوری، لوٹ کھسوٹ، رشوت، قتل، شراب نوشی وغیرہ کی سزائیں امیر و غریب سب کے لئے یکسان ہیں کیا سرکار دو عالم ﷺ نے بنی مخزوم کی اس عورت کو اسامہ بن زیدؓ کی سفارش پر چھوڑ دیا تھا جس کو چوری کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا تھا؟ آنحضرت ﷺ نے تو غصہ ہو کر فرمایا: تم حدود اللہ میں سفارش کی جرأت کر رہے ہو۔

اسلام نے خلیفہ و حاکم کو اپنے ماتحت رعایا کے ساتھ جس حسنِ سلوک و مشفقانہ برتاؤ کے احکامات جاری کئے ہیں وہ دنیا کے کسی لاء میں موجود نہیں۔ ان ہدایات کی روشنی میں صحابہ کرامؓ تابعین عظام اور ہر طبقہ کے سلاطین و مجاہدین نے مراکش سے لیکر چین تک بسنے والے انسانون کو مساوات کی حیات سے نوازا۔ اور اپنی مصلحانہ و عادلانہ روش سے انسانیت کے بکھرے ہوئے کروڑوں نفوس کو رشتہ اسلام میں پرو دیا۔ عرب و عجم، ترکی، رومی، عراقی و ایرانی، یمنی و حجازی، پاکستانی و افغانی

کالے وسفید کو صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ (البقرۃ:۱۳۸) کے رنگ میں یک جسم و جان کر دیا۔ خلفائے راشدین کی منصفانہ خلافت آنحضرت ﷺ کی سیرت طیبہ کا عکس ہے، حضور اکرم ﷺ مجسمہ رحمت تھے، فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ (آل عمران:۱۵۹) (پس خدا کی خصوصی رحمت کی بدولت آپ نرم خو ہیں اور اگر آپ ترشرو اور سنگدل ہوتے تو ساتھی آپ کی صحبت سے کنارہ کش ہو جاتے۔

حضور ﷺ کے صحابہ بھی امت کے لیے رحمت بنے۔ حضرت ابوبکر خلیفہ منتخب ہونے کے بعد ان یتیم بچیوں کے گھر جا کر ان کی بکریاں دوہتے رہتے جن کے باپ غزوات میں شہید ہو گئے تھے، ایک دن صدیق اکبرؓ کی بیوی نے حلوا پکانے کا شوق ظاہر کیا تو فرمایا کہ مسلمانوں کا بیت المال خلیفہ کے عیش وعشرت کے لیے نہیں۔ خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ رات کو مدینہ کی گلیوں میں گشت لگایا کرتے تھے تاکہ اہل مدینہ کی ضروریات سے آگاہی حاصل کر کے ان کی حوائج پوری کریں۔ ایک دفعہ بازار میں ایک کمزور یہودی کو دیکھا جو دوکانداروں سے بھیک مانگ رہا تھا، فرمایا بڑے میاں کیا کر رہے ہو بوڑھے نے دیکھ کر کہا اپنا پیٹ بھرنے اور جزیہ ادا کرنے کے لیے دست سوال کیا ہے آپ نے بوڑھے کا ہاتھ پکڑا، اپنے گھر لے جا کر اسے کھانا کھلایا، پھر بیت المال کے خزانچی کے پاس لے جا کر حکم دیا کہ آئندہ اس بوڑھے اور اس قسم کے تمام ضعفاء سے جزیہ نہ لیں اور بیت المال سے اس قسم کے محتاجوں کو اتنا وظیفہ دیا کریں جو ان کے اہل وعیال کے بسر اوقات کے لیے کافی ہو۔

ایک دفعہ حضرت عمرؓ کی نگاہ ایک نحیف معصوم بچی پر پڑی، فرمایا یہ کس کی بچی

ہے جو نقاہت سے اٹھ نہیں سکتی بیٹے عبداللہ نے عرض کیا: جناب یہ میری بچی ہے
کہا: کیوں کمزور ہے، بیٹے نے کہا کہ آپ نے ہمارے وظیفہ میں اضافہ نہیں کیا، اس
لیے ان بچوں کا یہی عالم ہے، باپ نے کہا خدا کی قسم بیت المال سے جو ایک عام
مسلمان کے لیے وظیفہ مقرر ہے وہ خلیفہ اور خلیفہ کے اقارب کے لیے بھی مقرر ہے
میں اس میں اپنی طرف سے ایک کوڑی کا اضافہ نہیں کرسکتا، چاہے آپ کیلئے کافی ہو یا
نہ ہو، قانون خداوندی کا یہ فیصلہ میرے اور تیرے درمیان ایک جیسا ہے۔

۱۸ھ میں جب قحط پڑا تو حضرت عمرؓ زیتون کا تیل استعمال کرنے لگے پیٹ
میں جب زیتون کے مسلسل استعمال سے درد کی شکایت محسوس ہونے لگی تو آپ نے
پیٹ کو مخاطب کر کے فرمایا: ”ملک میں جب تک قحط رہے گا آپ کو زیتون ہی لے
گا“ اسی قحط کے دوران جب اپنے بیٹے کو خربوزہ کھاتے ہوئے دیکھا تو سخت رنجیدہ ہو کر
فرمانے لگے ہمارے بھائی بھوک سے مر رہے ہیں اور تم خربوزہ کھا رہے ہو۔ حضرت
عمر فاروقؓ جب انتہائی نحیف ہوئے تو بعض صحابہؓ نے مرغن خوراک کھانے کا مشو
دیا، فرمایا: میں اپنے اسلاف (حضرت محمد ﷺ ابوبکرؓ) کی سنت کیسے چھوڑ دوں۔

عن ابن عمرؓ قال: أهدى لرجل من أصحاب رسول اللہ ﷺ رأس
شاة فقال: فلان أحوج مني إليه فبعث به إليه فبعث ذلك الإنسان إلى آخر فلم
يزل يبعث به واحد إلى آخر حتى رجع إلى الاول بعد أن تداولة سبعة
عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک صحابیؓ کو بکری کا سر بطور ہدیہ بھیجا گیا اس نے وہ
دوسرے صحابیؓ کو بھیجا جو کہ اس سے زیادہ مستحق تھا، اس دوسرے نے تیسرے کو
یہاں تک کہ وہ سات صحابیوں کے پاس پہنچ کر آخر کار اس صحابی کے پاس پہنچا جس

نے پہلی دفعہ اپنے پڑوسی کو ہدیہ کیا تھا۔ سید الطائفہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: لقد عهدت المسلمين وإن الرجل منهم يصبح فيقول: يا أهليه يا أهليه يتيمكم يتيمكم الخ۔ میں نے مسلمانوں کا ایسا زمانہ دیکھا ہے جس میں ہر ایک مسلمان صبح اٹھ کر اپنے گھر والوں سے یتیم و مسکین اور پڑوسی کے بارے میں دریافت کرتا کہ ان حقداروں کے حقوق ادا کر لیئے ہیں یا نہیں۔

ان مختصر قصہائے پارینہ سے ”قیاس کن زگلستان من بہار مرا“ اسلامی مساوات، اخوت، رحمدلی، غربا پروری کے زرین اسباق ہمیں ملتے ہیں اگر اس ملک میں ارباب حکومت اور رعیت دونوں متفقہ طور پر اسلامی نظام کو اپنالیں تو نہ فقیری کیمونزم کو دعوت دے سکتی ہے اور نہ امیری مذموم سرمایہ داری کا سبب بن سکتی ہے۔ فاعتبروا يا أولي الأبصار۔

المحرم ۴ الحرام ۱۳۸۹ھ

(ماہنامہ الحق اپریل ۶۹ء)

☆

مولانا عبدالرزاق سنگینؒ

اکوڑہ خٹک کے ایک درخشندہ، تابندہ قادر الکلام ادیب، مایہ ناز شاعر اور صاحب ادراک ودانش عالم تھے۔ اکوڑہ خٹک کی مردم خیز زرین سرزمین نے ہر دور میں نابغہ روزگار علماء ربانیین، ممتاز محدثین، اجلہ مفسرین، خدارسیدہ اکابر روحانیین، اسلامی وقومی شعراء، سیاسی زعماء اور شہسواران جہاد اور دیگر نامور پیدا کئے ہیں۔ شیخ طریقت اخوند دین بابا جیسے اولیاء اللہ جن کے کس قدر کرامات سے یہ خطہ ... ہے، جو سالکین روحانیین کے سرتاج شیخ رحمکار رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ومربی تھے۔ ... ادب کے عظیم المرتبت شاعر خوشحال خان خٹک اسی خاک کے فرزند ارجمند ... تصوف وسلوک کے علمبردار پیر طریقت سید مہربان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ... زمین کے چشم وچراغ تھے۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید محقق العصر علامہ مولانا محمد نور (المعروف بہ تروی مولانا) رحمۃ اللہ علیہ۔

قاضی نظیف الدین، قاضی امین الحق، حضرت بادشاہ گل صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بڑے بڑے علماء کرام نے اس بستی میں آنکھیں کھولی ہیں، بالخصوص ... المحدثین استاذ العلماء حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ پر اس زمین کو ... فخر ہے جن کا علمی مقام، مثالی زہد وتقویٰ اور جن کے عظیم علمی خدمات کا ثمرہ دار العلوم حقانیہ جیسی عظیم اسلامی یونیورسٹی کی شکل میں موجود ہے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ ہم ...

با برکت بستی کے چیدہ اور نامور شخصیتوں کے سنہری کارناموں سے یکسر ناواقف ہیں۔
مرحوم مولانا عبدالرزاق سنگین راقم الحروف کے دیرینہ مخلص ساتھی تھے، وہ
عمر میں مجھ سے تقریباً سات آٹھ سال بڑے تھے، وہ بچپن ہی سے علوم عربیہ کے
دلدادہ تھے اور دینی علوم سے بے پناہ محبت کی بنا پر انہوں نے علوم عربیہ میں وہ مقام
حاصل کیا تھا جو ایک قابل فاضل سند یافتہ کا ہو، وہ روانی کے ساتھ عربی بول سکتے
تھے۔ فارسی میں تو خصوصی مہارت کے حامل تھے، کیونکہ فارسی ادب کی تمام کتابیں
انہوں نے اپنی مسجد میں حضرت مولانا عبدالرحیم رحمۃ اللہ علیہ المعروف بہ قصابانو حاجی
صاحب سے بار بار پڑھی تھی جو فارسی ادب میں اونچے درجے کے عالم تھے۔ ہمارے
شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب اور حضرت بادشاہ گل صاحب نے بھی فارسی ادب
کی کتابیں مولانا عبدالرحیم صاحب سے پڑھی تھیں۔ بندہ نے بھی نظم کی بعض کتابیں
ان سے پڑھیں۔ ان کی مسجد میں ان سے ملاقاتیں ہوتی تھیں اور فارسی اشعار میں کبھی
کبھی بیت بازی کے مواقع بھی سامنے آجاتے تھے، انہیں ہزاروں اشعار یاد تھے، مسجد
قصاباں میں طلباء کا ہجوم ہوتا تھا، ہر وقت علمی مسائل پر گفتگو ہوتی تھی، جس سے سنگین
صاحب کی علمی استعداد پختہ ہوگئی تھی، ہمارے والد بزرگوار حضرت مولانا سید قدرت
شاہ رحمۃ اللہ علیہ مجلس احرار اسلام کے سرگرم رکن تھے۔ مولانا عبدالرزاق سنگین بھی
مجلس احرار اسلام کے شیدائی تھے والد صاحب کے ساتھ ان کے گہرے روابط
تھے۔ سنگین صاحب نے مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے فتنہ قادیانیت کا ڈٹ کر مقابلہ
کیا ہے وہ اگرچہ مختلف گورنمنٹ سکولوں میں مدرس رہ چکے تھے مگر باوجود سرکاری ملازم
ہونے کے انہوں نے کبھی بھی مداہنت سے کام نہیں لیا۔ بلکہ پوری جرأت و بے باکی
سے ان جلسوں میں پرجوش تقریریں فرمایا کرتے تھے جو قادیانیت کے رد میں منعقد

کئے جاتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک دفعہ نوشہرہ صدر کی جامع مسجد میں حضرت مولانا قاضی عبدالسلام کے زیر صدارت ایک مشاعرہ ہو رہا تھا جس کا مصرع طرح رحمٰن بابا علیہ الرحمۃ کا ایک شعر تھا۔

نبوت پہ محمد باندِ تمام شو　　　نشتہ پس لہ محمد انبیاء

اس پر بندہ نے بھی ایک قصیدہ لکھا اور سنگین صاحب کو سنایا، مرحوم نے میری حد سے زیادہ حوصلہ افزائی فرمائی جب قاضی عبدالسلام مرحوم صاحب کی خدمت میں پیش کیا اور انہوں نے مطالعہ فرمایا تو فرمانے لگے بہت سخت لکھا ہے میں نے عرض کیا اجازت دے دیں میں قید و بند کے لیے تیار ہوں، میں نے علم عروض کی فن تقطیع مرحوم سنگین سے سیکھی۔ ایک دن میں نفحۃ الیمن کے اس شعر کو پڑھ رہا تھا ......

لعب الغرابُ بما کرھت ولا ازالۃ للقدر

تبکی و أنتَ قتَلْتَھَا فاصبرو الاّ فانتحر

(کوے نے آواز دی جو تم نے اچھا نہ سمجھا اور تقدیر کا لکھا ہوا ٹلتا نہیں تو روتا ہے اور تو نے ہی اس کو مار ڈالا ہے، تو صبر کرو ورنہ تو اپنے نفس کو ہلاک کر دے)

سنگین صاحب نے بتایا کہ اس شعر کی بحر کامل میں تقطیع یوں ہے: لعب غُرَا، بِمَا کَرِہْ، تَوَلَا اِزَا، لَتَلِلْ قَدَرْ، تَبْکِیْ وَاَنْ، تَقَتَل تَھَا، فَصْبِرْ وَاِلْ، لَاْفَنْ تَحِرْ: متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن۔

بس اسی ایک شعر کی تقطیع سے میں نے فن تقطیع سمجھ لیا پھر مجھے علم عروض سیکھنے کی رغبت پیدا ہوئی۔ سنگین صاحب حضرت شیخ الحدیث صاحب اور دیگر مدرسین حقانیہ کے دروس میں شریک رہتے تھے۔

محترم سنگین صاحب فن مناظرہ میں حاضر جوابی میں بے نظیر تھے، قوت

حافظہ ان کا بہت قوی تھا، ایک دفعہ نوشہرہ کے ایک مجسٹریٹ نے ان کو طلب کیا کہ آپ نے فلاں جلسہ میں قادیانیوں کے خلاف تقریر کی ہے۔ مجسٹریٹ اونچی آواز سے بول رہا تھا، تو سنگین صاحب نے کہا کہ سی آئی ڈی کی رپورٹ اسی طرح بے بنیاد ہے، جس طرح آپ کو یہ اطلاع دی گئی ہے کہ سنگین صاحب بہرے ہیں، اونچا سنتے ہیں، مجسٹریٹ نے کہا کہ مجھے تو کسی نے آپ کے بہرہ پن کی اطلاع نہیں دی تو سنگین صاحب نے کہا پھر کیوں آپ اتنی تکلیف فرماتے ہیں اور گرجدار آواز سے بولتے ہیں، مجسٹریٹ شرمندہ ہوا۔

وہ مجلس احرار کے رکن تھے مگر انہوں نے جمعیۃ العلماء اسلام کے لیے بڑا کام کیا ہے ۱۹۷۰ء میں شیخ الحدیث مولانا عبدالحق کے انتخابات میں وہ ہمارے ساتھ دن رات شریک رہتے سب سے پہلا دورہ علاقہ نظام پور کا ہم تینوں نے کیا، بندہ اور مرحوم سنگین صاحب برادرم حاجی حافظ عبدالستار صاحب۔ ہم نے تقریباً ایک ہفتہ نظام پور کے علاقہ میں اہم لوگوں کے ساتھ ملاقاتوں میں گزارا، اور ان کو جمعیت کے منشور اور اغراض ومقاصد سے روشناس کیا، سب سے پہلے ہم کنڑہ خیل مولوی کرامت اللہ صاحب کے پاس گئے، رات ان کے ساتھ گزاری اور تمام رات ان کو جمعیت کے کارناموں اور آئندہ عزائم سے آگاہ کیا پھر اس کے بعد ہم نے اہالیان نوشہرہ کی طرف سے ایک اشتہار شائع کیا جس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب سے قومی اسمبلی کی نشست پر نوشہرہ حلقہ سے انتخابات کے لیے کھڑے ہونے کی اپیل تھی، جس سے تمام علاقہ میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب انتخابات لڑیں گے۔ حضرت راضی نہیں تھے، ان کے خصوصی رفقاء دارالعلوم کے اراکین بھی ہماری مخالفت کرتے تھے کہ یہ آسان کام نہیں ہے۔ پھر ہم نے علاقہ

بھر کے علماء اور ممتاز شخصیات کا ایک بڑا جرگہ بنایا جو حضرت کی خدمت میں آئے، حضرت نے جرگہ کو مان لیا او روعدہ فرمایا، اس کے بعد انتخابات کی سرگرمیاں تیز تر ہوئیں، اور حضرت کے تمام احباب اوردارالعلوم حقانیہ کے اراکین ومعاونین اور فضلاء دارالعلوم میدان میں نکلے اور سنگین صاحب پشتو اور ہندکو، چار زبانوں کے اچھے شاعر تھے، کبھی کبھی فارسی اردو زبان میں بھی شعر گوئی کیا کرتے تھے۔ عربی علوم سے کافی شغف تھا، حجۃ اللہ البالغہ، فوز الکبیر متنبی، حماسہ، مقدمہ ابن خلدون کے بعض مقامات مجھ سے پڑھ لئے تھے۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی میں مجلس احرار اسلام کی ایک کانفرنس میں تشریف لائے تھے، صبح میں اور سنگین صاحب ان کی قیام گاہ پر گئے وہاں کافی علماء موجود تھے، باتوں باتوں میں شاہ جیؒ صاحب نے مذاقاً فرمایا کہ پشتو بھی کوئی زبان ہے جس کی ابتداء دغا سے ہوتی ہے، بات بات پر دغا دغا۔

سنگین صاحب طب اور حکمت کی کتابوں کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے، انہوں نے پشتو ادب کی بڑی خدمت کی ہے، بے سروسامانی کے عالم میں اس نے "وزمہ" ماہنامہ نکالا سنگین صاحب فرنگی سامراج کے بدترین دشمن تھے، وہ ہمیشہ اپنے شاگردوں کو مذہب اسلام کی طرف ترغیب دیتے تھے۔ (ماہنامہ الحق دسمبر ۱۹۹۳ء)

☆

اکابر کا تذکرہ　　　　اخذ وترتیب : مولانا عبدالقیوم حقانی

حافظ الحدیث حضرت مولانا

محمد عبداللہ درخواستیؒ

شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ المدنی مدظلہم کی یادداشتیں

۱۴ ربیع الاول ۱۴۳۰ھ/ ۱۲ مارچ ۲۰۰۹ء خان ٹاؤن حسن ابدال کے قاری محمد داؤد صاحب بانی ومہتمم مدرسہ مدنیہ تجوید القرآن کی دعوت پر المجاہد الکبیر شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہم کی معیت میں وہاں جانا ہوا۔ علماء، فضلاء اور دینی مدرسہ کا علمی وروحانی اجتماع تھا، مسجد کو اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ دامنی کی شکایت تھی۔ میں نے اپنی تقریر میں تین باتیں عرض کیں۔ اس کے بعد حضرت نے مفصل خطاب فرمایا۔ گل رحمٰن ڈرائیونگ کر رہے تھے، دوران سفر گاڑی میں احقر کی تازہ تالیف ''تذکرہ وسوانح مرد قلندر حضرت درخواستیؒ ''، مولانا فضل الرحمٰن درخواستی اور علامہ مولانا زاہد الراشدی مدظلہم کے حضرت درخواستیؒ پر ماہنامہ ''الحق'' خانپور کی خصوصی اشاعت کے اہتمام کے حوالے سے کچھ عرض کیا، تو حضرت شیخ الحدیث مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہم نے اپنے مشاہدات، واقعات اور یادداشتیں بیان فرمائیں۔ ساری باتیں تو محفوظ نہ ہو سکیں، بعض ارشادات کے اشارات لکھ لئے تھے، ذیل میں وہی یادداشتیں نذر قارئین ہیں .... (عبدالقیوم حقانی)

بارش کے لئے دُعا فوراً قبول ہوئی :

مرد قلندر حضرت درخواستیؒ نے میری اور مولانا سمیع الحق کی دعوت پر تین روز تک جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں سورۂ فاتحہ پر درس دیا۔ حسن ابدال کے احباب کے

اصرار پر چوتھے روز اندرونِ محلہ جامعہ اشرفیہ تشریف لے گئے اور تین گھنٹے خطاب فرمایا۔ شدت کی گرمی تھی، لوگ گرمی سے بے حال اور نڈھال ہو رہے تھے، لوگوں نے بارش کے لئے دُعا کا کہا، حضرت درخواستیؒ نے ایک گھنٹہ دُعا کے موضوع پر گفتگو فرمائی، اور بارش کے لئے دُعا کی۔ دُعا جاری تھی کہ بادل چھا گئے، ٹھنڈی ہوائیں چلیں اور خوب بارش برسی، ہم لوگ بارش کی وجہ سے گیلے کپڑوں کے ساتھ گھروں کو واپس ہوئے، یہاں اکوڑہ خٹک آئے تو اس قدر بارش ہوئی تھی کہ زمینیں سیراب ہوئیں اور گھٹنوں تک پانی بھی موجود تھا۔

چاولوں کی دیگ میں برکت :

اس موقع پر خان ٹاؤن حسن ابدال کے مدرسہ مدنیہ تجوید القرآن کے بانی و مہتمم قاری داؤد صاحب نے تائید کی اور فرمایا ہاں! وہ دُعا اور فوری بارش کا منظر مجھے بھی یاد ہے۔ قاری داؤد صاحب نے فرمایا: اس موقع پر ایک واقعہ یہ بھی ہوا کہ حضرت درخواستیؒ کے کسی مرید نے ایک دیگ چاول پکائے تھے، مجمع سینکڑوں کا تھا، پریشان ہو گئے کہ لوگ زیادہ ہیں اور چاول فقط ایک دیگ، کفایت کیسے ہوگی؟ گھبرائے ہوئے حضرت درخواستیؒ کے پاس آئے۔ حضرتؒ نے فرمایا: گھبرانا نہیں، جب چاول تقسیم کرنے کا وقت آئے تو مجھے چاولوں کے برتن کے پاس لے جانا، اور ڈھکن میرے آنے سے پہلے نہ اُتارنا۔ وقت آنے پر حضرتؒ کو لے جایا گیا۔ حضرتؒ نے کچھ پڑھا اور فرمایا: ڈھکنا نہ اُتارنا اور ڈھکنے کے نیچے سے چاول نکال نکال کر دیتے رہنا۔ چنانچہ حضرتؒ کے ارشاد پر عمل کیا گیا۔ اسی ایک دیگ چاول سے سینکڑوں بندگانِ خدا نے کھایا، خدام اور کارکنوں نے کھایا، پھر بھی بچ کے رہا۔

۳۔ مردِ قلندر حضرت درخواستیؒ نے مدینہ منورہ مسجد نبوی میں میری اور علماء کی درخواست پر احادیث کا درس دیا۔ حضرتؒ کے درس میں عرب علماء بھی حاضر تھے۔ بالخصوص شیخ عمر فلاتہ الأمین العام للجامعة الاسلامیه بالمدینة المنورہ، جنہوں نے چالیس سال تک روضۃ من ریاض الجنۃ کے نورانی آغوش میں مؤطا امام مالک پڑھائی تھیؒ نے بڑی طلب ومحبت سے آپ کا درس سنا تو بے اختیار بول اُٹھے:

و اللّٰہِ رأینا فی الکتب و سمعنا من المشائخ ان السلف کانوا یسردون الأحادیث سندًا ومتنًا و رأینا ھذ الشیخ۔

اللہ کی قسم! ہم نے کتابوں میں دیکھا تھا، اور مشائخ سے سنا تھا کہ سلفِ صالحین احادیث واَسناد کو حفظاً سنایا کرتے تھے اور آج ہم نے شیخ (مردِ قلندر شیخ درخواستیؒ) کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔ پھر مجھ سے شام کے ایک سفید ریش معمر عالم نے پوچھا: مَنْ ھذا الشیخ؟ میں نے کہا: ھو حافظ الحدیث شیخ المحدثین عبدالله الدرخواستی أمیر جمعیة علماء الإسلام فی باکستان و مدیر جامعة مخزن العلوم بمدینة خان فور۔

خانہ کعبہ اور گنبد خضراء پر نظر:

۴۔ مردِ قلندر حضرت درخواستیؒ نے ایک موقع پر مسلسل احادیث سناتے ہوئے فرمایا کہ جب حدیث میں اشکال ہوتا ہے تو روضۂ اطہر پر نظر ڈالتا ہوں، اشکال ختم ہوجاتا ہے اور جب قرآن میں اشکال ہوتا ہے تو خانہ کعبہ پر نظر ڈالتا ہوں تو اشکال رفع ہوجاتا ہے۔

مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ اور حضرتؒ کی دُعا :

۵۔ مدینہ یونیورسٹی میں میرا داخلہ ہو چکا تھا، رمضان کا مہینہ تھا، کراچی میں مجھے معلوم ہوا کہ اس دفعہ حضرت درخواستیؒ دورۂ تفسیر حیدر آباد میں پڑھا رہے ہیں۔ میں نے مناسب سمجھا کہ حجازِ مقدس جانے سے قبل حضرت دامت برکاتہم کی زیارت سے شرفِ باریابی حاصل کروں اور ان سے دُعائیں لے لوں۔ بندہ ان کے مبارک درس میں شریک ہوا، درس کے بعد ان کی خدمت میں حاضر ہوا، مجھے دیکھ کر ارشاد فرمایا :

> ''شیر علی آیا ہے مجھ سے دریافت فرمایا: کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: مدینہ منورہ جا رہا ہوں، آپ سے دُعائیں لینے آیا ہوں، فرمانے لگے: کہیں جامعہ میں داخلہ تو نہیں ہوا، چلو! چلے جایئے خدا تمہارا حافظ ہو''۔ حضرتؒ صاحبِ کشف و کرامات تھے، کشف سے ان کو معلوم ہوا۔

حضرتؒ کو مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ اور اس کے اثرات سے اندیشہ تھا کہ آزاد خیالی آجائے گی اور دینی تصلّب ختم ہو جائے گا۔ اس لئے وہاں کے داخلے کو ناپسند کرتے تھے، مگر مجھ پر نہ تو غصہ ہوئے، نہ ناراضگی کا اظہار کیا، بلکہ دُعائیں دیں۔ اس کا نتیجہ ظاہر ہوا کہ الحمدللہ! مجھے حقیقت پر استقامت' جامعہ میں ترجمانی اور آج اس کے درس و تدریس، فروغ و اشاعت کا موقع مل رہا ہے۔

۶۔ ایک قاری صاحب آرہے تھے، میں نے عرض کیا حضرت! فلاں قاری صاحب حاضرِ خدمت ہیں۔ فرمایا: ہاں ہاں! میں جانتا ہوں، اب قاری قاری نہیں رہے، سب کاروباری بن گئے ہیں۔

امام لاہوریؒ کے جنازہ میں شرکت :

حضرت الامام مولانا احمد علی لاہوریؒ کا انتقال ہوا، تو حضرت درخواستیؒ نے میرے پاس طالب علم بھیجا کہ جنازہ میں جانا ہے میرے ساتھ چلو گے؟ (میں ان دنوں حضرتؒ کے ہاں دورۂ تفسیر میں شریک تھا) چنانچہ ''شاہین'' ایکسپریس کے ذریعہ روانگی طے ہوئی، رمضان المبارک کے ایام تھے، سحری کھا کر ہم لوگ اسٹیشن پر پہنچے، مردِ قلندر حضرت درخواستیؒ تمام راستے میں روتے رہے اور آپ پر مسلسل گریہ طاری رہا۔

ہم لوگ جب شیرانوالہ پہنچے تو بتایا گیا کہ گھنٹہ ہو گیا جنازہ اُٹھایا جا چکا ہے۔ حضرتؒ پریشان ہو گئے، کسی صاحب نے حضرتؒ کو پہچان لیا اور گاڑی میں بٹھا کر جنازہ گاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ میرے پاس حضرتؒ کا بستر بھی تھا، میں پریشان ہو رہا تھا کہ اللہ پاک نے میرے لئے رکشے کا انتظام کر دیا، بستر رکشے میں رکھا اور حضرتؒ سے پہلے پہنچ گیا، ابھی جنازہ نہیں پہنچا تھا کہ اللہ نے ہمیں وہیں پہنچا دیا۔ مردِ قلندر حضرت درخواستیؒ نے مجھے دیکھا تو خوش ہوئے ارشاد فرمایا :

''جن ! پہنچ گئے ہو، یہ سب حضرت درخواستیؒ کے کرامات تھے، ورنہ عالمِ اسباب میں تو ایسا ممکن نہ تھا''۔ حضرت نے اورینٹیل کالج کے باہر ظہر کی نماز باجماعت پڑھائی اور ابھی جنازہ نہیں پہنچا تھا۔ حضرت قاضی احسان احمد شجاع آبادی پنجاب یونیورسٹی کے وسیع گراؤنڈ میں تقریر فرما رہے تھے۔ اس نے حضرت درخواستیؒ کو دیکھا تو رونے لگے اور فرمانے لگے کہ اب حضرت درخواستی بیان فرماویں گے۔

فقیر کا جنازہ :

تو اس موقع پر حضرت درخواستیؒ نے تقریر بھی فرمائی تھی، جو میں نے محفوظ کر لی تھی اور اسے طبع بھی کرایا تھا، حضرت کا ایک جملہ یہ بھی تھا کہ :

"لوگو ! لاہور نے کئی جنازے دیکھے ہیں، آج ایک فقیر کا جنازہ بھی دیکھ لو، غروب کا وقت ہے، ادھر دنیائے کائنات کا سورج غروب ہو رہا ہے اور یہاں دنیائے علم کا آفتاب غروب ہو رہا ہے"۔

لوگوں کے ہجوم اژدحام اور جنازہ کو ہاتھ لگانے اور کاندھے پر رکھنے کی تمنا اور خواہش کی تکمیل کے لئے جنازے کے ساتھ بانس باندھ دیئے گئے تھے، کئی بانس ٹوٹ گئے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ سے محبت :

ایک دفعہ دورانِ درس کسی نے حضرتؒ سے کہہ دیا کہ یہاں درس میں ایک ایسا طالب علم بھی آیا ہے جو امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہؒ کو گالیاں بکتا ہے، حضرتؒ پر امام ابوحنیفہؒ کی عظمت اور محبت حد درجہ غالب تھی، اس وقت طیش میں آئے، ناراض ہو گئے، اور درس بند کر دیا، ارشاد فرمایا: ہمارے اسلاف نے ہمیں علم پہنچایا ہے، دین پہنچایا ہے، اسلاف کی محنت و خدمت کا تسلسل ہے جو آج یہاں ہم قرآن پڑھ رہے ہیں، مگر یہاں بے ادبی کا بیج بویا جا رہا ہے۔ طلبہ پریشان ہو گئے، پھر میں نے عربی میں درخواست دی، تو حضرتؒ نے میری درخواست منظور فرمالی اور دوبارہ درس شروع کر دیا۔

شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ اور حضرت درخواستیؒ:

مدینہ منورہ میں شیخ المحدثینؒ زینۃ العارفین حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ علوم شرعیہ میں مقیم تھے۔ علماءِ کرام و مشائخ عظام مسجد نبوی شریف میں نمازِ عصر پڑھ کر ان کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ میں نے بڑے بڑے مشائخ و علماءِ کرام کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے سامنے فرش پر تشریف فرما ہوتے تھے اور حضرت شیخ الحدیثؒ چارپائی پر جلوہ افروز ہوتے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیبؒ، حضرت العلامہ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ، حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ، شیخ القرآن حضرت مولانا غلام اللہ خانؒ، حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ، حضرت مولانا مفتی محمودؒ اور دیگرؒ تنہا حضرت حافظ الحدیث مولانا عبداللہ درخواستیؒ کو میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ الحدیثؒ ان کو چارپائی پر جلوہ افروز ہونے کا اعزاز و اکرام فرماتے۔ ایک عجیب منظر ہوتا تھا کہ حضرت حافظ الحدیثؒ مسلسل احادیثِ نبویہ بیان فرماتے تھے اور حضرت شیخ الحدیثؒ پورے وجد و کیف کی حالت میں سنتے رہتے تھے۔

(ماہنامہ القاسم مئی ۲۰۰۶ء)

☆

تحریک اسلامی "طالبان" افغانستان کا اجمالی تعارف

عارف باللہ مجاہد کبیر حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب المدنی دامت برکاتہم
شیخ الحدیث جامعہ منبع العلوم میران شاہ، وزیرستان

افغانستان پر روسیوں کی سرخ سفاکانہ بربریت اور یلغار کے خلاف تمام عالم اسلام کے چیدہ چیدہ برگزیدہ مفتیان دین متین اور علمائے ربانیین نے قرآن وسنت کی روشنی میں جہاد کا اعلان کیا۔ اس مقدس تاریخی جہاد میں نہ صرف افغانی ملت نے عظیم قربانیاں دیں ہیں، بلکہ دنیا کے جملہ ممالک کے جذبہ جہاد سے سرشار فدایان اسلام نے بھی افغانیوں کے دوش بدوش اس خالص اسلامی جہاد میں اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دی، شاید چشم فلک نے اپنے طویل ادوار میں تمام کرۂ ارضی پر ایسے نرالے جہاد کا نظارہ نہ دیکھا ہوگا جو چودہ سال تک مسلسل جاری وساری رہا، جس میں سولہ لاکھ شیدایان اسلام نے جام شہادت نوش فرما کر اپنے مقدس خون سے سرزمین افغانستان کو لالہ زار بنایا۔ لاکھوں خاندان اپنے عقیدہ وناموس کی حفاظت کی خاطر ہجرت کر کے پاکستان ایران اور دنیا کے گوشوں میں پناہ گزینی کی زندگی پر مجبور ہوئے۔ ہزاروں مرد وزن ان قیامت خیز ہولناک لڑائیوں میں اپنی آنکھوں سے محروم ہوئے، کئی اپنے ہاتھ پاؤں سے محروم ہوئے، کئی اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ ہی کے بے پایاں فضل وکرم اور نصرت وحمایت کی برکت سے بالآخر مجاہدین کامیابی سے ہمکنار

ہوئے۔روسی سرخ سیلاب اور دہری وحشیانہ انقلاب کا خاتمہ ہوا،روسی بھیڑیوں کی شکست وریخت کے بعد علماء کرام اور طلبہ نے مدارس ومساجد کارخ کیا اور اپنے محبوب مشاغل درس وتدریس میں حسب سابق مشغول ہوگئے،اور افغانستان میں اسلامی نظام کے قیام اور شریعت محمدیہ کی تنفیذ کا کام تنظیموں اور احزاب کے عمائدین اور سرکردہ مسئولین کے ذمہ چھوڑا جو اپنے آپ کو افغانستان کی صدارت اور امارت کے مستحق سمجھ رہے تھے،مگر بدقسمتی سے ان قائدین نے صدارت وامارت کے عہدوں پر آپس میں رسہ کشی شروع کرلی،اور ہر ایک اپنے آپ کو اس منصب کے لیے سب سے زیادہ مستحق اور لائق تصور کرتا رہا اور رفتہ رفتہ یہ رسہ کشی جنگ وجدل کی صورت اختیار کرگئی،افغانستان کے مخلص بزرگ علماء کرام نے بار بار مصالحت کے لیے کوششیں فرمائیں،حرکت انقلاب اسلامی افغانستان کے امیر حضرت مولانا محمد نبی صاحب اور حزب اسلامی کے امیر مولانا محمد یونس خالص اور افغانستان کے مایہ ناز روحانی عالم مولانا عبداللہ ذاکری اور جلیل القدر قائد مولنا جلال الدین حقانی نے اپنے تمام کمانڈروں سمیت اس خونریز جنگ کو روکنے کی خاطر کئی ماہ اس مصالحتی پروگرام میں صرف کیے۔مگر یہ تمام کوششیں ناکام رہیں۔یہاں تک کہ اس سلسلہ میں مولانا حقانی پر دودفعہ قاتلانہ حملے ہوئے،پاکستان کے علماء کرام اور حکام نے بھی مصالحتی پروگراموں میں بھرپور حصہ لیا۔مختلف ممالک کے سربراہوں کی کوششیں بھی نتیجہ خیز ثابت نہ ہوسکیں بالخصوص خادم الحرمین الشریفین ملک فہد بن عبدالعزیز نے کئی بار اپنے خصوصی نمائندے مصالحت کے لیے بھیجے اور بالآخر تمام تنظیموں کے امیر اور سرکردہ کمانڈروں کو حجاز مقدس میں آنے کی دعوت دی۔سینکڑوں مندوبین کو آنے جانے کی ٹکٹیں اور

ویزے بھیجے گئے اور وہاں شاہی مہمان خانوں میں ان کی شاہانہ مہمان نوازی کی گئی، خانہ کعبہ کی نورانی آغوش میں ان سب سے ایک متفقہ مصالحتی عہد نامہ پر عہد و پیمان اور حلف لئے گئے۔ اس تاریخی کارنامہ پر تمام عالم اسلام میں خوشیاں منائی گئیں، مگر بد قسمتی سے کابل پہنچتے ہی یہ حضرات پہلے سے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ ایک دوسرے پر بمباری گولہ باری کے مکروہ و قبیح اعمال کی طرف متوجہ ہوئے جس کے نتیجے میں لاکھوں معصوم جانیں ہلاک ہو گئیں، اور کابل کا حسین ترین شہر کھنڈرات اور ویرانوں میں تبدیل ہو گیا، اور دنیا بھر میں جہاد، مجاہدین اور اسلام کے درخشندہ ناموں کو بدنام کیا گیا۔ جہاد کے اساسی اہداف و اغراض کو کچل دیا گیا۔ سولہ لاکھ شہداء کے خون سے کھیلا گیا، لاکھوں یتیموں، بیواؤں، معیوبین مجروحین کی آہوں اور سسکیوں سے غداری کی گئی، کشمیر، فلسطین، بوسنیا، قبرص، صومالیہ اور اریٹیریا کے مظلوم وستم رسیدہ مسلمانوں کی امیدوں کو خاک میں ملایا گیا۔ افغانستان کے لاکھوں کمیونسٹ جو چودہ سال مجاہدین کے خلاف برسر پیکار تھے، ان نام نہاد بڑوں کے باہمی کشت وخون کی بدولت سرزمین افغانستان میں روپوش ہو گئے۔ اب تو کمیونسٹوں کی فہرست میں صرف نجیب کا نام لیا جانے لگا، باقی لاکھوں، پرچم، شعلہ، خلق اور خاد کے جیالے اور متوالے کہاں غائب ہو گئے؟

یہ ایک جوہری سوال ہے، جواب واضح ہے، یہ تمام اسلام دشمن عناصر زہریلے ناگ ان شیدایان صدارت وامارت کی آغوش میں پناہ گیر ہوئے۔ کابل میں صداراتی چوکی پر پونے تین سال مسلسل جنگ وجدل سے اربوں ڈالر کا قیمتی اسلحہ جو کشمیر و فلسطین میں کام آسکتا تھا لاکھوں مسلمانوں کی خونریزی کا سبب بنا۔ صدارت پر

مر مٹنے والوں کی لڑائیوں سے تمام افغانستان میں ملحدین وزنادقہ، چور رہزن اور دیگر قسم کے فاسد عناصر نے وہ انسانیت کش اور حیا سوز جرائم شروع کیے، جن کے سامنے کتے اور خنزیر بھی شرم محسوس کرتے ہیں، جگہ جگہ رہزنوں نے سڑکوں پر زنجیریں لگادیں، ہر راہ گیر سے ٹیکس وصول کرنے لگے۔ چوری، لوٹ کھسوٹ، لواطت اور زنا جیسے سنگین جرائم کا ارتکاب برسرِ عام کرنے لگے، دن دھاڑے شریف گھرانوں پر یہ بدمعاش ہلہ بول کر نقدی، زیورات اور قیمتی سامان چھین لیتے تھے اور پردہ نشین دوشیزاؤں کی عصمت دری ان درندہ صفت بھیڑیوں کا شیوہ بن گیا تھا، وہ زمین جو شہداء کے خون سے سیراب ہوگئی تھی، اس پر الحاد زندقہ، فسق وفجور کا سیلاب آگیا، چاروں طرف سفاکی اور بربریت کے بھیانک مناظر نظر آنے لگے، ان بدقماش خدا فراموش مجرموں کے بہیمانہ جرائم وحشیانہ مظالم کو مٹانے کے لیے افغانستان کے غیور، سربکف ''طالبان'' نے اللہ تعالیٰ کی نصرت واعانت پر توکل کر کے جہاد کا اعلان کیا۔ معمولی عرصہ میں ان شاہین صفت ''طالبان'' نے سرکش، بے دین مجرموں کا قلع قمع کر کے ان کے ظالمانہ شکنجوں سے مظلوم افغانی ملت کو رہائی بخشی، ان پاک طینت، فرشتہ سیرت ''طالبان'' کے عادلانہ سلوک، مشفقانہ رویہ سے چند مہینوں میں کئی صوبے فتح ہوئے۔ علماء اور طلبہ نے بالاتفاق حضرت مولانا محمد عمر صاحب کو اپنا امیر منتخب فرما کر ان کے دست مبارک پر بیعت کرلی، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایک امیر کی سرپرستی میں مختلف احزاب کے طلبہ اور تمام تنظیموں کے علماء اور کمندان آپس میں متفق اور متحد ہوگئے، متعدد تنظیموں کی وجہ سے جو تشتت وانتشار ہوتا تھا، اب وہ اتحاد واتفاق میں تبدیل ہوگیا۔

کاش! اگر افغانستان کا سابقہ چودہ سالہ جہاد بھی ایک ہی امیر کی قیادت وامارت میں سرانجام پاتا تو آج افغانستان دنیا بھر میں ایک مثالی اسلامی حکومت ہوتا مگر بدقسمتی سے ان مختلف تنظیموں کے باہمی اختلافات نے اب تک افغانی ملت کو جہاد کے پاکیزہ نتائج اور طیب وطاہر ثمرات سے محروم رکھا، ایک امیر کے زیر سایہ مجاہدین بہت قلیل عرصہ میں کامیاب ہوجاتے اور کرسی صدارت پر لڑنے بھڑنے کی نوبت نہ آتی اور نہ یہ خون کی ندیاں بہتیں اور نہ روسی اسلحہ اور ساز وسامان کباڑی مارکیٹوں میں شلغم اور گاجر مولی کی قیمتوں میں نیلام ہوتا، بلکہ افغانستان میں روس کے ان متروکہ جنگی ساز وسامان کا ایک بہت بڑا (میوزیم) عجائب گھر بنادیا جاتا، جس میں مختلف اقسام کے ہزاروں بمبار لڑاکا طیارے، گن شپ ہیلی کاپٹر راکٹ لانچر اور مختلف اقسام کے ہزاروں ٹینک، ہزاروں بکتر بند گاڑیاں، جیپیں، ٹریلر، اینٹی ایئر کرافٹ گن سنگل بیرل، ڈبل بیرل فور بیرل، بی کے گرینوف، خفیف وثقیل اسٹنگر لانچرز میزائل اسکڈ، کلاشن کوف، کلاکوف، سیمی نوف، ورغانوف، ڈی سی توپ، آر آر ۷۵، آر آر ۸۲، اور ہزاروں قسم کے جنگی آلات کا ایک بہت بڑا میوزیم بنایا دیا جاتا، جس کے مشاہدے سے کئی کافر اسلام لانے پر مجبور ہوجاتے کہ دنیا کی ایک عظیم سپر طاقت اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لانے کے باوجود لاالہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے سامنے صفر ہوگئی، تمام دنیا کے جنگی آلات قرآن وحدیث کا مقابلہ نہیں کرسکے، جہاد کے پاکیزہ عمل نے قیصر وکسریٰ جیسی بڑی بڑی جبروتی اور استعماری طاقتوں کو زیر وزبر کردیا ہے، یہی وجہ ہے کہ اب امریکہ جہاد کے نام سے لرزہ براندام ہے۔ امریکہ کے خواب وخیال میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ افغانستان کے نہتے مجاہدین روس کی عظیم سلطنت کو ملیا

میٹ کردیں گے، بلکہ وہ تو اس خوش فہمی میں مجاہدین افغانستان کو مجاہد مجاہد کے نام سے تھپکی دے رہا تھا کہ یہ افغانی مجاہدین روس کو کمزور کردیں گے اور روس کی بالادستی ختم ہوجائے گی امریکہ کو یقین تھا کہ افغانستان اور اس کے مجاہدین اس عظیم جنگ میں خاکستر ہوجائیں گے اور دنیا کی سپر طاقت روس کمزور ہوجائے گا مگر مجاہدین کو رب العزت جل جلالہ نے فتح مبین سے نوازا امریکہ کو جہاد اسلامی کی قوت کا پتہ چلا، اب امریکہ کو اپنی جان کی پڑی ہوئی ہے، کہ یہی جہاد میری خانہ خرابی کا سبب بنے گا، اب وہ جہاد کو دہشت گردی اور مجاہدین کو دہشت گرد کے نام سے یاد کرتا ہے۔اب ''طالبان'' افغانستان کی تحریک کے خلاف امریکہ، برطانیہ اور دیگر کافر ممالک دن رات پروپیگنڈہ کررہے ہیں تاکہ افغانستان میں مجاہدین کی حکومت نہ بن سکے۔

''طالبان'' نے صرف چھ مہینے میں فراہ اور شین ڈنڈ سے لیکر کابل شہر تک بارہ صوبوں میں خالص اسلامی نظام قائم کردیا ہے، اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ظلم وستم کے بدلے عدل وانصاف، بدامنی کی جگہ امن وسکون، الحاد وزندقہ، فسق وفجور کی تاریکیوں کی جگہ خالص اسلامی نظام کا دوردورہ ہے، اسلامی احکام وحدود کی تنفیذ پر رب العالمین جل جلالہ کی بے پایاں رحمتوں کا نزول ہورہا ہے۔ ''طالبان'' کی فتوحات کے دوران برہان الدین ربانی نے ایک وفد قندھار بھیجا کہ ہم بھی مولانا محمد عمر صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں اور ''طالبان'' کی تحریک کے ہمنوا ہیں۔ پھر جب ''طالبان'' نے غزنی پر قبضہ کرلیا تو دوبارہ ایک غزنی وفد بھیجا جس میں وزیر فائز صدیق چکری، رحمت اللہ واحدیار، مولوی جلیل اللہ شریک تھے، انہوں نے کہا کہ ہم حکومت کی طرف سے مولانا محمد عمر کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں۔ ''طالبان'' جب

میدان شہر میں فاتحانہ انداز میں داخل ہوئے تو وہاں خود انجینئر مسعود اپنے کمانڈروں سمیت حاضر ہوا اور ''طالبان'' سے کہنے لگا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، تم اسلحہ لینا چاہتے ہو، سب سے پہلے یہ میرا پستول جمع کرلو۔ ''طالبان'' بہت خوش ہوئے ''طالبان'' نے جب چاراسیاب کو فتح کرلیا تو وہاں پھر ایک وفد ربانی کی طرف سے آیا اور قرآن مجید درمیان میں رکھ کر اس پر ہاتھ رکھ کر کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ مقدس کتاب گواہ ہے کہ ہم ''طالبان'' کے ساتھ ہیں۔ ''طالبان'' بہت مطمئن ہوگئے کہ اب بہت جلد ہی افغانستان اسلامی نظام کے انوار وبرکات سے منور ہوجائے گا۔ مگر بدقسمتی سے ''طالبان'' کی نیک توقعات پاکیزہ خواہشات اس وقت خاک میں مل گئیں جب انجینئر مسعود کے خصوصی کمانڈر انچیف بابا جان (کمیونسٹ) نے ''طالبان'' پر اندھا دھند بمباری کی جس سے ڈھائی سو ''طالبان'' شہید ہوئے جس میں زیادہ قرآن مجید کے حافظ وقاری تھے اور بعض دینی مدارس سے فارغ التحصیل فضلاء تھے۔ حالانکہ ''طالبان'' نے ربانی حکومت سے صرف یہی مطالبہ کیا تھا کہ سب سے پہلے کابل میں خالص اسلامی نظام کا اعلان کریں اور فوری طور پر تمام احکام وحدود کی تنفیذ کا حکمنامہ جاری کریں، تمام کمیونسٹ عناصر کو فی الفور کابل سے نکال دیں، تمام عورتوں کو جو کابل کے مختلف وزارتوں، محکموں میں ملازمت کررہی ہیں ان کو اپنے گھروں میں پردہ کے ساتھ رہنے کی تلقین کریں۔

کاش! اگر پروفیسر برہان الدین ربانی صاحب ''طالبان'' کے پاکیزہ مطالبات ماننے اور افغانستان میں خالص اسلامی نظام نافذ کرنے کی خاطر ایثار سے کام لیتے اور طلباء کو زمام حکومت حوالہ کرتے تو تاریخ اسلام میں اس کا یہ مصالحتی

کارنامہ آب زر سے لکھا جاتا۔ بہر حال تحریک "طالبان" ایک خالص مذہبی اسلامی تحریک ہے جو ایک عالم ربانی متدین بزرگ مولانا محمد عمر صاحب کی امارت میں مندرجہ اہداف واغراض پر مبنی اسلامی حکومت قائم کرنے کی کوششوں میں رواں دواں ہے۔ تمام اہل اسلام سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ اس مقدس تحریک "طالبان" کی بھر پور تائید فرمائیں گے، خاص کر علماء کرام اور بزرگان دین کی خدمت میں بصدِ ادب گزارش ہے کہ وہ اپنے تمام تر وسائل سے ان "طالبان" کی پشت پناہی اور حوصلہ افزائی فرمائیں انشاء اللہ تعالیٰ۔ اس خالص مذہبی تحریک کی کامیابی سے نہ صرف افغانستان میں بلکہ تمام جمہوریت اسلامیہ میں خلافت الٰہیہ کے عادلانہ نظام کو قیام ہو سکے گا جسکا ہم اب تک تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ الحادو زندقہ کے اس پُرفتن دور میں جب دنیا بھر کے تمام کفری نظام اسلام کی بیخ کنی، فرزندان توحید کی سرکوبی، نسل کشی اور ان کو صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے آپس میں متفق ہو گئے ہیں اور "طالبان" جیسے نڈر، سربکف مجاہدین کو دہشت گرد قرار دے کر ان کے اعدام کے درپے ہیں۔

"لاسمح اللہ" خدانخواستہ، خدانخواستہ، اگر تحریک "طالبان" کا یہ بروقت اہم اسلامی اقدام علماء اسلام کی بے اعتنائی تغافل کی وجہ سے ناکام ہوا تو نہ صرف افغانستان بلکہ پاکستان اور دیگر ممالک میں اسپین (اندلس) کی طرح اسلامی شعائر، دینی مراکز، علمی معاہد و جامعات، مدارس و مساجد کو مندروں اور گرجوں میں تبدیل کر دیا جائے گا۔ قرطبہ، غرناطہ، اشبیلیہ اور طلیطلہ جیسے اسلامی شہروں میں ہزاروں علمی مراکز صلیبی سیلاب کی وجہ سے، گرجوں میں تبدیل ہو گئے۔ بڑے بڑے مرکزی کتب خانوں کو آگ لگا کر لاکھوں کی تعداد میں علوم دینیہ کے اہم مراجع و مصادر راکھ کے

ڈھیر بن گئے، تمام علماء کو تہ تیغ کر دیا گیا، مسلمانوں کی عزت وناموس کو تار تار کر دیا گیا۔ رب العالمین جل جلالہ، اپنے خصوصی فضل وکرم سے ہماری تقصیرات معاف فرمائے اور ہم سب کو جہاد کے مقدس فریضہ میں شرکت کی توفیق عطا فرمائے۔

کتبہ: شیر علی شاہ کان اللہ لہ

خادم الحدیث بجامعہ منبع العلوم میرانشاہ

(ماہنامہ الحق ستمبر ۱۹۹۶)

☆

باب : ۳

مکتوبات و منظومات

(۱)

سوانح شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ملنے پر
مولانا عبدالقیوم حقانی کے نام مکتوبِ تبریک و تشجیع

بگرامی خدمت محترم و مکرم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

بارك الله فى جهودكم العلمية ورزقكم حسنات الدنيا والآخرة

السلام عليكم ورحمة الله ! آپ کا گرانقدر بیش بہا زرین ہدیہ ''سوانح حضرت الشيخ استاذنا الوقور ووالدنا الشفوق حضرت مولانا عبدالحق رحمه الله رحمةً واسعةً باعث صد سرور و ابتہاج ہوا۔ آپ نے اس انمول، روحانی ہدیہ کے سرورق پر بندہ کے نام مکتوب میں جو دلکش روح پرور شعر زیب قرطاس کیا ہے ......

میرے خلوص کا بدلہ بتاؤ کیا دو گے
تمہاری بزم میں آب حیات لایا ہوں

یقیناً یہ عظیم الشان پُرخلوص ہدیہ آب حیات سے بدرجہا بہتر ہے اس کا صلہ اور بدلہ دنیا کے مادی اشیاء سے پورا نہیں ہوسکتا۔ دل کی گہرائیوں سے آپ کے لیے

دُعائیں نکلیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ان پیہم و مسلسل علمی، دینی، تبلیغی و ملی جہود مشکورہ کو شرف پذیرائی عطا فرماوے اور آپ کو اس ما فوق العادہ ملکۂ تالیف و تدریس، خطابت اور تبلیغ میں تا اوجِ فلک مزید ترقیاں عطا فرماوے۔ حضرت الشیخ نور اللہ مرقدہٗ کے لاکھوں تلامذہ و خدام و متعلقین میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان نعمتوں اور سعادتوں سے سرفرازی بخشی۔ آپ نے ان کے علوم و معارف، خطبات و مواعظ، دینی مذہبی، ملی خدمات اور شمائل و خصائل کو رہتی دنیا تک زندہ و جاوید بنا دیا۔ بندہ کو خود عرصہ دراز سے یہ فکر دامن گیر ہے کہ حضرت الشیخ رحمہ اللہ علیہ کے بعض علمی، تبلیغی، ملی خدمات و واقعات کو قلمبند کروں۔ بندہ بھی بیس سال سے زیادہ عرصہ حضرتؒ کی خدمت میں بطور خادم رہ چکا ہے، کئی اسفار میں ان کی خدمات سرانجام دینے کا شرف حاصل ہے، مگر..................

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یہ درحقیقت فضلِ ربانی ہے اور پھر حضرت شیخ الحدیثؒ کے آغوش تربیت و شفقت میں ادب و احترام کے ساتھ آپ کے قریب رہنے کے برکات اور ان سے کما حقہ متمتع ہونے کے ثمرات ہیں۔ کتاب کے اکثر و بیشتر حصہ نے ایک ہی مجلس میں دل و دماغ کو منور و معطر کیا اور حضرتؒ کے نورانی پُر کیف محافل ایک ایک حاسۂ بصر کے سامنے ہوئے ....

یاد ایامے کہ در کوئے مکانے داشتم ہمچو بلبل در گلستان آشیانے داشتم

اسلاف کرام بزرگان دین اور خصوصاً اپنے مشفق اساتذہ کرام کے سوانح و تراجم سے خدام و وابستگان عقیدت کے پژمردہ قلوب میں نشاط و انبساط کی کیفیات پیدا ہو جاتی ہے ....

أعد ذکر نعمان لنا أن ذکره　　هو المسك ما کررته یتضوع

(ہمارے لئے نعمان بن ثابت کا ذکر بار بار کریں بے شک ان کا تذکرہ مشک ہے جتنا بار بار کروگے تو خوشبو پھیلے گا)

کبھی جب ذکر چھڑ جاتا ہے ان کا　　زبان دو دو پہر ہوتی نہیں بند

آپ نے در حقیقت سمندر کو کوزے میں بند کردیا ہے، حضرت رحمہ اللہ کے ناپیدا کنار واقعاتِ حیات کو پورے جامع مانع انداز میں یکجا کردیا ہے۔ بالخصوص حضرتؒ کی حیاتِ مبارکہ کے آخری لحات کو عجیب انداز میں تحریر فرمایا ہے۔ مجھے اب بھی پرانے دارالحدیث میں حضرت رحمہ اللہ کی نعش مقدس جو مشتاقانِ دیدار کے لیے رکھ دی گئی تھی۔ حضرتؒ کا درخشندہ اور تابندہ چہرہ انور سامنے ہے۔ جس پر انوار و برکات کا عجیب منظر زائرین کے لیے ورطہ حیرت میں ڈالنے والا تھا ......

نشان　مرد　مومن　باتو　گویم
چو مرگ　آید　تبسم　برلب　اوست

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہر باری کرے
حشر میں شانِ کریمی ناز برداری کرے

آخر میں پھر ایک بار نہیں ہزار بار آپ کے ان احسانات کا سپاس گزار ہوں کہ آپ نے باوجود ان گنت علمی، تصنیفی، تبلیغی مشاغل کے حضرت رحمہ اللہ کے عظیم کارناموں کو زیب قرطاس فرما کر عوام وخواص پر انعام واکرام فرمایا۔ تقبلها اللّٰه تعالٰی وجعلها فی میزان حسناتك　　اخوکم فی الأسلام

شیر علی شاہ (۱۴۲۲/۳/۲۸ھ)

(ماہنامہ القاسم جولائی ۲۰۰۱ء)

طالبانِ افغانستان کی تائید پر خراج تحسین

مولانا راشد الحق سمیع کے ماہنامہ الحق میں ابتداءِ کار میں شاندار ادارتی کالم لکھنے پر زبردست خراجِ تحسین

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتہٗ! امید ہے کہ آپ بمعہ جمیع اہل بیت، اکابر واصاغر واحباب کے بخیر وعافیت ہوں گے۔

موقر ماہنامہ ''الحق'' بابت محرم ۱۴۱۷ھ مولانا جلال الدین حقانی کے ہاں (منبع العلوم میران شاہ میں) نظر سے گزرا اس میں آپ کے نقشِ آغاز ''افغانستان میں مصالحانہ کوششیں یا مکروہ سازشیں'' کے عنوان سے دل ودماغ معطر ہوئے، جزاك الله من خزائن ألطافه ونعمه أحسن مايجازي به عباده الغيورين أصحاب الشهامة الإيمانية الذين لايخافون نومة لائم ولا بطشة حاكم ماشاء الله لاحول ولا قوة الا بالله۔ ایمانی جرأت، پاکیزہ احساسات اور ادبی متانت کا ترجمان ''اداریہ'' ظروف راہنہ کے پیش نظر تیر بہدف قلندرانہ نوٹس ہے، جو ہزار ستائش وسپاس کا مستحق ہے۔ رب الجزاء جل جلالہ آپ کو اس بے باک، بے لاگ حق گوئی اور حق شناسی کا عظیم صلہ دارین میں عطا فرمادے اور آپکے اس قدر پسندیدہ تحریر میں مزید کشش وجاذبیت ودیعت فرمادے۔ آج چاردانگ عالم میں تمام مغربی اور مشرقی میڈیا اس اسلامی قافلہ کے خلاف دن رات زہریلے پروپیگنڈوں میں

مصروف ہے اور بدقسمتی سے ہمارے طبقہ کے بعض سنجیدہ علماء کا بھی ابھی تک شرح صدر نہیں ہوا اور تا حال ان بے چاروں کو ملحدین کی بے بنیاد شورشوں نے اتنا متاثر کر دیا ہے کہ طلبہ کے حق میں ایک حرف کہنے کے روادار نہیں ہیں، اور بعض بے چاروں کو تو ربانی (صدر برہان الدین ربانی جو طالبان تحریک کے مخالف اور شدید مزاحم تھے) تحائف وہدایا نے صم بکم کردیا ہے، فإلى الله المشتكى لمثل هذا يذوب القلب عن كمد، إن كان في القلب إيمان وإسلام۔ بہتر تو یہی ہوگا کہ آپ اس زرین اداریہ میں مناسب اضافہ فرما کر پمفلٹ کی شکل میں شائع فرمادیں تو اس حرکت کے لیے تا دیر دستاویز ثابت ہوگا۔ خدا کرے کہ دیگر دینی جرائد ومجلات کے اداریہ نگار بھی ''الحق'' کی طرح اس ''لشکر محمدی'' کی حمایت میں اپنے گرانقدر جذبات سے سرشار اداریے زیب مجلات فرما کر اپنا مذہبی، دینی، تبلیغی فریضہ ادا کریں۔

مکرم ومحترم والد بزرگوار زید مجدہ، محترم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زید مجدہ، محترم شفیق فاروقی صاحب اور عزیزم مولانا حامد الحق صاحب اور محترم ومکرم حضرت مولانا انوار الحق صاحب اور دیگر جملہ اساتذہ کرام کی خدمت میں تسلیمات عرض کریں۔

ع مرداں چنیں مے کنند

جناب راشد الحق سمیع کو ''افغانستان میں مصالحانہ کوششیں یا مکروہ سازشیں'' کے عنوان سے عظیم اداراتی تحریر لکھنے پر دلی مبارک پیش کرتا ہوں، آپ نے اس سلسلہ میں سازشی کردار ادا کرنے والوں کا جس طرح جرأت وہمت اور استقامت سے نوٹس لیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، مرداں چنیں مے کنند۔

(ماہنامہ الحق جولائی ۱۹۹۶ء)

ابو ہریرہ ہسپتال میں تقرری کے لئے سفارش

مخدوم المکرم صاحب المکارم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب

دامت الطافکم و عنایاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

آپ کے سابقہ نوازشات کے پیش نظر ملتمس ہوں کہ حامل عریضہ ہذا عابد علی آف اکوڑہ خٹک نے ڈسپنسری کا کام پانچ سال مسلسل کیا ہے۔ اس کو پختہ ذرائع سے پتہ چلا ہے کہ آنجناب کے مستشفیٰ میں ڈسپنسر کا عہدہ فارغ ہے۔ ازراہِ شفقت اس کو جگہ عطا فرما کر ممنون فرماویں۔

☆

توضیح السنن، خزینۂ دلائل اور گنجینۂ مسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی، أما بعد !

برادرم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب مدظلہ کی بیش بہا، زرین، علمی، تحقیق تصنیف "توضیح السنن" کے ابتدائی صفحات کے مطالعہ کا شرف نصیب ہوا۔ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ۔

محترم فاضل ممدوح نے علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "آثار السنن" کا کماحقہ حق ادا کیا ہے۔ "توضیح السنن" کے مبسوط مباحث، مدلل سیر حاصل تبصرے تمام اہلسنت والجماعت خاص کر مسلکِ احناف سے وابستہ طلباء کے لئے خزینۂ دلائل

اور گنجینۂ مسائل ہے۔ احادیث نبویہ (علی صاحبها ألف ألف سلام و تحیه) پر صحیح اعراب، سلیس شستہ زبان میں بامحاورہ ترجمہ، اہم اختلافی مسائل پر مفصل مدلل منصفانہ کلام، معتمد مصادر اور مستند مآخذ سے باحوالہ گوناگوں معارف و لطائف کے جواہر، قوی اور صریح وجوہ ترجیح، دلکش اسلوب بیان کے پیش نظر یقینا یہ تالیف اسم بامسمٰی لائق صد ستائش اور موجب ہزار تحسین ہے۔ یہ مبسوط شرح اسلامی مکتبات میں ایک مایۂ ناز علمی اور وقیع تحقیقی کتاب کا اضافہ ہے جو نہ صرف متوسط درجہ کے طلبہ کے لئے فہم مطالب میں از حد مفید ہے بلکہ دراساتِ علیا کے منتہی طلباء اور فضلاء کے لئے بھی سرمایۂ استدلالات اور مونس امتحانات ہے۔ ربّ ذوالجلال والاکرام نے برادرم مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب کو عنفوانِ شباب میں تصنیفی تحقیق و تدقیق اور علمی تفتیش و تنقیش کے مقدس احساسات سے نوازا ہے۔ راقم الحروف نے فاضل مؤلف کے دیگر اکثر تالیفات کا مطالعہ کیا ہے جو مؤلف محترم کے جلالتِ علمی اور خداداد ملکۂ تصنیف پر شہودِ عدل ہیں۔

علمی تحقیقی دنیا کے شاہسوارانِ دانش و ادراک کے منصفانہ نگاہوں میں ایسے چند گنے چنے کثیر التصانیف فضلاء اعزازی ڈاکٹریٹ کے مستحق ہوتے ہیں جو ان کے بے لوث، مذہبی، دینی، تبلیغی کارنہائے نمایاں کی قدر شناسی اور سپاس گزاری کا اعتراف ہوتا ہے۔

ربّ الجزاء جل و علا، فاضل موصوف کی اس عظیم علمی خدمت کو شرفِ قبولیت سے نوازے اور طالبانِ دین متین کو اس سے خاطر خواہ استفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔

وفق الله تعالى المؤلف الموقر لمرضياته وجمل جميع تصنيفاته

فی میزان وهو الموفق للحسنات وبنعمته تتم الصالحات وهو المستعان وعليه التكلان وصلى الله تعالىٰ على صفوة مخلوقاته وبهجة موجوداته النبیّ الأمی وعلی آله وأصحابه أجمعین۔

جامعہ ابوہریرہ میں داخلہ کے لئے ایک طالب علم کی سفارش

بگرامی خدمت محترم ومکرم حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتہٗ!

اُمید ہے کہ آنمحترم بعافیت ہوں گے۔ حامل عریضہ ہذا عبدالحفیظ ایک نادار طالب علم ہے۔ ازراہِ کرم گستری اور غریب پروری اس کو جامعہ ابوہریرہ میں داخلہ کی نعمت سے نوازیں۔ بارك الله فی جهودكم فی سبيل خدمت الإسلام والمسلمين تحريراً وتقريراً ورزقكم سعادة الدارين۔

☆

سوانح مولانا مفتی محمودؒ

جامعیت، عجیب دلکش ترتیب، روح پرور تبویب، شستہ وشگفتہ وسلیس وفصیح اور بلیغ پیرایہ کا مرقع

صاحب المجد والهمم فخر الأماثل حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب زادكم الله تعالىٰ سعادةً وكرامةً وتقبّل جهودكم الطيبة فی سبيل خدمة الإسلام والمسلمين۔

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتہٗ!

آپ کی تازہ ترین زرّین تصنیف "سوانح قائد ملت حضرت مولانا مفتی محمودؒ

کے چند ابواب اور مکتوبِ سامی صدہا مسرتوں و انبساطات کا باعث بنے۔ آنمحترم نے اس ناچیز کو اس عظیم الشان وقیع تالیف پر تقریظی کلمات لکھنے کی فرمائش فرمائی ہے۔ ہفتہ عشرہ سے طبیعت کمزور ہے۔ کمر میں شدید درد اور وجع المفاصل کی وجہ سے طویل مطالعہ کے لئے بیٹھنا دُشوار ہے، مگر اس نادرۂ روزگار، شیخ اکبر، فقید المثال عبقری مقدس و محبوب شخصیت کے پاکیزہ حیاتِ طیبہ کے عبرت آموز واقعات، اس کی عظمت و عزیمت، ثبات و استقلال، حق گوئی و بے باکی، جرأت و شجاعت، مثالی عمیق علم و معرفت کے کارنامہائے نمایاں پڑھنے کے لئے اوّلین فرصت میں بیٹھا اور والہانہ شوق وذوق کے ساتھ آپ کی اس جدید بیش بہا تالیف کا مطالعہ شروع کیا۔ بحمد للہ تمام ارسال کردہ ذہبی اوراق ایک ہی نشست میں باصرہ نوازی کے باعث بنے، مسلسل پڑھنے سے طبیعت درست ہوئی، دل و دماغ معطر ہوئے، آپ کے لئے دل کی گہرائیوں سے دُعائیں نکلیں ......

وَرَدَ الکتابُ بما أقرّ الأعینا وشفی القلوبَ فِنِلْنَ غایاتِ المُنٰی

وتقاسمَ الناسُ المسّرةَ بینھم قسما و کان اجلّھم حظًّا أنا

بندہ کو زبدۃ العلماء، صفوۃ المشائخ حضرت مولانا مفتی محمود قدس اللہ سرہ کے سوانح حیات اور مبارک تذکروں پر بیس سے زیادہ چھوٹی بڑی کتابیں مختلف رسائل و جرائد کے پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ آپ کی مایہ ناز انمول تالیف سب سوانح نگاروں اور تذکرہ نویسوں پر گوئے سبقت لے گئی ہے۔ آپ نے اپنے خداداد ملکۂ تصنیف و تالیف، ادبی قوتِ تحریر کے بدولت اس مردِ قلندر، فقیہ العصر، شیخ الکل فی الکل، عبقری شخصیت کی معطر و منور حیاتِ طیبہ کے تمام جوانب کو

پوری جامعیت کے ساتھ عجب دلکش ترتیب' روح پرور تبویب' شستہ وشگفتہ وسلیس وفصیح اور بلیغ پیرایہ میں زینتِ قرطاس فرمادیئے ہیں اور جابجا قدسی صفات مصلحین' علمائے ربانیین اور عظیم المرتبت اکابر کے فرمودات وارشادات کے جواہر پاروں سے اس نادر کتاب کی جاذبیت وافادیت میں اضافہ فرمادیا ہے۔ ایسے ہمہ گیر' مجسمۂ اخلاق حسنہ' جامع الصفات شخصیت کے تمام اہم بصیرت افروز اقوال وافعال' بے داغ زندگی کے احوال ووقائع کو کتابی شکل میں جمع کرنا رہتی دنیا تک اربابِ فکر ونظر پر عموماً اور حضرت مفتیؒ صاحب کے ہزاروں تلامذہ' خوشہ چینوں اور لاکھوں وابستگانِ عقیدت پر احسانِ عظیم ہے۔ بحمد للہ آپ کی مؤقر کتاب میں حضرت مفتی صاحبؒ کے اکثر وبیشتر عجیب وغریب سبق آموز واقعات ایسے ہیں، جو حضرت کی سوانح حیات پر مشتمل دیگر کتابوں میں نہیں ہیں۔ بندہ کو بھی حضرت مفتی صاحبؒ کے بعض احوال معلوم ہیں' جو ان کے کسی سوانحی کتاب میں درج نہیں ہیں' اگر آنمحترم اپنے کسی مندوب کو مامور فرماویں تو میں اس کو املاءً سنادوں گا، تاکہ آپ کی اس گرانقدر کتاب کے ذریعہ' بانی حضرت مفتی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے مزید سکون واطمینان کا ذریعہ بنے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل میں مزید برکتیں نازل فرماوے اوران دینی' مذہبی' علمی' تبلیغی مساعی جمیلہ کو شرف پذیرائی عطا فرماوے اوران پیہم ومسلسل تصنیفی خدمات سے آپ کے میزانِ حسنات کو بھردے۔

وماذلك على الله بعزيز وهو على كل شيءٍ قدير وبالإجابة جدير؛

وصلى الله تعالى على اشرف رسله۔

☆

تفسیر حسن بصری کا عطیہ

مخدومی المکرم صاحب المجد الھمم

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب زیدت معالیکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ!

گرانقدر ہدایا باعث صد سرور و انبساط ہوئے۔ ہزار بار شکریہ و سپاس۔

ان شاء اللہ مضمون کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ چند دن سے زُکام کی شکایت ہے۔ تفسیر حسن بصری کا ایک نسخہ باقی تھا، ارسالِ خدمت ہے، پانچ سو روپیہ قیمت ہے۔ زادکم اللہ تعالیٰ حمدًا رشدًا۔

☆

تبرک وتاثر

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث
ڈاکٹر حضرت مولانا سید شیر علی شاہ المدنی مدظلہم کا
مولانا عبدالقیوم حقانی کے نام مکتوب اور عربی قصیدہ

صاحب المجد الشامخ والهمم العالية مولانا عبدالقيوم الحقانى المحترم حفظه الله تعالىٰ ورعاه وسدّد خُطاه :السلام عليكم ورحمة الله وبركاته :

وبعد فأسال الله تعالى الكريم لكم دوام التوفيق ومزيد الإخلاص فى سبيل الدعوة إلى الله ، والجهاد فى سبيل الله ، وبث الوعى الدينى بتأليفكم وبتقاريركم ، ولا سيّما فى تراجم الشخصيات العملاقة وسيرة العلماء الأفاضل مثل قدوة المفتيين المفتى الأعظم مولانا كفاية الله ، وأُستاذ المحدثين شيخنا مولانا عبدالحق ، وزينة المحدّثين محمد يوسف البنورى ، وضيغم الإسلام مولانا غلام غوث الهزاروى ، وبطل الإسلام المفتى محمود ، والداعية الكبير مولاناأبى الحسن الندوى رحمهم الله تعالىٰ رحمة واسعة :

وتريد أن تؤلف كتابا فى سيرة شهيد الإسلام شيخ الحديث مولانا محمد حسن جان نوّرالله مرقده وأعلى درجاته فى جنات الفردوس ورزقه الله صحبة النبيين والصديقين والشهداء والصالحين۔

و فقكم الله و تقبّل منكم هذه الخدمات الجليلة التى تخلد آثار العلماء الربّانيين و مناقب السلف الصالحين التى تنشط القلوب وتغذّى الأرواح و تجذب الأسماع ، و كان سراج الأمة الإمام الأعظم الإمام أبو حنيفة رحمه الله تعالى -

يقول : الحكايات عن العلماء ومحاسنهم أحبّ اليّ من كثير من الفقه۔

وهكذا محدث الدهر الإمام سفيان بن عيينة رحمه الله تعالى يقول :

عند ذكركم الصالحين تنزل الرحمة :

و صديقنا العلامة و زميلنا الفهّامة مولانا حسن جان رحمه الله جدير بأن تُخلد مآثرهٗ العلمية و العملية فى ميادين الدعوة والإرشاد و التدريس و الجهاد فى بطون الأوراق و صفحات الكتاب لتكون نبراسًا للسالكين طُرق الوعظ والخطابِ و دروب التدريس والتربية۔

و لقد سمعت ببالغ الحزن و عميق الحسرة والأسى نبأ شهادة أخينا الوقور و صديقنا الغيور فقيد الدعوة الإسلامية زبدة المحدّثين، و صفوة العلماء الراسخين مولانا حسن جان سقى الله ثراه و جعل جنة الفردوس مثواه :

لقد كان للنبأ المفجع وقع أليم على قلبى وعلى قلوب العلماء وروّاد العلم و رجال الدين۔

قد كان العلامة الداعية مولانا حسن جان نادرة من نوادر الزمان، قد تولد فى أسرة كريمة علمية فى ظل العلماء الصالحين وتمتّع ببيئة محفوفة بعلوم القرآن والسنة :

و قد رزقه الله تعالى فهماً سليما و طبعاً مستقيما وذهناً ثاقباًوقلباً

واعيا، فتعلّم مبادئ الكتب الدينية من والده الوقور الشيخ مولانا أكبرجان رحمه الله تعالى، ثم رحل لتكميل زاده العلمى الى مركز العلوم الدينية الجامعة الأشرفيه بلاهور التى كانت مزدهرة بأساطين العلم و المعرفة أمثال شيخ المشائخ شيخ المحدثين و المفسرين مولانا رسول خان، و زبدة العارفين مولانا المفتى محمد حسن رئيس الجامعة الأشرفية، وشيخ المحدثين مولانا محمد إدريس الكاندهلوى وما إلى ذلك من جبال العلم، على وجوههم نور يسعى بين أيديهم و عن أيمانهم وشمائلهم:

ثم رحل إلى الحجاز المقدس إلى مهبط الوحى ودارالهجرة المدينة المنورة لتكميل زاده العلمى فى رحابها الدينى الطاهر۔ زادها الله تكريمًا و تبجيلًا و رفعةً ونورًا، والتحق بالجامعة الكبرٰى الجامعة الإسلامية أقدس الجامعات منهجاً وتربيّةً، فمكث فيها أربع سنوات ونال شرف الامتياز فى جميع الاختبارات:

و حفظ القرآن الكريم فى رحاب المسجد النبوى الشريف،ثم رجع إلى بلاده فاشتغل بتدريس الكتب الدينية،وذاع صيته فى الأوساط العلمية فدرس جميع الكتب فى مادة النحو والصرف والبلاغة والأدب والفقه وأصوله والمنطق والفلسفة حتى أوصله الفضل الربّانى إلى منصب شيخ الحديث فى أكبرالجامعات الجامعة الحقانية ثم انتقل إلى جامعة إمدادالعلوم واستمرعلى هذاالمنصب الرفيع طيلة حياته العطرة،وكان مع هذه الوظائف العليا يقوم بأداء وظيفة الدعوة الى الله:

و قد رزقه الله تعالى قوة البيان والشجاعة الدينية قلّ أن يجود الزمان بأمثاله، وكان يتمنّى الشهادة فى سبيل الله تعالى،فقضى نحبه فى مساء اليوم الثانى من شهر رمضان المبارك سنة ١٤٢٨ هجريا، اللّهم اغفره مغفرة واسعة و رحمة كاملة و وفّق أبناءه النجباء الشيخ فيض الحسن،والشيخ عزيزالحسن،

و الشیخ عابد الرحمٰن ، و الشیخ فخرالحسن ، لما یحب ربنا و یرضی و یجعلهم خیر خَلَف لخیر سلف ویبارك فی علومهم وأعمالهم و یحفظهم من الآفات و العاهات والفتن والمحن ویفقّههم فی الدین ویحبّبهم الی الناس و یجعلهم فوق کثیر من خلقه :

و صلی اللّٰه تعالیٰ علی أشرف رسله و خاتم أنبیائه و علی آله و اصحابه أجمعین ۔ ولقد جادت قریحتی بهٰذه القصیدة العزائیة وأودُّ ان تسجلوها فی سیرة الشیخ مولانا حسن جان سقی اللّٰه ثراه و جعل الجنة مثواه۔

کتبه شیرعلی شاه المدنی

استاذ التفسیرو الحدیث بجامعة دارالعلوم الحقانیه اکوره ختك :

۱۴۲۸/۱۲/۲۲ هجری نبوی ﷺ

ترجمہ : بعداز سلام اللہ تعالیٰ سے آپ کے لئے دعوت وتبلیغ اور جہاد فی سبیل اللہ میں توفیقِ دوام اور مزید اخلاص کی دُعا کرتا ہوں ۔اللہ تعالیٰ آپ کی دینی خدمات' تصنیفات وتالیفات اور خطبات ومواعظ کو مزید پھیلائے ۔ بالخصوص بڑی بڑی شخصیات' اکابر علماء کی سیرت وسوانح مثلاً مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، محدث کبیر شیخ الحدیث مولانا عبدالحق، زینت المحدثین مولانا محمد یوسف بنوری شیر اسلام مولانا غلام غوث ہزاروی، قائد ملت مولانا مفتی محمود اور داعی کبیر مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمهم اللّٰه تعالیٰ ۔

آپ نے شہیدِ اسلام شیخ الحدیث حضرت مولانا حسن جانؒ (اللہ تعالیٰ اُن کی قبر کو منور فرماوے جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے، اور اللہ تعالیٰ اُن کو انبیاءؑ، صدیقین، شہداء اور صلحاء کی صحبت ورفاقت نصیب فرماوے) کی سیرت پر بھی تالیف کا ارادہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ توفیق رفیق فرماوے، اور یہ خدمات جلیلہ جن سے علماءِ

ربانیین کے احوال و آثار اور سلف صالحین کے مناقب رہتی دنیا تک باقی رہیں۔ جن سے قلوب میں نشاط پیدا ہو، اور روحوں کو غذا فراہم ہو، اور کانوں کو اپنی طرف کھینچتی رہیں۔ سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ علماء کی حکایات وواقعات اور محاسن مجھے فقہ میں سے زیادہ محبوب ہیں، اور اسی طرح محدث زمانہ امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے تھے کہ تمہارا صلحاء کا تذکرہ کرتے وقت رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

ہمارے دوست و رفیق علامہ مولانا محمد حسن جانؒ اس قابل ہیں کہ وہ مآثرِ علمیہ و عملیہ جوانہوں نے میدانِ دعوت وارشاد اور تدریس وجہاد میں سرانجام دیئے بھی تاریخ کے صفحات کا حصہ بنیں۔ تاکہ وعظ و تقریر اور تعلیم و تربیت کے سالکین کے لئے مشعلِ راہ بنے۔

اور یقیناً میں نے نہایت حزن وحسرت اور افسوس کے ساتھ اپنے عزتمند بھائی اور غیرتمند دوست زبدۃ المحدثین مولانا حسن جانؒ کی شہادت کی خبر سنی اور یقیناً اس ناگہانی خبر نے میرے دل، تمام علماء اور رجالِ دین کے دلوں پر بہت دردناک نقوش چھوڑے۔

بے شک علامہ مولانا محمد حسن جانؒ نوادراتِ زمانہ میں سے ایک نادر شخصیت کے مالک تھے، آپ نے ایک معزز علمی خاندان میں علماء وصلحاء کے سایہ میں آنکھیں کھولیں۔

آپ ایک شریف علمی گھرانہ میں علومِ قرآن اور سنت سے بہرہ ور ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو فہمِ سلیم، مستقل مزاج طبیعت، ذہنِ ثاقب اور قلبِ واعی سے نوازا تھا۔ ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد گرامی الشیخ مولانا اکبر جانؒ سے حاصل کی، پھر مزید

تکمیلِ علم کے لئے علوم دینیہ کے مرکز جامعہ اشرفیہ لاہور تشریف لے گئے جو اس وقت اساطین علم جیسے شیخ الکل مولانا رسول خانؒ، زبدۃ العلماء مفتی محمد حسنؒ (مہتمم جامعہ اشرفیہ) اور شیخ المحدثین مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جبال العلم جن کے چہروں پر نور جو ان کے سامنے اور دائیں بائیں پھرتا تھا' آماجگاہ تھی۔

پھر حجازِ مقدس جائے نزولِ وحی اور دارِ ہجرت مدینہ منورہ میں سفر کیا تاکہ مزید علمی پیاس بجھائیں، تو وہاں آپ نے چار سال گزارے اور تمام امتحانات میں نمایاں و ممتاز پوزیشن سے کامیاب ہوئے۔ قرآنِ کریم بھی مسجد نبویؐ کے جوار میں حفظ فرمایا، پھر اپنے وطن واپس لوٹے اور دینی کتب کی تدریس میں مشغول ہو گئے۔ پس تمام فنون کی کتابیں نحو' صرف' بلاغت' ادب' فقہ' اُصولِ فقہ' منطق اور فلسفہ' درس کئے، یہاں تک کہ فضلِ خداوندی سے بڑے بڑے جامعات جیسے جامعہ دار العلوم حقانیہ میں شیخ الحدیث کے منصب تک پہنچے، پھر جامعہ امداد العلوم منتقل ہوئے اور آخر دم تک اسی منصب پر رہے۔ اتنی مصروفیات کے باوجود بھی دعوت الی اللہ کے وظیفہ پر کاربند رہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اُن کو قوتِ بیان اور دینی حمیت و شجاعت سے نوازا تھا۔ زمانہ ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ ہمیشہ شہادت کی تمنا رکھتے تھے، پس آپ کی یہ تمنا دوم رمضان ۱۴۲۸ھ کی شام کو پوری ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ان کو مغفرتِ واسعہ اور رحمتِ کاملہ نصیب فرماوے۔ اور آپ کے قابل فرزندوں مولانا فیض الحسن' مولانا عزیز الحسن' مولانا عابد الرحمٰن اور مولانا فخر الحسن کو اپنی رضا کی توفیق عطا فرماوے اور ان کو بہترین اسلاف کے لئے بہترین اخلاف بنائے اور ان کے علوم و اعمال میں

برکت عطا فرمائے اور آفات وعاہات، فتن ومحن سے ان کی حفاظت فرمائے اور ان کو دین کا تفقہ نصیب ہو، اور ان کو لوگوں کا محبوب بنادے اور لوگوں سے ان کو اونچا کردے۔

وصلى الله تعالى على أشرف رسله وخاتم أنبيائه

وعلى آله واصحابه اجمعين۔

قصیدہ

ولقد حادت قريحتى حينما سمعت النبأ المفجع بشهادته العظمى مساء اليوم الثانى من شهر رمضان المبارك سنة ١٤٢٨ هجريًا بهذه القصيدة العزائية وأود أن تستحلوها فى رسالتكم الموقرة "القاسم" المخصوصة بسيرة شيخنا الوقور مولانا حسن جان رحمه الله تعالى:

ياقاتلَ الصوم قد أفجعتَ رمضانا بقتلك الشيخَ مولانا حَسَنْ جانا

شیخ الحدیث مولانا حسن جان کو روزے کی حالت میں قتل کرنے والے ظالم! تو نے رمضان المبارک کو درد وکرب میں مبتلا کر دیا۔

ياباغىَ الشرِّ فى رمضانَ صِرتَ لظىً لَقَدْ ملأتَ قلوبِ الخلق أحزانا

رمضان کے مقدس مہینہ میں شر وفساد پھیلانے والے! اللہ تجھے جہنم کی آگ کا شعلہ بنائے، تو نے مخلوقِ خدا کے دلوں کو غم ورنج سے بھر دیا۔

ياقاسىَ القلبِ مااستحييتَ منْ رجل قد زانه النورُ إيماناً و عِرفانا

اے سنگدل قاتل! تجھے نورِ ایمان وعرفان سے منور شخصیت سے شرم وحیا کا احساس نہ ہوسکا۔

قدكان شيخًا مطاعًا مرشدًا و رِعًا رؤياهُ يُذكِرك اللهَ وِحدَانا

وہ تو شیخ الحدیث تھے وہ تو سب کے امیر تھے، رُشد وہدایت کے استاد متقی انسان تھے، جن کے دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔

ما كان قتلُ الفقيدِ قتلُ منطقةٍ بل قتلهُ زلزل الاكوانَ بُنيانا

محترم مولانا حسن جان کا قتل کسی ایک علاقہ کا قتل نہیں بلکہ اس کے قتل سے تو تمام دنیا میں زلزلہ برپا ہوا۔

یا للمآسی و یا للظلم منتشرًا فی أمة الخیرِ أقوامًا و أوطانا

ہائے ظلم و ستم چاروں طرف اُمتِ محمدیہ جو اُمتوں میں بہترین اُمت ہے اس کے اقوام و اوطان میں پھیل گیا۔

ألیس فی الشعب أبطالٌ ذوو هِممٍ أهل انتقامٍ لنصرِ الحق أقرانا

کیا مسلمان قوم میں اب عالی ہمت بہادر لوگ نہیں رہے جو دشمن سے انتقام لینے والے ہوں اور حق کی مدد کرنے میں بہادر شاہسوار ہوں؟

کخالدٍ و صلاحٍ ثم معتصمٍ صمصام ملحمةٍ للدینِ فرسانا

خالد بن ولید اور صلاح الدین ایوبی اور معتصم باللہ جیسے بہادر، جو جنگوں کے لئے ننگی تلوار اور دین کی حفاظت کے لئے یار و مددگار ہوں۔

لیجرفوا جورَ أهل الجورِ قاطبةً ویبسطوا الأمن فی أرجاءِ دُنیانا

تاکہ وہ ظالموں کے ظلم و ستم کو مٹا ڈالیں، اور امن و عدل کو دنیا کے کونے کونے میں پھیلا دیں۔

و کیف هانَ علی الارذال هَدمُهم جبالَ علم رجال الدین شجعانا

کمینہ اور ذلیل لوگوں کے لئے علم کے پہاڑوں اور دین کے نڈر علماءِ کرام کا قتل کرنا کتنا ہی آسان ہو گیا ہے۔

جیش الحکومةِ إن کانوا ذوی عددٍ فلا أریٰ فیهم للدینِ معوانا

حکومت کے عساکر اور فوج اگرچہ تعداد میں بہت زیادہ ہے، مگر مجھے ان میں دین کا مددگار اور غمگسار ایک بھی نظر نہیں آتا۔

صاروا عبیدًا لأهل الکفر یا أسفی ویل لقادتهم ذُلًّا و خُسرانا

ہائے افسوس سب کافروں کے غلام بن گئے ہیں، ہلاکت و بربادی ہے، ان کے قائدین و مسئولین کے لئے۔

یا شیخ إنك فی أعماقِ أفئدةٍ حی و تخلد فی التاریخ أزمانا

اے شیخ الحدیث مولانا حسن جان رحمہ اللہ! آپ ہمارے دلوں کی گہرائیوں میں زندہ ہیں اور تاریخ میں آپ کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

ما زلت حیاً و إن واراك إخوتنا   ابناءُ ك الغرُّ مثل الشمس لمعانا

آپ ہمیشہ زندہ رہیں گے اگرچہ ساتھیوں نے آپ کو قبر میں چھپا دیا ہے، آپ کے درخشندہ بیٹے جو سورج کی طرح چمک رہے ہیں آپ کے فیوض وبرکات کو پھیلاتے رہا کرینگے۔

أنت المنقّشُ فی ألواح أعیُننا   وذکرك الحِلوُ فی الأفواہِ برعانا

آپ ہماری آنکھوں کی تختیوں میں منقوش ہیں، اور آپ کا ذکر خیر، ہماری زبانوں پر ہماری نگہداشت کرے گا۔

لقد ترعرتَ فی بیئةٍ مُشرّفةٍ   أسلافك النخبُ للأخلاف میزانا

آپ ایک شریف خاندان میں پھلے پھولے ہیں، آپ کے موّقر اسلاف اپنے اہل وعیال کے لئے معیارِ سیرت وکردار تھے۔

یا ناشر السنة الغرّاء فی عِظةٍ   وقامع البدعةِ النکراءِ برھانا

آپ اپنے مواعظِ حسنہ میں سنتِ نبوی کو پھیلانے والے تھے، اور رسم و رواج وبدعات کو دلائل کی روشنی میں مٹانے والے تھے۔

کم من مجالسَ فی حفلات معرفةٍ   سبقتَ فیھا شیوخ العصر أعیانا

اور علم وعرفان کے کئی مجالس میں علماءِ زمانہ سے اپنے عالمانہ بیانات سے گوئے سبقت لے چکے ہیں۔

قدکنتَ صدر الصدورِ فی الندوات   زین المنابرِ رمز الفخرِ عنوانا

علمی محافل میں صدر محفل ہوتے تھے، منبروں کی زینت تمغاتِ فخر و مباحات میں عنوان کی طرح نمایاں نظر آتے تھے۔

کم من مدارسَ فی أرجاء منطقةٍ   أسّستھا لعِطاش العلم ریّانا

آپ نے علاقہ بھر میں کئی دینی درسگاہوں کا سنگِ بنیاد رکھا، جو تشنگانِ علم کو سیراب کرنے والے ہیں۔

قضیت عهدك الميمون فی شَرَفٍ   فی خدمة الملة البيضاءِ أزمانا

آپ نے اپنی مبارک زندگی کا مبارک دور ملتِ بیضاء کی خدمت میں پوری شرافت وعزت کے ساتھ بسر کیا۔

دامت مُودّتنا مذ أربعين سنه   فی الحَجّ والحلّ والترحال إخوانا

آپ کے ساتھ ہماری مودت ومحبت کا رشتہ مکمل چالیس سال رہا، حج، سفر وحضر میں ہماری زندگی بھائیوں کی طرح بسر ہوئی۔

يا أيا الحسن الأثار معذرةً   إذ ليس فی وُسعِنا جيشاً وسُلطانا

اے اچھے اعمالِ حسنہ کی نشانیاں چھوڑنے والے ہم معذرت خواہ ہیں کہ آپ کے قاتل سے انتقام نہ لے سکے، کیونکہ ہمارے بس میں نہ فوج ہے نہ حاکمِ وقت۔

ونسأل اللّٰهَ دومًا أن يصافحكم   فی زُمرةِ الحورِ غلماناً و رِضوانا

ہم ہمیشہ بارگاہِ الٰہی میں دست بدُعا رہیں گے کہ آپ کے ساتھ محفلِ حور میں غلمانِ جنت اور رضوان فرشتہ مصافحے کرتے رہیں۔

جزاك ربك فی الجنات رؤيتهٗ   وصحبةَ المُنعمين تكريماً وّإحسانا

اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اپنے دیدار سے سرفرازی بخشے اور آپ کو صحبۃ النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین (جو منعمین ہیں) کی نعمت سے نوازے۔

☆

قصیدۃ الترحیب

شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مدظلہ کی دعوت پر جامعہ احسن العلوم کراچی میں محدث کبیر حضرت مولانا سرفراز خان صفدرؒ کے ورودِ مسعود کے موقعہ پر حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب کا منظوم عربی استقبالیہ ---- !!

تتلاطمُ الأفراحُ فی الأرواحِ وتری السرورَ علا علی الأشباحِ

خوشیاں جانوں میں موجزن ہیں، اور مسرت اجسام میں نمایاں ہے

وجلتْ مَخَائِلُ نَهْضَةٍ عِلْمِيَّةٍ بِقدومِ مُحْيِ السُّنَّةِ الْوَضَّاحِ

علمی ترقی کے نشانات وشواہد ظاہر ہوئے (مولانا محمد سرفراز خان کی آمد پر) جو سنت نبویؐ کو زندہ کرنے والا خوبصورت

زینِ المعارف والعوارفِ والتُّقیٰ نعمان عصرٍ جهبذ جَحجاحِ

علوم وہدایت اور تقویٰ کی زینت، اور عصر حاضر کا امام ابوحنیفہ، اور سردار ہے۔

شمسِ المدارس والمجالس والهدیٰ وأمام أهل السنة المدّاحِ

مدارس ومجالس اور ہدایت کا سورج ہے، اہلسنت کا امام اور مدّاح ہے

كَشَفَ السِّتارَ عن الغوامضِ فی العلومِ ولمعضلاتِ الفقه كالمفتاحِ

جس نے علوم کے سربستہ پوشیدہ مسائل کو واضح فرمایا، اور فقہ کے مشکل مسائل حل کرنے کی کنجی ہے

ملأ المكاتب بالتآليف الّتی نالتْ قبولَ النّاس فی الأصلاحِ

جس نے اپنی تالیفات سے کتب خانے بھر دیئے ایسی تالیفات جو "اصلاح امت" کے سلسلہ میں قبولیت حاصل کر چکی ہیں

كَلَحَتْ وجوهُ بني القبور بنورها　　رفعتْ لِواءَ القاسم القمّام

ایسی تالیفات جنکی روشنی سے بریلویوں کے چہرے بگڑ گئے اور ان تالیفات نے مولانا محمد قاسم نانوتوی کے بلند کردہ جھنڈے کو سرفرازی بخشی

رادتْ مطاعنَ مُلحدين عن الألیٰ　　هُمْ أسسو ديوبندَ في الصحصام

ان تالیفات نے ان ملحدوں کے مطاعن وتشنیعات کو رد کر دیا، جنہوں نے دارالعلوم دیوبند کے مؤسسین پر لگائے تھے　　(صحصاح ہموار زمین)

حِصْن حصين للكتاب وسنّة　　ومنارُ علمٍ نوره لفلاحِ

دارالعلوم دیوبند قرآن وسنت کا ایک مضبوط قلعہ ہے، اور علم کا مینار ہے، جس کا نور دارین کی کامیابیوں کا ذریعہ ہے

نورٌ أضاءَ الهندَ ثمّ عوالماً　　وأنارَ سهْلَ الأرضِ والأكامِ

جس کی روشنی نے ہند اور تمام جہانوں کو روشن کیا اور جس نے ہموار زمین اور پہاڑوں کو منور کیا۔

وسقى الالٰهُ ضريحَ قاسمِ والرشيدْ　　بمياه نهر الجنّة الفخفاخِ

اللہ تعالیٰ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے قبور کو جنت میں نہر فخفاخ سے سیراب فرمادے

وأثابَ شيخ الهند أعطرَ حلّةٍ　　وأنارَ أنور شاهَ كالمصباحِ

اور حضرت شیخ الہندؒ کو جنتی لباس معطر عطا فرمادے، اور حضرت شاہ انور شاہؒ کو مصباح

جیسا منور فرمادے۔

وأرواح روح حسین احمد ذی التقیٰ   بطلَ الجهاد وللهدی رضائم

اور حضرت مولانا حسین احمدؒ کے روح طیب کو اخروی راحتوں سے نوازے۔ جو جہاد
کا مرد میدان ہے اور دشمنوں کو توڑنے والا ہے

وأفاض رأفته علی وجهٍ وجیهٍ   بلغتْ معارفه الی الضُّرامِ

اور اپنی رحمت اس حسین وجمیل (مولانا بنوریؒ) چہرے پر نازل فرمادے، جس کی
کتاب "معارف السنن" بیت المعمور تک رسائی حاصل کرچکی ہے

العلمُ یفخر والمدارس ترتقی   بورود شیخ صفدر فیاضِ

علم فخر کناں اور مدارس روبترقی ہیں، حضرت مولانا صفدر دامت برکاتہم کی تشریف
آوری سے جو بہت سخی ہے

طوبی لأبناء العلوم ورودہ   عید أتی ببشائر الأرباحِ

مبارک ہو علماء اور طلبہ کو ان کی تشریف آوری، جو در حقیقت ایک عید ہے جو دارین کے
منافع کی خوشخبریاں لے آئی ہے

وجزی لإله الجالبین لشیخنا   لاسیّما الزّرولی السمّاحِ

اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمادے جو حضرت شیخ کو کراچی کھینچ
لائے، بالخصوص مولانا زرولی خان صاحب جو حد سے زیادہ سخی ہیں

فله علی أبناء قاسم منّة   فهو الفتی المفتی وذو الأسجاحِ

کیونکہ مولانا قاسم نانوتویؒ کی روحانی اولاد پر اس کے احسانات ہیں، جو در حقیقت
ایک نوجوان (بہادر) مفتی ہے جو عفو و درگزر کرنیوالا ہے

فهو الذی أحیی المشاعرَ بعدما ماتتْ کنوم ظعنیۃٍ رَجّام

اس نے دیوبندیوں کے خوابیدہ احساسات وجذبات کو زندگی بخشی، جوایک فربہ معشوق کی طرح مستغرق نیند میں سوئے ہوئے تھے

الزارع الأزهار فی أحسنْ علومٌ ومرحّب الأسلاف کلَّ صَباحِ

جس نے ''احسن العلوم'' کے بقعہ مبارک میں پھولوں (طلبہ علماء) کی کاشت فرمائی ہے اورروزانہ بزرگوں کی آمدترحیب میں مشغول رہتاہے

یارب أدِمْ أبطال دیوبندٍ لنا واحفظهم فی عَیْشهم دُحْرامِ

اے میرے پروردگاردیوبند کے بہادرنڈرعلماء کوتادیرزندہ جاوید بنااورانکوفراخ زندگی کے ساتھ اپنی حفاظت سے نوازدے

(ماہنامہ القاسم اپریل ۲۰۰۴ء)

باب : ۴

سفرنامے

چھتیس سال قبل کا بغداد وایران

ماہنامہ القاسم کے ایک مخلص قاری نے مرکزِ علم دارالعلوم دیوبند کے ترجمان ''ماہنامہ دارالعلوم'' کے چند پرچے جامعہ ابوہریرہ کی لائبریری کیلئے بھیجے۔ ان میں شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ مدظلہ کا ایک قدیم مکتوب بھی مطالعہ کو ملا۔ جسے آج سے چھتیس سال قبل اپریل ۱۹۶۷ء میں ''دارالعلوم'' نے بڑی شہ سرخی اور اہتمام کے ساتھ شائع کیا تھا۔ نذرِ قارئین ہے۔ چھتیس سال قبل کے بغداد وایران کو آپ بھی ایک نظر دیکھ لیں .... (ادارۃ القاسم)

مدینۃ الاسلام بغداد :

۲۵؍رمضان المبارک ۱۳۸۶ھ! کافی دن گزرنے کے بعد آج آپ سے تحریری ملاقات، ومخاطبت کا شرف حاصل کررہا ہوں۔ روزانہ کوئی موقع تلاش کرتا رہتا ہوں کہ آپ کو کوائف نامہ ارسال کروں، مگر فرصت نہیں ملتی، بسوں میں دن رات سفر کرنے سے مسافر کو فرض نماز پڑھنے کا بمشکل موقع ملتا ہے اور اگر دو تین دن بعد کسی منزل پر رکنا بھی پڑتا ہے

تو وہاں چند گھنٹے آرام اور پھر وہاں کے مشاغل اور قابل دید مقامات دیکھنے میں وقت صرف ہو جاتا ہے ....

اذا وصف النّاس أشواقهم　　　　فشوقي لوجهك لا يوصف

وأحسن من هذا ماقال قائل و كانه قال في حقي ....

الشوق فوق الذی أشکو الیك　　　　وهل تخفی الیك صبا بتی وأشواقی

یہ خط قطب العصر امام الالیاء حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ سے لکھ رہا ہوں۔ بغداد میں ۲۱ ر رمضان المبارک کو بخیریت پہنچ گیا ہوں۔ دو دن کاظمین (جو بغداد کا ایک محلہ ہے اور یہاں سے تین چار میل دور ہے) کے ایک ہوٹل میں قیام رہا۔ وہاں شیعہ آبادی ہے۔ حضرت موسیٰ کاظم کا ایک بہت بڑا مزار ہے جس کے مینار اور دروازے، قبر کی جالی تمام سونے کے ہیں۔ شیعہ مردوں اور عورتوں کا وہاں ہر وقت ہجوم رہتا ہے۔ وہ قبر کے اردگرد طواف کرتے ہیں۔ اس مزار کے قریب حضرت امام ابو یوسفؒ کا مزار ہے۔ جہاں احناف کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے، مگر میں اب تک ان کے روضہ کی زیارت سے مشرف نہیں ہوسکا۔ اپنے روحانی شیخ اور امام جن کی فقہ بچپن سے لے کر اب تک پڑھتے رہے اور ان کے تقویٰ وفتویٰ، پختہ دلائل اور متعارض روایات میں عمدہ تطبیق اور دیگر علمی وعملی کارہائے نمایاں سے دل میں ان کی عزت واحترام اور ان سے جو محبت تھی وہ ان کے مرقد مبارک پر جا کر اور زیادہ پختہ ہوئی۔ میں عشاء کی نماز کے لیے وہاں گیا، مگر جب پہنچا تو نماز ہوگئی تھی۔ خادم کو کہا تو اس نے مزار کا دروازہ کھولا، مسنون سلام اور دعا کی، فاتحہ، درود اور قرآن مجید کی چند سورتیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب کے لیے دل سے بے اختیار دعائیں نکلیں کہ ان کی آغوش تربیت میں رہ کر اس صاحب

روضہ امام ابوحنیفہ کے قوی مسلک اور ٹھوس براہین کا علم ہو گیا ہے۔ بحمد اللہ امام الفقہاء کا روضہ بدعات ورسومات سے پاک ہے۔ یہاں دیگر مزارات کی طرح مرد وزن کا اختلاط نہیں، اور نہ طواف کی ناجائز رسم اور موم بتی جلانے کا رواج۔ قبر مبارک کی جالی پر اللہ تعالیٰ کے ۹۹ اسماء حسنیٰ پیتل سے لکھے گئے ہیں اور ان کے نیچے یہ عبارت لکھی گئی ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم

انما يخشى الله من عباده العلماء وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم علماء أمتي كأنبياء بني أسرائيل وقال لو كان العلم بالثريا لناله رجال من فارس هذا مرقد الأمام الأعظم المجتهد الأقدم أبي حنيفة النعمان بن الثابت الكوفي كانت ولادته سنة ثمانين ووفاته رحمه الله ورضي عنه سنة خمسين و مائة و مما فيه قيل............

اذا ما الناس فقها قايسونا	بآبدة من الفتيا ظريفه
أتيناهم بمقياس عتيد	يصيب من طراز أبي حنفيه
يذل له المقياس حين يفتي	ويدهش عنده الحجج الضعيفه
ولم يقس الامور على هواه	ولكن قاسها بتقى و خيفه
فاوضح للخلائق مشكلات	نوازل كنّ قد تركت وقيفه
روى الآثار عن نبلٍ ثقات	غزار العلم مُشْيَخَةٍ حصيفه
و أن أبا حنيفة كان بحراً	بعيد الغور قُرْضَتُه نظيفه

و قد جدّد العلم بعد اندراسه ومحو اثاره في ظلّ جلالة مليك البلاد العراقية الملك العربي الهاشمي المعظم صاحب الجلالة سيدنا فيصل

بن الحسین ادام اللہ بالعز والسعادۃ ایامہ وخلد الملک فیہ وفی عقبہ الی یوم القیامۃ و کان ذلک فی سنۃ سبع واربعین وثلث مائۃ والف من الھجرۃ من لہ العز و الشرف من ھجرۃ النبی العربی الھاشمی الکریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وسلم۔

یہ مبارک مرقد ایک کمرہ کے اندر ہے جس کی لمبائی چوڑائی بیس فٹ ہے یہ کمرہ ایک عظیم جامع مسجد کی جانب جنوب میں واقع ہے۔ یہاں کا خطیب شیخ عبدالقادر ہے۔ جو ایک معمر عالم ہے، اس محلہ کو اعظمیہ کہتے ہیں اور یہاں احناف کی کثیر تعداد موجود ہے، اعظمیہ دریائے دجلہ کے ساحل پر آباد ہے۔ دجلہ دریائے لنڈا سے چوڑائی میں کم ہے۔ دجلہ کے کنارے تفریح گاہیں، ہوٹل، باغات موجود ہیں، سنا ہے کہ بطل اسلام شیدائے کتاب وسنت حضرت امام احمد بن حنبلؒ اور مجتہد اعظم حضرت امام محمدؒ کی قبور بھی دجلہ کے کنارے پر ہیں۔ قطب دوراں شیخ شبلیؒ اور ابراہیم بن ادھمؒ، امام کرخیؒ، حضرت سلمان فارسیؓ کے مزارات بھی یہاں سے کچھ فاصلہ پر ہیں، مگر اب تک وہاں جانے کا موقع نہیں ملا۔

کاظمین میں دو دن کے قیام کے بعد یہاں محلہ باب الشیخ میں کرایہ کا ایک مکان مل گیا ہے۔ ماہوار ایک دینار کرایہ ہے، یہاں ایک دینار پاکستان کے بیس روپے بنتے ہیں، صاحب مکان ایک بلند اخلاق انسان ہے۔ تراویح کے بعد جب میں اپنے مکان میں چلا گیا، جس کمرہ میں میرا قیام ہے وہاں الماری میں ٹیلی ویژن پڑا ہوا ہے، اس نے ٹیلی ویژن لگایا اور کہا کہ آپ کو یہاں کے مشائخ کی تقریر سناتا ہوں۔ چند سیکنڈ میں یہاں ایک مشہور عالم نے رمضان کے فضائل و برکات

کا بیان شروع کیا، جو سامنے ایسا نظر آتا تھا، گویا ہمارے ساتھ مخاطبہ کر رہا ہے۔ اس نے دوران تقریر میں شراب کی مذمت بیان کی اور شرعی نقطہ نگاہ سے اس کی قباحت بیان کی۔ پھر اس نے ایک ڈاکٹر سے جو اس کے ساتھ بیٹھا تھا، جسمانی، اقتصادی خرابیاں جو شراب سے پیدا ہوتی ہیں، دریافت کیں۔ اس نے مدلل طور پر انگریز ڈاکٹروں کے حوالے سے شراب نوشی کے مضرات بیان کئے۔ ٹیلی ویژن کا یہ منظر اگر چہ تہران میں بھی دیکھا تھا مگر یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اس کے ذریعہ قرآن وحدیث کی کچھ اشاعت ہو رہی ہے۔ کاش! ہمارے پاکستان میں بھی اسے دین کی اشاعت کے لیے استعمال کیا جائے۔

کل یہاں عصر کی نماز کے بعد ایک مصری عالم نے غزوہ بدر اور فتح مکہ کے حالات کو موثر انداز میں بیان کیا۔ حضرت الشیخ جیلانیؒ کی مسجد میں ہر وقت بہترین قاری اور جید مشائخ تبلیغ کرتے رہتے ہیں، جس سے طبیعت بہت متاثر ہوتی رہتی ہے، یہاں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، البتہ صبح کے وقت شوافع غلس میں نماز پڑھتے ہیں اور احناف اسفار میں۔ حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مزار صبح اور عشاء کی نماز کے بعد کھلتا ہے، ہزاروں لوگ زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں۔ مزار کی جالی پر اسماء حسنٰی کے نیچے یہ عبارت درج ہے:

انا من رجال لا یخاف جلیسهم ریب الزمان ولا یری مایرهب

أفلت شموس الأولین و شمسنا ابداً علی افق العلیٰ لاتغرب

علی بابنا قف عند ضیق المناهج تفز بعلیّ القدر من ذی المعارج

ایں خوابگہ حضرت غوث الثقلین است نقد کمر حیدر و نسل حسنین است

مادرش حسینی نسب است و پدر را زاولاد حسین یعنی کریم الابوین است

یہاں کا ماحول علمی استفادہ کے لیے بہت اچھا ہے۔ مصر کے مبلغین یہاں موجود ہیں اور مختلف موضوعات پر از نماز عصر و مغرب تقریریں کرتے ہیں۔ یہاں باب الشیخ میں طلبہ علوم دینیہ کی بھی تربیت گاہ موجود ہے، شوق ہے کہ کسی وقت ان کے اسباق سن لوں۔ بغداد کے سنی حضرات بہت خوش خلق، نیک اور دیانت دار ہیں۔ شیعہ لوگ قدرتی طور پر بدخو اور سنگدل ہیں، زاہدان میں ایک بڑی جامع مسجد موجود ہے، جس کے خطیب مولانا عبدالعزیز صاحب ہیں۔ تبلیغی جماعت کے دورے پر پشاور بھی آئے ہیں اور ہمارے دارالعلوم حقانیہ سے آگاہ ہیں، بڑے عالم اور مبلغ ہیں۔ ایران کے ساحلی علاقہ پر بلوچ آباد ہیں اور تمام حنفی ہیں۔ جس طرح پاکستان میں بلوچستان کا ایک وسیع علاقہ ہے۔ اس طرح ایران میں بھی بلوچستان کا بڑا صوبہ ہے۔ ایران میں کھانے کی چیزیں بہت مہنگی ہیں۔ یہاں عراق میں بہت سستی ہیں وہاں صرف ظاہری صفائی مکانات کی چمک دمک ہے، جہاں بھی جائیں "یا علی" کی آوازیں سنیں گے۔ بس میں سفر کریں گے تو "یا علی" کے نعرے، ریڈیو سے "یا علی"، بعض ہوٹلوں میں نے خود دیکھا کہ علی کو اوپر لکھا گیا ہے اور اللہ کو نیچے۔ ہم جس بس پر تہران سے آئے، اس میں ڈرائیور ہر وقت یہ ریکارڈ لگا تا تھا، جس میں یہ شعر بھی تھا......

علی اول علی آخر هو الباطن هو الظاهر

امامت را علی والی نبوت را علی والی

شیعہ باجماعت نماز نہیں پڑھتے۔ ان کے نزدیک امامت حضرت زین العابدین کے بعد ختم ہوگئی ہے، اگر کسی شیعہ کو باجماعت نماز پڑھنے کا شوق ہوتا ہے تو وہ

کسی بچے کو کرسی پر بٹھا کر اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے کیونکہ وہ بچہ معصوم ہے اور معصوم کے پیچھے ان کی اقتداء صحیح ہے، ایران کی آبادی دو کروڑ پچاس لاکھ ہے، جس میں صرف ۳۰ لاکھ سنی ہیں اور بیس لاکھ میں سے کچھ پادری، یہودی، آرین، بہائی، سکھ، گبر وترسا وغیرہ موجود ہیں۔ باقی دو کروڑ شیعہ ہیں۔

یہاں تصویر اور پرستی بت پرستی کا منظر ہر جگہ نمایاں ہے، ہر چوک میں کسی نہ کسی بادشاہ یا وزیر کے مجسمے موجود ہیں۔ حضرت آدم اور حوا کے فوٹو ہر جگہ بکتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ جب طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں نے پتھر برسائے تو اس حالت کے فوٹو بھی ایران کے ہوٹلوں میں آویزاں ہیں۔ ایک فوٹو ایسا بھی دیکھا کہ حضور ﷺ بیٹھے ہیں ان کے ایک طرف حضرت فاطمہؓ اور دوسری طرف حضرت حسنؓ، حسینؓ بیٹھے ہیں اور پیچھے حضرت جبرائیل کھڑے ہیں۔ یہاں دین کی بڑی بے ادبی ہو رہی ہے۔ کتب فروش جو فٹ پاتھ پر ہوتے ہیں۔ قرآن مجید کے نسخے زمین پر رکھتے ہیں۔ یہاں معتبر ذرائع سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ایک دفعہ یہاں ایک شیعہ کی آخری حالت تھی، اور اس کے احباب واقارب اسکی چارپائی کے ارد گرد بیٹھے تھے۔ ہر ایک اس قریب الموت کو کہتا، آغا علی بگو، آغا علی بگو، تا جان بآسانی برآید۔

ان کی اذان بھی انوکھی قسم کی ہے۔ اذان دیتے وقت ایک ہاتھ کان میں اور ایک ہاتھ میں سگریٹ، جب ایک کلمہ پڑھ لیتے ہیں، تو سگریٹ کا کش لگاتے ہیں اور اگر کوئی دوست آجائے تو موذن کو دوران اذان کہتا ہے، آغا حال شما خوب است، موذن جواب دیتا ہے، خیلے ممنون میرسی۔

میرسی غالباً فرانسیسی لفظ ہے جو ایران میں بہت رائج ہے، مشہد میں مشہور

مزار حضرت امام رضا رحمۃ اللہ علیہ پر اگر کوئی آئے تو وہاں کئی مزدور کھڑے ہوتے ہیں اور ہر ایک زائر کو کہتے ہیں کہ میں آپ کو سلام پڑھاؤں گا، خاص کلمات ہیں جو انہوں نے یاد کئے ہوئے ہیں، ہم کو بھی کہا مگر ہم نے انکار کیا، وہ کہنے لگا کہ تمہارا اسلام درست نہیں۔ صرف چند ٹکوں کی خاطر وہ بہت غصہ ہوا۔

ایک سنی مشہد کے مزار میں گیا تو ایک شیعہ سلام خواں نے اس سے نام دریافت کیا۔ اس نے کہا میرا نام محمد اشرف ہے، وہ دلال بہت غصہ ہوا اور کہا جو نام میں بتاؤں وہ رکھنا، کہا غلام علی نام رکھ دو، محمد اشرف نے کہا نہیں، پھر کہا غلام حسین، غلام حسن، غلام رضا، محمد اشرف نے کہا محمد اشرف نام پر مجھے فخر ہے، عام لوگ ایران کی بہت تعریفیں کرتے ہیں۔ وہ بے چارے یہاں کی ظاہری دلفریبیوں کے شکار ہوجاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں پاکستانیوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مگر جب کوئی پاکستانی وضو کرے یا نماز پڑھے تو پھر ہنستے ہیں۔ میر جادہ جو ایران کی سرحد ہے، وہاں روزہ داروں کا جبراً روزہ توڑ دیا جاتا ہے۔ مجھے بھی وہاں کے ڈاکٹر نے کہا کہ یہ گولیاں کھاؤ۔ میں نے کہا روزہ ہے، کہنے لگا، آپ کو یہ دوائی کھانی ہوگی۔ ورنہ شام تک یہاں بیٹھے رہو گے، میں نے کہا بہت اچھا۔ زاہدان آکر معلوم ہوا کہ بہت سے حاجیوں کے روزے وہاں تڑوائے گئے ہیں۔

سبزوار کے ایک ہوٹل میں ایک شیعہ نے ہم سے پوچھا کہ شما مسلمان ہستید یا شیعہ۔ میں نے جواب دیا کہ شیعہ نزد شما مسلمان نیستند؟ وہ خاموش ہوگیا پھر اس آدمی نے کچھ دیر بعد پوچھا، شما لعنت بر عمرؓ می فرستید (العیاذ باللہ) ہم نے کہا اگر عمرؓ (خاکم بدہن) مستحق لعنت بودے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، دختر خوردم کلثومؓ را در عقد وے اد

چڑھادے۔ یعنی اگر حضرت عمرؓ لعنت کے مستحق ہوتے تو حضرت علیؓ اپنی بیٹی ام کلثوم کو ان کے عقد میں کیوں دیتے۔

مشہد، شیراز، کرمان، اہواز، آبادان، تبریز، تہران، قم، ہمدان، کرمان شاہ، اصفہان جس کو نصف جہاں کہتے ہیں، دیکھنے کے قابل شہر ہیں۔ ہم نے تو صرف سرسری نگاہ سے شہر دیکھے۔ پورے طور پر دیکھنے کا موقع نہیں ملا۔ سب سے زیادہ خوبصورت شہر تہران ہے، صاف ستھری سڑکیں، کشادہ راستے، ہوٹلوں میں مکمل صفائی آرام دہ بسیں، سستے کرایہ پر چلنے والی بہترین کاریں، قابل تعریف ہیں۔ یہاں کا یہ امر بھی قابل تقلید ہے کہ ایرانیوں کے حقوق بہت محفوظ ہیں، حالانکہ شہنشاہیت ہے، مگر ایک چپڑاسی کو بھی اپنے حقوق کے مطالبہ کا حق حاصل ہے۔ پولیس کا بڑے سے بڑا افسر کسی ٹیکسی والے کو جبراً اپنی بیگار میں نہیں رکھ سکتا۔ ٹریفک کا انتظام بہت شاندار ہے، یہاں "بدست راست برو" کا معاملہ ہے، دائیں طرف ٹریفک ہے اور عراق میں بھی دائیں طرف ٹریفک ہے۔

آج اتفاقاً یہاں کے مدرسہ القادریہ باب الشیخ کے دیکھنے کے لئے گیا۔ عربی طلبہ سے بات چیت ہوئی۔ ان سے معلوم ہوا کہ یہاں دو پاکستانی طلبہ ہیں، وہاں جا کر ان سے ملاقات کی۔ اس کمرے میں جامعہ ازہر کا ایک فاضل بھی بیٹھا تھا۔ اس فاضل نے مجھ سے اردو میں پوچھا کہ آپ کہاں کے باشندے ہیں، میں نے کہا پشاور کے ضلع میں اکوڑہ خٹک ایک گاؤں ہے، وہاں کا رہنے والا ہوں اور وہاں ایک مذہبی ادارہ ہے، اس کا ایک ادنیٰ مدرس ہوں اس نے کہا آپ کا نام شیر علی شاہ تو نہیں؟ میں نے کہا آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ اس نے کہا میں نے آپ سے کافیہ پڑھا ہے اور

دارالعلوم حقانیہ میں ایک سال استفادہ کر چکا ہوں۔

خوشی اس بات پر ہوئی کہ وہ جامعہ ازہر سے فارغ ہوا ہے، اور بحمد اللہ مسنون داڑھی سے اس کا چہرہ مزین ہے، یہ فاضل محمد لقمان ہزارہ کا باشندہ ہے، اور وہاں اس کا نام کچھ اور تھا، بعد میں تبدیل کیا ہے، اب یہاں عراق یونیورسٹی میں اس کو داخلے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ پاکستانی طلبہ نے کہا کہ آؤ ہم آپ کو اپنے ایک بزرگ سے ملاقات کرائیں، چنانچہ ان کے ساتھ ایک کمرہ میں داخل ہوئے، دیکھا ایک معمر عالم ایک طالب علم کو سیرۃ کی کتاب پڑھا رہا ہے، اس نے درس بند کیا۔ ہم نے کہا انہیں اپنا سبق پورا فرمائیں۔ وہ ان کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا واقعہ بیان کر رہے تھے۔ اور ایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے اونٹنی کے اٹھنے بیٹھنے کا اور مدینہ منورہ کی بچیوں اور بچوں کے استقبال کے اشعار تفصیل سے بیان کئے۔ درس سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے بتایا کہ یہ ہمارا استاد ہے آپ سے ملنے کے لیے آیا ہے۔ کہا میں خود علماء کی زیارت کا مشتاق ہوں اور پھر فرمایا کہ زیارت اموات سے غرض موت کو یاد کرنا ہے اور زیارت صلحاء اور علماء سے اپنے آپ کو روحانیت میں رنگنا ہے۔ میں نے ان سے کہا مدت سے بغداد دیکھنے کی تمنا تھی، وہ خداوند قدوس نے پوری فرمائی۔

فرمایا، ہاں انسان کی مختلف اوقات میں مختلف تمنائیں ہوتی ہیں اور تبدل اطوار سے متمنیات بدلتے رہتے ہیں۔ پہلے کسی عالم کی زیارت کی تمنا ہوتی ہے، پھر آہستہ آہستہ کسی عالم ربانی کی دید کی تمنا ہوتی ہے اور آخر جا کر یہ تمنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور اللہ تعالیٰ کے دیدار حاصل ہونے سے ختم ہوگی۔ ازہر کے اس فاضل نے پوچھا کہ قبروں سے مرادیں مانگنا، ولی کو حاضر وناظر سمجھنا کیسا ہے، اس نے فرمایا غلط

ہے، کفر ہے، لاخالق الا اللہ (کوئی پیدا کرنے والا سوائے خدا کے نہیں)

اور فرمایا کہ ہم حضور ﷺ کو جو افضل خلق اللہ ہیں، قاضی الحاجات اور حاضر وناظر نہیں مانتے، اوروں کو کیسے مانیں اور پھر فرمایا بعض لوگ تصوف کے منکر ہیں، مگر ہم تو وسط طریق پر ہیں، ہم بزرگوں کی کرامات مانتے ہیں اور اس پر قرآن واحادیث سے استشہادات بیان کئے۔ پھر طریقت کے فوائد بیان کئے۔ میں نے کہا دارالعلوم دیوبند کے ایک بڑے عالم ربانی اور قطب دوران مولانا رشید احمد گنگوہی سے کسی نے پوچھا: ما الفرق بین الشریعة والطریقة؟ (شریعت اور طریقت میں کیا فرق ہے؟) تو انہوں نے جواب دیا: بینھما نسبة المخدومیة والخادمیة (ان میں ایک خادم اور دوسرا مخدوم ہے) یہ سن کر بہت خوش ہوئے، پھر مجھ سے پوچھا کہ مشغلہ کیا ہے میں نے کہا کہ علم دین کا ایک خادم اور دارالعلوم حقانیہ میں ایک معمولی مدرس ہوں، پھر دارالعلوم حقانیہ کے احوال وکوائف طلبہ کی تعداد، طرز تعلیم، مسلک، تاریخ تاسیس اور سالانہ مصارف کا حال پوچھا اور کہا کہ آمدنی کہاں سے ہے، میں نے کہا پاکستان کے مسلمان حسب استطاعت اعانت کرتے ہیں۔ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ عوام کی خوش قسمتی ہے کہ ان کی کمائی صحیح مصرف میں خرچ ہورہی ہے۔ میں نے پھر ان سے کہا دارالعلوم حقانیہ کے بانی اور مدیر خود ایک عالم ربانی ہیں اور علماء ربانیین سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ آپ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی مولانا عبدالحق صاحب وارا کین واساتذہ طلبہ ومعاونین کے لیے دعائیں فرمائیں۔

چنانچہ اسی وقت درود اور فاتحہ پڑھ کر جامع مانع دُعا فرمائی اور مولانا عبدالحق صاحب کا اسم گرامی لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کی حیات طیبہ کو اشاعت دین میں صرف

فرمادے اور دینی عزائم میں کامیابی بخشے۔ فرمانے لگے کہ اس دور میں علماء حقانی کا وجود مغتنمات میں سے ہے، پھر میں نے ان سے امام احمد بن حنبلؒ کے روضہ کے بارہ میں پوچھا کہ کہاں پر ہے، تو شیخ عبدالکریم الکردی مدظلہ نے المناک لہجہ میں جواب دیا کہ ۱۳۵۰ھ میں، میں اپنے استاد کے ہمراہ ان کی زیارت کرنے کے لیے گیا توان کا روضہ دریائے دجلہ کے کنارہ پر بہت بوسیدہ اور شکستہ حالت میں تھا۔ انہوں نے وہاں کے لوگوں سے کہا یا تو اس کے نیچے مضبوط دیوار اٹھائیں یا اسے کسی دوسری محفوظ جگہ منتقل کردیں، مگر کسی نے اس طرف توجہ نہ کی اور افسوس وحسرت ہے کہ دجلہ میں سیلاب آنے کی وجہ سے ان کا روضہ دریا میں بہہ گیا اور پھر فرمایا کہ یہ وہ شیخ تھے، جن کے بارے میں امام شافعیؒ جب یہاں سے جارہے تھے تو فرمایا تھا : ما ترکت فی بغداد افقه من احمد بن حنبل۔ (میں نے بغداد میں امام احمد بن حنبلؒ سے زیادہ فقیہ نہیں دیکھا)

مزید انہوں نے بتایا کہ حذیفہ بن یمان صاحب اسرار رسول ﷺ کا روضہ بھی ان کے قریب تھا مگر جب حکومت کو امام احمد بن حنبلؒ کے روضہ کے بہہ جانے کا علم ہوا تو حضرت حذیفہؓ کا مزار وہاں سے اٹھا کر سلمان فارسیؓ کے روضہ کے قریب ان کو لایا گیا، جو یہاں سے تقریباً ایک گھنٹہ کے سفر پر دور ہے۔ یہاں بغداد میں مولف قدوریؒ، صاحبؒ روح المعانی، شیخ شبلیؒ، شیخ جنید بغدادیؒ، معرف کرخیؒ، امام زین العابدینؒ کے چار صاحبزادوں کے مزارات ہیں، ابراہیم بن ادھمؒ کا روضہ بھی یہاں ہے، یہاں سے کربلا، نجف کو بس میں ایک روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ کوفہ بھی قریب ہے۔ بصرہ تک موٹر میں چھ گھنٹے کا راستہ ہے۔ علماء کرام اور مشائخ بغداد سے ابھی تک

ملاقات نہیں ہوئی۔ شیخ کردی مدظلہ، ایک بہت بڑے بزرگ اور علوم ظاہریہ، باطنیہ کے عالم ہیں، منطق و فلسفہ میں خاص مہارت رکھتے ہیں، رخصت ہوتے وقت انہوں نے فرمایا کہ آپ سے کسی وقت تفصیلی باتیں کروں گا۔ میں نے کہا یہ تو میری سعادت ہوگی اور اس راستہ سے سفر کرنے کا ثمرہ ہوگا۔

اب عشاء کی اذان ہو رہی ہے۔ ستائیسواں روزہ ہے، یہاں روزہ منگل کا تھا۔ سندھی لوگوں کے ہجوم در ہجوم آرہے ہیں، ہر سندھی کے ساتھ دو عورتیں اور پانچ پانچ، چھ چھ بچے ہوتے ہیں یہاں آکر بھیک مانگتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ لوگ گلگت وغیرہ سے آکر یہاں بھیک مانگتے ہیں جو پاکستان کے لیے بدنامی کا باعث ہے۔ ان کی وجہ سے دیگر زائرین کو سخت پریشانیاں درپیش ہیں۔ سفارت خانے چلے جائیں تو سندھیوں کی لائنیں لگی ہوتی ہیں۔ (ماہنامہ القاسم مارچ ۲۰۰۲ء)

☆

کافی دن گزرنے کے بعد آج آپ سے تحریری ملاقات کا شرف حاصل کر رہا ہوں روزانہ کوئی موقع تلاش کرتا رہتا ہوں کہ آپ کو کوائف نامہ ارسال کروں مگر فرصت نہیں ملتی بسوں میں دن رات سفر کرنے سے مسافر کو فرض نماز پڑھنے کا بمشکل موقع ملتا ہے، اور اگر دو تین بعد کسی منزل پر رکنا بھی پڑتا ہے، تو وہاں چند گھنٹے آرام اور پھر وہاں کے مشاہدات اور قابل دید مقامات دیکھنے میں وقت صرف ہو جاتا ہے۔

إذا وصف الناس أشواقهم فشوقي لوجهك لا يوصف

وأحسن من هذا ما قال قائل وكأنه قال في حقي ....

الشوق فوق الذي أشكو إليك وهل تخفى عليك صباباتي وأشواقي

یہ خط قطب العصر امام الاولیاء حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کے روضہ سے لکھ رہا ہوں۔ بغداد میں ۲۱ رمضان المبارک کو بخیریت پہنچ گیا ہوں، دو دن کاظمین (جو بغداد کا ایک محلہ اور یہاں سے تین چار میل دور ہے) کے ایک ہوٹل میں قیام رہا، وہاں شیعہ آباد ہیں۔ حضرت امام موسیٰ کاظم کا ایک بہت بڑا مزار ہے، جس کے مینار اور دروازے قبر کی جالی تمام سونے کے ہیں۔ شیعہ مردوں اور عورتوں کا وہاں ہر وقت ہجوم رہتا ہے، وہ قبر کے ارد گرد طواف کرتے ہیں، اس مزار کے قریب حضرت امام ابو یوسف کا مزار ہے، یہاں احناف کی ایک چھوٹی سی مسجد ہے مگر میں اب تک ان کے روضہ کی زیارت سے مشرف نہیں ہو سکا۔ اپنے روحانی شیخ اور امام جنکی فقہ بچپن سے لیکر اب تک پڑھتے ہیں اور ان کے تقویٰ وفتویٰ، پختہ دلائل اور متعارضہ روایات میں عمدہ تطبیق اور دیگر علمی وعملی کارہائے نمایاں سے دل میں ان کی عزت واحترام اور ان سے جو محبت تھی وہ ان کے مرقد مبارک پر جا کر اور زیادہ پختہ ہوئی۔ میں عشاء کی نماز کے لیے وہاں گیا مگر جب پہنچا تو نماز ہو گئی تھی، خادم کو کہا تو اس نے مزار کا دروازہ کھولا، مسنون سلام اور دعا کی۔ فاتحہ درود اور قرآن مجید کی چند سورتیں پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگیں، حضرت الاستاد شیخ الحدیث دامت برکاتہم کے لیے دل سے بے اختیار دعائیں نکلیں کہ ان کی آغوش تربیت میں رہ کر اس صاحب روضہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کے قوی مسلک اور ٹھوس براہین کا علم ہو گیا، بحمد اللہ امام الفقہاء کا روضہ بدعات ورسومات سے پاک ہے، یہاں دیگر مزارات کی طرح مرد وزن کی اختلاط نہیں اور نہ طواف کا ناجائز رسم اور نہ موم بتی جلانے کا رواج۔ قبر مبارک کی جالی پر اللہ تعالیٰ کے ۹۹ اسماء حسنیٰ پیتل سے لکھے گئے ہیں اور ان کے نیچے یہ عبارت لکھی گئی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم إنما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء وقال رسول اللّٰہ ﷺ: علماء أمتي کأنبیاء بني إسرائیل وقال: لو کان العلم بالثریا لناله رجال من فارس هذا مرقد الإمام الأعظم والمجتهد الأقدم أبی حنیفة النعمان بن الثابت الکوفی کانت ولادته سنة ثمانین ووفاته رحمه اللّٰہ ورضی عنه سنة خمسین ومائة ومما فیه قیل.......

إذا ما الناس فقها قایسونا	بآبدة من الفتیا ظریفه
أتینا هم بمقیاس عتید	مصیب من طراز أبی حنیفه
یذل له المقاییس حین یفتي	ویدهش عنده الحجج الضعیفه
ولم یقس الأمور علی هواه	و لکن قاسها بتقی وخیفه
فأوضح للخلائق مشکلات	نوازل کن قد ترکت وقیفه
روی الآثار عن نبل ثقات	غزار العلم مشیخة حصیفه
و أن أبا حنیفه کان بحراً	بعید الغور فرصته نظیفه

و قد جدد العمل بعد إندراسه و محو آثاره فی ظل جلالة ملیك البلاد العراقیة الملك العربی الهاشمی المعظم صاحب الجلالة سیدنا فیصل بن الحسین أدام اللّٰہ بالعز والسعادة أیامه وخلد الملك فیه وفی عقبه إلی یوم القیامة وکان ذالك فی سنة سبع وأربعین وثلاث مائة وألف من هجرة من له العز والشرف من هجرة النبي العربی الهاشمی الکریم ﷺ۔

یہ مبارک مرقد ایک کمرے کے اندر ہے جس کی لمبائی چوڑائی بیس فٹ ہے، یہ کمرہ ایک عظیم جامع مسجد کی جانب جنوب میں واقع ہے، یہاں کا خطیب شیخ عبدالقادر ہے جو ایک معمر عالم ہے۔ بہت حسین وجمیل ہے اور خوبصورت داڑھی سے

مزین ہے۔ یہاں بغداد میں اب تک میں نے صرف تین علماء کرام ایسے دیکھے جنکی مسنون داڑھیاں ہیں۔ اکثر ریش تراشیدہ ہیں۔ شیخ عبدالکریم الکردی اور شیخ عبدالعزیز البدری جو اخوان المسلمین کے بڑے لیڈر ہیں۔ اور اس کی ''کتاب الاسلام بین العلماء والاحکام'' آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ دیگر بڑے بڑے علماء، خطباء، ائمہ مساجد محلوق اللحیہ ہیں۔ محترم مولانا میاں عبداللہ کا کاخیل صاحب نے مجھے اپنے ایک دوست کیلئے سوہن حلوہ کے ڈبے دیئے تھے، جس کا نام عبدالرحمن السامرائی ہے، میں جب اس کے دولتکدہ پر حاضر ہوا تو وہ خود اپنی داڑھی کے حلق میں مصروف تھا۔ اس محلہ کو اعظمیہ کہتے ہیں اور یہاں احناف کی کثیر تعداد موجود ہے۔ اعظمیہ دریائے دجلہ کے ساحل پر آباد ہے دجلہ دریائے لنڈا سے چوڑائی میں کم ہے، دجلہ کے کنارے تفریح گاہیں، ہوٹل، باغات موجود ہیں سنا ہے کہ بطل اسلام شیدائے کتاب وسنت حضرت امام احمد بن حنبل، قطب دوران شیخ شبلی، اور ابراہیم بن ادھم امام کرخی، حضرت سلمان فارسیؓ کے مزارات بھی یہاں سے کچھ فاصلے پر ہیں، مگر اب تک وہاں جانے کا موقع نہیں ملا، کاظمین میں دودن کے قیام کے بعد یہاں محلہ باب الشیخ میں کرایہ کا ایک مکان مل گیا ہے، ماہوار ایک دینار کرایہ ہے، یہاں کا ایک دینار پاکستان کے بیس روپے بنتے ہیں، صاحب مکان ایک بلند اخلاق انسان ہیں تراویح کے بعد جب میں اپنے مکان میں چلا گیا، جس کمرہ میں میرا قیام ہے، وہاں المارئ میں ٹیلیوژن پڑا ہوا ہے، اس نے ٹیلیوژن لگایا اور کہا کہ آپ کو یہاں کے مشائخ کی تقاریر سناتا ہوں، چند سیکنڈ میں یہاں کے ایک مشہور عالم نے رمضان کے فضائل وبرکات کا بیان شروع کیا جو سامنے ایسا نظر آتا تھا گویا ہمارے ساتھ مخاطبہ کر رہا ہے،

اس نے دوران تقریر میں شراب کی مذمت بیان کی اور شرعی، سماجی اور اقتصادی خرابیاں جو پیدا ہوتی ہیں دریافت کیں، اس نے مدلل طور پر ایک انگریز ڈاکٹر کے حوالے سے شراب نوشی کے مضرات بیان کیے، ٹیلیوژن کا یہ منظر اگرچہ تہران میں بھی دیکھا تھا مگر یہاں دیکھ کر خوشی ہوئی اس کے ذریعے قرآن وحدیث کی کچھ اشاعت ہورہی ہے، کاش ! ہمارے پاکستان میں بھی اسے دین کی اشاعت کے لیے استعمال کیا جائے۔

کل یہاں عصر کی نماز کے بعد ایک مصری عالم نے غزوہ بدر، فتح مکہ کے حالات کو موثر انداز سے بیان کیا حضرت الشیخ جیلانی کی مسجد میں ہر وقت بہترین قراء قرأت اور جید مشائخ تبلیغ کرتے رہتے ہیں، جس سے طبیعت بہت متاثر ہوتی رہتی ہے، یہاں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی سب حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، البتہ صبح کے وقت شوافع غلس میں نماز پڑھتے ہیں، اور احناف اسفار میں۔ حضرت الشیخ عبدالقادر جیلانی کا مزار صبح اور عشاء کی نماز کے بعد کھلتا ہے، ہزاروں لوگ زیارت کے لیے آتے رہتے ہیں، مزار کے جال پر اسماء حسنیٰ کے نیچے یہ عبارت درج ہے۔

أنا من رجال لایخاف جلیسهم ریب الزمان ولا یری ما یُرهب
أفلت شموس الأولین و شمسنا أبداً علی أفق العلی لا تغرب
علی بابنا قف عند ضیق المناهج تفز بعلیّ القدر من ذی المعارج
ألم تر أنّ الله أسبغ نعمة علینا و دلّانا قضاء الحوائج

ایں خواجہ کہ حضرت غوث الثقلین است نقد کمر حیدر و نسل حسنین است
مادرش حسینی نسب است و پدرا زادلاد حسین یعنی کریم الابوین است

المقبرۃ الغزالیۃ میں ایک قدیم بوسیدہ قبہ میں قدوۃ العارفین امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ ہے۔محلۃ الکرخ میں شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے جس پر یہ اشعار کندہ ہیں ....

إنّ ھذا قبر معروفٍ فقِف ثمّ سلّم باحترامٍ واحتشامٍ

لحدہ قد ضمّ شیخاً عارفاً وھو معروف لدی کل الأنام فعلیہ رحمةٌ من ربّنا وسلام ثم یتلوہ سلام۔ محلہ منصوریہ میں شیخ منصور حلاج کا قبر ہے۔ریلوے لائن سے گزر کر زبدۃ السالکین شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا روضہ ہے۔اسی کے ساتھ شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کے مرشد شیخ سر سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ اسی مقبرہ میں شیخ داؤد الطائی اور نبی یوشع بن نون علیہ السلام اور بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ اور ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کے قبور بھی موجود ہیں۔اسی مقبرہ میں پشاور کے ایک بہت بڑے عالم کا قبر بھی قابل دید ہے جسکا نام ملا جہانگیر بن امیر خان درانی پوپلزئی ہے۔بغداد کے علماء کرام نے بتایا کہ موجودہ بغداد کے اکثر علماء اسکے شاگرد ہیں۔جو ۱۳۴۳ھ میں وفات ہوئے ہیں۔یہاں کا ماحول علمی استفادہ کے لحاظ سے بہت اچھا ہے،مصر کے مبلغین یہاں موجود ہیں اور مختلف موضوعات پر بعد از نماز عصر، ومغرب تقریر کرتے ہیں۔ یہاں باب الشیخ میں طلبہ علوم دینیہ کی بھی تربیت گاہ موجود ہے شوق ہے کہ کسی وقت ان کے اسباق سن لوں۔بغداد کے سنی حضرات بہت خوش اخلاق نیک اور دیانت دار ہیں شیعہ لوگ قدرتی طور پر بدخواور سنگدل ہیں۔ایران میں دل ہر وقت تنگ رہتا تھا، وہاں تو ماسوائے زاہدان کسی بھی شہر میں حنفیوں کی مسجد تک موجود نہیں زاہدان میں ایک بڑی جامع مسجد ہے جس کے خطیب مولانا عبدالعزیز صاحب

ہیں۔ تبلیغی جماعت کے دورہ پر پشاور بھی آتے ہیں اور ہمارے دارالعلوم حقانیہ سے آگاہ ہیں، بڑے عالم اور مبلغ ہیں، ایران کے ساحلی علاقہ پر بلوچ آباد ہیں اور تمام حنفی ہیں جسطرح پاکستان میں بلوچستان ایک وسیع علاقہ ہے، اسی طرح ایران میں بھی بلوچستان کا ایک بہت بڑا صوبہ ہے، ایران میں کھانے کی چیزیں بہت مہنگی ہیں، یہاں عراق میں بہت سستی ہیں وہاں صرف ظاہری صفائی، مکانات کی چمک دمک ہے۔ جہاں بھی جائیں "یا علی" کی آوازیں سنیں گے، بس میں سفر کریں گے تو "یا علی" کے نعرے، ریڈیو سے "یا علی"، بعض ہوٹلوں میں میں نے خود دیکھا ہے کہ علی کو اوپر لکھا گیا ہے اور اللہ کو نیچے۔ ہم جس بس تہران سے آئے اسمیں ڈرائیور ہر وقت یہ ریکارڈ لگاتا تھا جس میں یہ شعر بھی تھا ....

علیؑ اوّل علی آخر ھو الباطن ھو الظاھر

امامت راعلیؑ والی نبوت راعلیؑ والی

شیعہ باجماعت نماز نہیں پڑھتے انکے نزدیک امامت حضرت زین العابدین کے بعد ختم ہوگئی ہے اگر کسی شیعہ کو باجماعت نماز پڑھنے کا شوق ہوتا ہے تو وہ کسی بچے کو کرسی پر بٹھا کر اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہے کیونکہ وہ بچہ معصوم ہے اور معصوم کے پیچھے ان کی اقتداء صحیح ہے، ایران کی آبادی دو کروڑ پچاس لاکھ ہے جس میں صرف ۳۰ لاکھ سنی ہیں اور بیس لاکھ میں سے کچھ پادری، یہودی، آریں، بہائی، سکھ، گبروترسا وغیرہ موجود ہیں باقی دو کروڑ شیعہ ہیں۔ یہاں تصویر پرستی، بت پرستی کا منظر ہر جگہ نمایاں ہے۔ ہر چوک میں کسی نہ کسی بادشاہ یا وزیر کے مجسمے موجود ہیں۔ حضرت آدمؑ اور حواؑ کے فوٹو ہر جگہ بکتے ہیں حضرت محمد ﷺ جب طائف میں

تشریف لے گئے اور وہاں کے باشندوں نے پتھر برسائے تو اس حالت کے فوٹو بھی ایران کے ہوٹلوں میں آویزاں ہیں۔ ایک فوٹو ایسا بھی دیکھا کہ حضور ﷺ بیٹھے ہیں، ان کے ایک طرف فاطمہؓ، اور دوسری طرف حضرت حسنؓ، حسینؓ بیٹھے ہیں اور پیچھے حضرت جبرائیل کھڑے ہیں یہاں دین کی بڑی بے ادبی ہورہی ہے، کتب فروش جوفٹ پاتھ پر ہوتے ہیں، قرآن مجید کے نسخے زمین پر رکھتے ہیں یہاں معتبر ذرائع سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ ایک دفعہ یہاں ایک شیعہ کی آخری حالت تھی اور اس کے احباب واقارب اس کی چارپائی کے اردگرد بیٹھے تھے ہر ایک اس قریب الموت کو کہتا آغا علی بگو، آغا علی بگو، تا جان باسانی برآید۔ ان کی اذان بھی انوکھی قسم کی ہے اذان دیتے وقت ایک ہاتھ کان پر اور ایک ہاتھ میں سگریٹ ہے، ایک کلمہ پڑھ لیتے ہیں تو سگریٹ کا کش لگاتے ہیں اور اگر کوئی دوست آجائے تو موذن کو دوران اذان میں کہتا ہے آغا حال شما خوب است، موذن جواب دیتا ہے خیلے ممنون میرسی۔ میرسی غالباً فرانسیسی لفظ ہے جو ایران میں بہت رائج ہے۔ مشہد میں مشہور مزار حضرت امام رضا رحمۃ اللہ علیہ پر اگر کوئی آئے تو وہاں کئی مزدور کھڑے ہوتے ہیں اور ہر ایک زائر کو کہتے ہیں کہ میں آپ کو سلام پڑھاؤں گا، خاص کلمات ہیں جو انہوں نے یاد کئے ہوئے ہیں ہم کو بھی کہا مگر ہم نے انکار کیا، وہ کہنے لگا کہ تمہارا اسلام درست نہیں صرف چند ٹکوں کی خاطر بہت غصہ ہوا۔

ایک سنی مشہد کے مزار میں گیا تو ایک شیعہ سلام خواں نے اس سے نام دریافت کیا، اس نے کہا میرا نام محمد اشرف ہے، وہ دلال بہت غصہ ہوا اور کہا کہ جو نام میں بتاؤں، وہ رکھنا کہا غلام علی نام رکھ دو، محمد اشرف نے کہا نہیں، پھر کہا غلام حسینؑ،

غلام حسن، غلام رضا، محمد اشرف نے کہا کہ محمد اشرف نام پر مجھے فخر ہے۔ عام لوگ ایران کی بہت تعریفیں کرتے ہیں وہ بے چارے یہاں کی ظاہری دلفریبیوں کے شکار ہو جاتے ہیں، اس میں شک نہیں کہ یہاں پاکستانیوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا ہے، مگر جب کوئی پاکستانی وضو کرے یا نماز پڑھے تو پھر ہنستے ہیں، میر جادہ جو ایران کی سرحد ہے وہاں روزہ داروں کا جبراً روزہ تڑوایا جاتا ہے، مجھے بھی وہاں کے ڈاکٹر نے کہا کہ یہ گولیاں کھاؤ، میں نے کہا روزہ ہے، کہنے لگا آپ کو یہ دوائی کھانی ہوگی، ورنہ شام تک یہاں بیٹھے رہو گے، میں نے کہا بہت اچھا۔ زہدان آ کر معلوم ہوا کہ بہت سے حاجیوں سے روزے وہاں تڑوائے گئے ہیں۔ مشہد کے ایک ہوٹل میں ایک شیعہ نے ہم سے پوچھا کہ شما مسلمان ہستید یا شیعہ۔ میں نے جواب دیا شما مسلمان نیستید؟ وہ خاموش ہو گیا پھر اس آدمی نے کچھ دیر بعد پوچھا کہ شما لعنت بر عمرؓ مے فرستید (والعیاذ باللہ) ہم نے کہا کہ اگر عمرؓ (خاکم بدہن) مستحق لعنت بودے حضرت علی کرم اللہ وجہہ دختر خود امّ کلثومؓ درعقد نکاح اوراندادے۔ یعنی اگر حضرت عمرؓ لعنت کے مستحق ہوتے تو حضرت علیؓ اپنی بیٹی امّ کلثومؓ کو انکے عقدِ نکاح میں کیوں دیتے؟

مشہد، شیراز، کرمان، اھواز، آبادان، تبریز، تہران، قم، ہمدان، کرمان شاہ، اصفہان جسکو نصف جہاں کہتے ہیں، دیکھنے کے قابل شہر ہیں۔ ہم نے تو سرسری نگاہ سے بعض شہر دیکھے، پورے طور پر دیکھنے کا موقع نہیں ملا، سب سے زیادہ خوبصورت شہر تہران ہے، صاف ستھری سڑکیں، کشادہ راستے، ہوٹلوں میں مکمل صفائی، آرام دہ بسیں، سستے کرایہ پر چلنے والی بہترین کاریں قابل تعریف ہیں۔ یہاں

کا یہ امر بھی قابل تقلید ہے کہ ایرانیوں کے حقوق بہت محفوظ ہیں، حالانکہ یہاں شہنشاہیت ہے مگر ایک چپڑاسی کو بھی اپنے حقوق کے مطالبہ کا حق حاصل ہے، پولیس کا بڑے سے بڑا افیسر کسی ٹیکسی والے کو جبراً اپنی بیگار میں نہیں رکھ سکتا، ٹریفک کا انتظام بہت شاندار ہے، یہاں "بدست راست برو" کا معاملہ ہے، دائیں طرف سے ٹریفک ہے، اور عراق میں بھی دائیں طرف کی ٹریفک ہے۔ جمعہ کی نماز کے لئے جامع الامام الأعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ چلے گئے آج اتفاقاً یہاں کے مدرسہ القادریہ کو دیکھنے کے لیے گیا، عربی طلباء سے بات چیت ہوئی ان سے معلوم ہوا کہ یہاں دو پاکستانی طلبہ ہیں وہاں جا کر ان سے ملاقات کی اس کمرے میں ایک پاکستانی طالب علم نے مجھ سے اردو میں پوچھا کہ آپ پشاور کے نہیں میں نے کہاہاں میں پشاور کا ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ آپ اکوڑہ خٹک کے نہیں، میں نے کہاہاں میں اکوڑہ خٹک کا ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ آپ دارالعلوم حقانیہ میں مدرس نہیں، میں نے کہاہاں میں دارالعلوم حقانیہ میں مدرس ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ آپ کا نام مولانا شیر علی شاہ نہیں، میں نے کہاہاں۔ میں اس طالب علم کے پر حد درجہ حیران ہوا اور میں نے خیال کیا کہ یہ طالب علم تو صاحب کشف وکرامات ہے۔ پھر میں نے کہا، خدا کے بندے آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں اکوڑہ خٹک اور دارالعلوم کا مدرس ہوں اور میرا نام شیر علی شاہ ہے، وہ کچھ وقت خاموش رہا پھر اس نے کہا میں آپ کا شاگرد ہوں۔ آپ سے میں نے ہدایۃ النحو اور کافیہ کی کتابیں پڑھی ہیں اور آپ کے مسجد اعظم گڑھ میں مقیم تھا۔ اب یہاں جامعہ بغداد میں میرا داخلہ ہوا ہے۔

بحمد اللہ مسنون داڑھی سے اس کا چہرہ مزین ہے، یہ فاضل محمد لقمان ہزارہ

کا باشندہ ہے، اور وہاں اس کا نام کچھ اور تھا، بعد میں تبدیل کیا ہے، اب یہاں عراق یونیورسٹی میں اس کو داخلے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ پاکستانی طلبہ نے کہا کہ آؤ ہم آپ کو اپنے ایک بزرگ سے ملاقات کرائیں، چنانچہ ان کے ساتھ ایک کمرہ میں داخل ہوئے، دیکھا ایک معمر عالم ایک طالب علم کو سیرۃ کی کتاب پڑھا رہا ہے، اس نے درس بند کیا۔ ہم نے کہا انہیں اپنا سبق پورا فرمائیں۔ وہ ان کو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری کا واقعہ بیان کر رہے تھے۔ اور ایوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے اونٹنی کے اٹھنے بیٹھنے کا اور مدینہ منورہ کی بچیوں اور بچوں کے استقبال کے اشعار تفصیل سے بیان کیے۔ درس سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے بتایا کہ یہ ہمارا استاد ہے آپ سے ملنے کے لیے آیا ہے۔ کہا میں خود علماء کی زیارت کا مشتاق ہوں اور پھر فرمایا کہ زیارت اموات سے غرض موت کو یاد کرنا ہے اور زیارت صلحاء اور علماء سے اپنے آپ کو روحانیت میں رنگنا ہے۔ میں نے ان سے کہا مدت سے بغداد دیکھنے کی تمنا تھی، وہ خداوند قدوس نے پوری فرمائی۔ فرمایا، ہاں انسان کی مختلف اوقات میں مختلف تمنائیں ہوتی ہیں اور تبدل اطوار سے متمنیات بدلتے رہتے ہیں۔ پہلے کسی عالم کی زیارت کی تمنا ہوتی ہے، پھر آہستہ آہستہ کسی عالم ربانی کی دید کی ہوتی ہے۔ محمد لقمان نے پوچھا کہ قبروں سے مرادیں مانگنا، ولی کو حاضر وناظر سمجھنا کیسا ہے، اس نے فرمایا غلط ہے، کفر ہے۔ لاخالق إلا اللّٰہ (کوئی پیدا کرنے والا سوائے خدا کے نہیں)

اور فرمایا کہ ہم حضور ﷺ کو جو افضل خلق اللہ ہیں، قاضی الحاجات اور حاضر وناظر نہیں مانتے، اوروں کو کیسے مانیں اور پھر فرمایا بعض لوگ تصوف کے منکر ہیں۔ مگر ہم تو وسط طریق پر ہیں، ہم بزرگوں کی کرامات مانتے ہیں اور اس پر قرآن

واحادیث سے اشہادات ودلائل بیان کئے۔ پھر طریقت کے فوائد بیان کئے۔ میں نے کہا دارالعلوم دیوبند کے ایک بڑے عالم ربانی اور قطب دوران مولانا رشید احمد گنگوہی سے کسی نے پوچھا: ما الفرق بین الشریعة والطریقة، توانہوں نے جواب دیا: بینهما نسبة المخدومية والخادمية، یہ سن کر بہت خوش ہوئے، پھر مجھ سے پوچھا کہ مشغلہ کیا ہے میں نے کہا کہ علم دین کا ایک خادم اور دارالعلوم حقانیہ میں ایک معمولی مدرس ہوں، پھر دارالعلوم حقانیہ کے احوال وکوائف طلبہ کی تعداد، طرز تعلیم، مسلک، تاریخ تاسیس اور سالانہ مصارف کا حال پوچھا اور کہا کہ آمدنی کہاں سے ہے، میں نے کہا پاکستان کے مسلمان حسب استطاعت اعانت کرتے ہیں۔ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ عوام کی خوش قسمتی ہے کہ ان کی کمائی صحیح مصرف میں خرچ ہورہی ہے۔ میں نے پھر ان سے کہا دارالعلوم حقانیہ کے بانی اور مدیر خود ایک عالم ربانی ہیں اور علماء ربانیین سے بڑی محبت رکھتے ہیں۔ آپ دارالعلوم حقانیہ اور اس کے بانی مولانا عبدالحق صاحب وارا کین واساتذہ طلبہ ومعاونین کے لیے دعائیں فرمائیں۔

چنانچہ اسی وقت درود اور فاتحہ پڑھ کر جامع مانع دُعا فرمائی اور مولانا عبدالحق صاحب کا اسم گرامی لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ ان کی حیات طیبہ کو اشاعت دین میں صرف فرمادے اور دینی عزائم میں کامیاب بخشے۔ فرمانے لگے کہ اس دور میں علماء حقانی کا وجود مغتنمات میں سے ہے، یہ معمر برگزیدہ عالم شیخ عبدالکریم آب یارہ الکردی مدرسہ قادریہ کے مفتی، شیخ الحدیث صدر مدرس ہیں۔ پھر میں نے ان سے امام احمد بن حنبل کے روضہ کے بارہ میں پوچھا کہ کہاں پر ہے، تو شیخ عبدالکریم الکردی مدظلہ نے المناک لہجہ میں جواب دیا کہ ۱۳۵۰ھ میں، میں اپنے استاد کے ہمراہ ان کی زیارت کرنے کے لیے گیا تو

ان کا روضہ دریائے دجلہ کے کنارہ پر بہت بوسیدہ اور شکستہ حالت میں تھا۔ انہوں نے وہاں کے لوگوں سے کہا یا تو اس کے نیچے مضبوط دیوار اٹھائیں یا اسے کسی دوسری محفوظ جگہ منتقل کردیں، مگر کسی نے اس طرف توجہ نہ کی اور افسوس وحسرت ہے کہ دجلہ میں سیلاب آنے کی وجہ سے ان کا روضہ دریا میں بہہ گیا اور پھر فرمایا کہ یہ وہ شیخ تھے، جن کے بارے میں امام شافعی جب یہاں سے جارہے تھے تو فرمایا تھا: ما ترکت فی بغداد افقہ من احمد بن حنبلؒ ۔ مزید انہوں نے بتایا کہ حذیفہ بن یمان صاحب اسرار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ بھی ان کے قریب تھا مگر جب حکومت کو امام احمد بن حنبل کے روضہ کے بہہ جانے کا علم ہوا تو حضرت حذیفہؓ کا مزار وہاں سے اٹھا کر سلمان فارسیؓ کے روضہ کے قریب ان کو لایا گیا، جو یہاں سے تقریباً ایک گھنٹہ کے سفر پر دور ہے۔ شیخ عبدالکریم آبیاری کردی سے بندہ نے اجازت فی العلوم الدینیہ تبرّکاً کا مطالبہ کیا تو انہوں نے پوری بشاشت اور فراخدلی سے اجازت سے نوازا، جس کا متن یہ ہے:

بسم اللہ الرّحمن الرّحیم

الحمدللّٰہ حمداً یوافی نعمہ ویکافی مزید فضلہ والصّلوۃ والسّلام علی سیّد الأنبیاء والمرسلین سیّدنا محمّد الداعی الی اللّٰہ والمبلغ للحق بالحق الی أھلہ وعلی آلہٖ وصحبہٖ حماۃ الدین وھداۃ النّاس إلیہ فی العسر والیسر والمنشط والمکرہ وصعب الوضع وسھلہ وأتباعھم بإحسان إلی یوم الدین وبعد فقد إستجازنی أخی فی الدین العالم الفاضل السّید شیر علی شاہ بن السیّد قدرت شاہ البیشاوری تبرکاً بالإتصال بسلسلۃ إجازتی من المشائخ الکرام والعلماء الأعلام رحمھم اللّٰہ تعالیٰ وأعلی مقامھم فی الآخرۃ جزاءً لخدماتھم فی الأولیٰ، فأجزتہ بتدریس کل ماوفّقہ اللّٰہ لنشرہٖ وإفادتہ من

علوم أصول الفقه والدين والبلاغة والمنطق والنحو والصرف وسائر العلوم المتداولة بين العلماء المسلمين كما أجازني بذلك استاذي وسيدي وسندي نخبة المحققين السيد الشيخ عمر الشهير بابن القره داغي طاب الله مثواه وجعل الفردوس مأواه راجياً من الله القبول ووصوله آلى خير مأمول

و عليك أيها الأخ العزيز بالتقوى فإن تقوى الله ملاك السعادة و أساس الطاعة والعبادة وبالزهد في الدنيا فإن الدنيا رأس كل خطيئة و بالإخلاص في الإفادة فانه لاعبادة أشرف من الإخلاص كما أنه لاشرف أعلى عن الإسلام وعليك بالجهد في التدريس وإفهام الطالبين واللطف معهم والنصح لهم فإنّ الدين هو النصيحه وعليك بالمطالعة قبل الإلقاء وبالإستحضار قبل اللقاء فإن الإرتجال قليلاً ما يأتي بخير مقال وعليك بالصبر فإن الصبر أساس الظفر كما أنه شطر من الدين حسب الأثر وعليك بالمداراة فإنّ سيدنا بعث بمداراة النّاس ولنا به أسوة حسنة وعليك بتفويض الأمور إلى الله فإن الله بصير بالعباد وعليك بالأمر بالمعروف والنهي عن المنكر فإنها من أركان خيريّة هذه الأمة خير البشر هذا ما ألقيت عليك ووصيته به إليك والله حسبي وحسبكم وحسب سائر المسلمين وآخر دعوانا أن الحمد لله ربّ العالمين۔

المجيز المخلص الخادم لأقدام العلماء العاملين

عبدالكريم محمد الكردي المدرس بمدرسة

عائلة خاتون الكيلانية في حضرة الشيخ القطب الرباني الغوث الصمداني

حضرة الشيخ عبدالقادر الجيلاني قدس سره ونفعنا ببركاته

یہاں بغداد میں مولف قدوری صاحب روح المعانی، شیخ شبلی، شیخ جنید بغدادی، معرف کرخی، امام زین العابدین کے چار صاحبزادوں کے مزارات ہیں، ابراہیم بن ادھم کا روضہ بھی یہاں ہے، یہاں سے کربلا، نجف، کوبس میں ایک روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ کوفہ بھی قریب ہے۔ بصرہ تک موٹر میں چھ گھنٹے کا راستہ ہے۔ علماء کرام اور مشائخ بغداد سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی۔ شیخ کردی مدظلہ، ایک بہت بڑے بزرگ اور علوم ظاہریہ، باطنیہ کے عالم ہیں، منطق وفلسفہ میں خاص مہارت رکھتے ہیں، رخصت ہوتے وقت انہوں نے فرمایا کہ آپ سے کسی وقت تفصیلی باتیں کروں گا۔ میں نے کہا یہ تو میری سعادت ہوگی اواس راستہ سے سفر کرنے کا ثمرہ ہوگا۔

اب عشاء کی اذان ہورہی ہے۔ ستائیسواں روزہ ہے، یہاں روزہ منگل کا تھا۔ سندھی لوگوں کے قافلے ہجوم درہجوم آرہے ہیں، ہر سندھی کے ساتھ دوعورتیں اور پانچ پانچ، چھ چھ بچے ہوتے ہیں یہاں آکر بھیک مانگتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ لوگ گلگت وغیرہ سے آکر یہاں بھیک مانگتے ہیں جو پاکستان کے لیے بدنامی کا باعث ہے۔ ان کی وجہ سے دیگر زائرین کو سخت پریشانیاں درپیش ہیں۔ سفارت خانے چلے جائیں تو سندھیوں کی لائنیں لگی ہوتی ہیں۔

شیر علی شاہ عفی عنہ

(ماہنامہ الحق فروری ۱۹۶۷ء)

☆

چند دن مسجد اقصیٰ کی فضاؤں میں

رفیق مکرم مولانا شیر علی شاہ صاحب استاد دارالعلوم حقانیہ نے بلاد اسلامیہ کی سیاحت اور زیارت حرمین سے واپسی پر قارئین الحق کی نشاط طبع کی خاطر اپنے مشاہدات قلمبند فرمانے کا فیصلہ کیا ہے، سقوط بیت المقدس کے جانگسل سانحہ فاجعہ کی بناء پر آج کی فرصت میں حضرت فاروق اعظمؓ وصلاح الدین ایوبی کی امانت قبلہ اول بیت المقدس کے متعلق جنگ سے چند دن قبل کے مشاہدات وتاثرات کا حصہ پیش کر رہے ہیں، مضمون میں جگہ جگہ عرب بھائیوں کے دینی انحطاط، مادیت پرستی، دنیا طلبی اور ان کے یورپی تہذیب میں سرتاپا دبے جانے کی جھلکیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ ان ہی خرمستیوں کی وجہ سے بالآخر ملت اسلامیہ کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ لگنا تھا اور لگ چکا: فانا للہ وانا الیہ راجعون: إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ۔ (الرعد:۱۱) (یقین جانو کہ اللہ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے حالات میں تبدیلی نہ لائیں)

کاش! نصیحت پکڑنے والے قوموں کے عروج وزوال اور قانون مکافات عمل کے اس واضح سبق سے نصیحت پکڑیں۔ مولانا شیر علی شاہ صاحب کے لکھے ہوئے مسلمانوں کے مآثر وشعائر کے حالات پڑھنے سے زخم ہرے ہو جائیں گے مگر جب تک ملت مسلمہ خود بدل کر اپنی تقدیر نہیں بدلے گی۔ اجڑے ہوئے خزاں رسیدہ گلشنوں کی داستان سرائی اور اپنے حرمان نصیبوں کے ماتم پر اکتفا کرنا ہی ہوگا اور آگے کا معاملہ خود ہمارے اندرون انقلاب پر منحصر ہوگا ....

خزان رسیدہ گلستان بآں جمال نماند
سماع بلبل شوریدہ رفت حال نماند
نشان لالہ ایں باغ از کہ مے پرسی
برد کہ آنچہ تودیدی بجز خیال نماند

قارئین عراق وایران اوراردون کے متعلق مشاہدات کی بقیہ اقساط اگلی فرصتوں میں ملاحظہ فرماتے رہیں گے .... (الحق)

وحدثتنی یاسعد عنها فزدتنی جنونا فزدنی من حدیثك یاسعد

ہماری بس جب عزیریہ گاؤں کے پاس پہنچی تو میرے ساتھ سیٹ پر بیٹھے ہوئے عرب ساتھی نے کہا: وہ سامنے عزیر علیہ السلام کی قبر ہے، اس گاؤں کو قریہ عزیریہ کہنے کی وجہ بھی یہی ہے، یہاں سے اب بیت المقدس دوکلومیٹر رہ گیا ہے۔ اور بتایا کہ وہ سامنے جانب جنوب پہاڑی کے دامن میں جو سڑک نظر آرہی ہے یہ بیت اللحم اور قریہ خلیل کو جانے والا راستہ ہے، بیت اللحم میں کنیسۃ المہد ہے جہاں عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے، اور قریہ خلیل میں حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام اوران کی ازواج مطہرات ودیگر بے شمار پیغمبروں کی قبریں ہیں، اور وہ سامنے بورڈ جو سڑک کے موڑ پر نظر آرہا ہے، اس پر المکبّریہ (تکبیر کہنے کی جگہ) لکھا ہوا ہے ۱۵ھ میں جب خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروقؓ، حضرت ابوعبیدہؓ کی درخواست پر مدینہ منورہ سے بیت المقدس روانہ ہوئے۔ جب وہ یہاں پہنچے اور مسجد اقصیٰ، مسجد صخرہ کی مقدس عمارتوں پر ان کی نگاہیں پڑیں تو انہوں نے فرط محبت اور وفور شوق کے عالم میں بے اختیار اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، مجاہدین نے اپنے امیر کے نعرہ پر نعرہ ہائے تکبیر بلند کئے ان کے فلک شگاف نعروں کی گونج سے یروشلم میں رہنے والے مسیحیوں اور یہودیوں کے دل لرزاٹھے۔ اس موڑ پر واقع بستی کا نام مُکَبّریَہ ہے مکبریہ سے اوپر کا وہ پہاڑ جس پر سرو کے درخت نظر آرہے ہیں، یہودیوں کے قبضہ میں ہے، ہماری بس جب پہاڑوں

کے پیچ در پیچ سلسلوں سے نکلی تو سامنے بیت المقدس کا پُر شکوہ اور بارعب شہر نظر آیا۔ مسجد اقصیٰ کے سفید جاذب نظر گنبد نے دلوں کو اپنی طرف کھینچا، مسجد صخرہ کی حسین وجمیل عمارت پر سنہری گنبد ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ ایک بہت بڑا نیلم سورج کی شعاؤں کے اثرات سے جھلمل جھلمل کر رہا ہے۔ حرم قدس کی قلعہ نما سنگین اور مضبوط چاردیواری، فلک بوس مینارے دور سے دیکھنے والے کے دیدہ ودل میں اپنی قدامت کا نقشہ اُتار رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان مقامات پر کتنی بے پناہ رعنائی اور لامحدود جاذبیت ودیعت کر رکھی ہے۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد مبارک کا شہر ہے۔ اس کی پہلی آبادی جنات کے ہاتھوں سے کرائی گئی تھی، بیت المقدس کے چاروں طرف پہاڑوں اور وادیوں میں زیتون، انجیر، انگور، سرو سے قدرتی پیدا شدہ زمردی رنگ نے یہاں کے نشیب وفراز کو بہت ہی دلکش بنادیا ہے، یہ تو اس شہر کی ظاہری دلکشی کا سامان ہے۔ اس بقعہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے جو معنوی اور روحانی دل آویزی پیدا کی ہے اس کے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لیجیے: "سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" (بنی اسرائیل:۱) پاک ہے وہ خدا جس نے اپنے بندے (حضرت محمد ﷺ) کو معراج کی رات مکہ مکرمہ کی مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک پہنچایا جس کے ماحول کو ہم نے مبارک بنادیا ہے تا کہ ہم اپنے پیارے بندے کو اپنی قدرت کاملہ کی نشانیاں دکھائیں، بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

اب ہماری بس جبل زیتون کے دامن میں جا رہی ہے۔ زیتون کی یہ پہاڑی

مسجد اقصیٰ کے بالمقابل جانب شرق کو ہے۔اس پہاڑی کی چوٹی پر وہ مبارک جگہ ہے، جہاں عیسیٰ علیہ السلام رات کو عبادت کے لیے جایا کرتے تھے۔دن کو تو مسجد اقصیٰ مسجد صخرہ میں تبلیغ وارشاد میں مصروف رہتے۔اور اسی جگہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانوں پر اٹھایا۔آیت کریمہ وَالتِّيۡنِ وَ الزَّيۡتُوۡنِ وَ طُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ وَ هٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِ۔ (التین: ۱تا۳) کی تفسیر میں بعض مفسرین یہ توجیہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چار مبارک پہاڑوں کی قسم کھائی ہے۔تین دمشق کی ایک پہاڑی ہے، جہاں داؤد علیہ السلام پر تورات اتاردی گئی،اور زیتون تو یہ سامنے والی پہاڑی ہے، یہاں عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل اتاری گئی۔طور سینین صحرائے سینا کی ایک پہاڑی کا نام ہے، جہاں موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تورات دی، بلد امین مکہ مکرمہ کو کہتے ہیں جو پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔حضور اکرم ﷺ پر قرآن مجید کا کچھ حصہ یہاں اتارا گیا۔

سامنے وادی میں حضرت مریم علیہ السلام کا روضہ ہے،موقف الباصات الباصات(بسوں کا اڈہ) یہاں سے چار فرلانگ دور ہے۔بس سے اتر کر باب العمودی کے راستہ سے زاویہ افغانیہ کی طرف روانہ ہوا۔کافی پوچھ گچھ کے بعد زاویہ تک پہنچا، یہاں مسافر خانوں کو زاویہ کہتے ہیں، یہاں کئی زاویے ہیں۔زاویۃ الأتراك زاویۃ المغاربۃ زاویۃ الفرس ،زاویۃ الهنود وغیرہ اب تک موجود ہیں، شیخ عبداللہ افغانی متولی زاویہ افغانیہ سے ملاقات ہوئی۔معلوم ہوا کہ یہاں کے تمام کمرے افغانیوں سے بھرے ہوئے ہیں، جو خشکی کے راستے افغانستان سے حج کے ارادہ سے آئے ہیں،اور یہاں مقامات مقدسہ کی زیارت کی خاطر چند دن قیام پذیر رہیں گے، چونکہ یہ زاویہ مسجد اقصیٰ کے بہت قریب ہے اس لیے مجھے شیخ عبدالقدوس

قندھاری نے مشورہ دیا تھا کہ وہاں جگہ کی تلاش مفید ہوگی مگر مجھے زاویہ افغانیہ میں جگہ نہ مل سکی، مجبوراً زاویہ ہندیہ کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں ہندوستان سے آئے ہوئے متعدد زائرین حجاز ملے ان کی ملاقات سے خوشی ہوئی، ان میں اکثریت آسام سے آنے والے حاجیوں کی ہے اکثر حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز سے بیعت ہیں، ان کے ایک بہت بڑے عالم مولانا ابوالقاسم صاحب دارالعلوم دیوبند کے فاضل ہیں۔ ہمارے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کے شاگرد ہیں، دارالعلوم دیوبند میں طحاوی شریف اور دیگر کتابیں ان سے پڑھی ہیں، اپنے ایک ہم مسلک ساتھی سے ملنے سے جو خوشی حاصل ہوئی انداز بیان سے باہر ہے، یہ زاویہ مریم نامی عورت کے تصرف میں ہے۔ پہلے یہاں ہندو پاکستان کے مسافر مفت رہائش کیا کرتے تھے۔ اب مسافروں سے کرایہ وصول کیا جاتا ہے، اس میں دو قسم کے کمرے ہیں اگر اپنے بستر کو فرش زمین پر ڈال کر رہنا چاہیں تو ایک شلن (پانچ گرش) چارج ہوگا اور اگر زاویہ کی چارپائی اور بستر استعمال کریں تو تین شلن (پندرہ گرش) دینا ہوگا یہاں کا شلن پاکستانی روپیہ سے معمولی زیادہ ہے۔ پاکستانی سو روپیہ کے نوٹ پر اسی ۸۰ بیاسی ۸۲ شلن ملتے ہیں۔ یہاں نوٹ دینار کے استعمال ہوتے ہیں، ایک دینار میں ۲۰ شلن ہوتے ہیں، نصف دینار میں دس اور ربع دینار میں پانچ، ربع دینار سے کم کا نوٹ نہیں، یہاں کے نوٹوں پر یہاں کے بادشاہ ملک حسین کے فوٹو ہیں۔ وضو کر کے اپنے ساتھیوں کی معیت میں مسجد اقصیٰ کی طرف بے تابانہ روانہ ہوئے، یہ ساتھی مجھ سے ایک دن پہلے پہنچے تھے، راستوں سے واقف تھے۔

مسجد اقصیٰ :

چھت پوش اور مسقف راستوں سے ہوتے ہوئے باب المئذنۃ الحمراء اور باب الرُّسل کے راستہ سے حرم تک پہنچے، مسجد اقصیٰ پہنچ کر دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کی پروردگار عالم کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے اس بے بال وپرکو بے سروسامانی کے عالم میں اس مبارک مقام تک رسائی کی سعادت بخشی۔ مسجد اقصیٰ اور مسجد صخرہ دونوں کا صحن اور میدان تقریباً پانچ فرلانگ لمبا اور تین فرلانگ چوڑا ہوگا اور مسجد اقصیٰ کا ہال ۱۲۰ قدم لمبا اور سو قدم چوڑا ہوگا، اس کے اندر سنگ مرمر کے بے شمار طویل و عریض ستون ہیں اور ہر ایک ستون ایک ہی پتھر سے بنایا گیا ہے، محراب میں مختلف رنگوں کے رنگین سنگ مرمر کے باریک ستون نصب ہیں۔ اس محراب کے بائیں کونے میں سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی کی آیت کریمہ قدیم زمانے کی کتابت ورسم الخط میں دلچسپی رکھنے والوں کو اپنی طرف متوجہ کراتی ہے۔

"سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ" (بنی اسرائیل:۱)

محراب کی دائیں طرف زیتون کی لکڑی سے بنایا ہوا ایک طویل منبر ہے جس پر قدیم طرز کی نقاشی اور گلکاری کی گئی ہے۔ اس پر لکھی ہوئی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ منبر مجاہد اعظم قطب العصر نور الدین زنگی رحمۃ اللہ کے صاحبزادے نے حلب (واقع شام) سے بھجوایا ہے، اس منبر پر یہ عبارت کندہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم أمر بعمله العبد الفقير إلى رحمة الله الشاكر لنعمه المجاهد في سبيله

المرابط لأعداء دينه الملك العادل نور الدين مركز الإسلام والمسلمين منصف المظلومين من الظالمين أبو القاسم محمود بن زنگی۔ یہ منبر بندہ ناچیز کی خواہش پر بنایا گیا جو خدا کی رحمت کا محتاج اور اس کی نعمتوں کا سپاس گزار ہے، جو اللہ کی راہ میں مجاہد اور دین خداوندی کے دشمنوں کے مقابلہ کے لیے پابرکاب ہے بادشاہ عادل نور الدین ہے جو مرکز اسلام والمسلمین (مظلوموں کا حامی) ابوالقاسم محمود بن زنگی)

منبر کے دوسری جانب صنعۂ سلیمان بن معالی، عمل حمید بن ظافر الحلبی، درج ہے، محمود بن زنگی کا لقب نور الدین زنگی ہے یہ منبر بہت پرانے زمانے کا ہے، مگر اب تک نیا محسوس ہوتا ہے۔ اس مسجد میں حنفی اور شافعی مسلک کے ائمہ نماز پڑھاتے ہیں۔ اب عصر کی نماز میں کافی وقت ہے اس لیے مناسب ہے کہ زمین دوز مسجد اقصیٰ کی زیارت کرلوں (جو ایک تہ خانہ کی صورت میں ہے)۔

اس مسجد میں سیڑھیوں کے ذریعہ سے اترا جو اوپر کی مسجد اقصیٰ کے برآمدے سے باہر جانب مشرق کو ہیں۔ اس کا یہ دروازہ خاص اوقات میں کھلتا ہے، خوش قسمتی سے میں جب اترا تو دروازہ کھلا ہوا تھا، اور کچھ زائرین اس تہ خانہ والی مسجد میں گھوم رہے تھے۔ یہ نیچے والی مسجد اپنی قدامت کے اعتبار سے بہت ہی متبرک ہے۔ یہ آبادی جنات کے ہاتھوں کی بتائی جاتی ہے، درحقیقت یہ بات قرین قیاس بھی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان دیواروں میں لگائے ہوئے چار چار گز لمبے چوڑے بھاری پتھر جنات ہی کے اٹھائے لگتے ہیں اور یہ موٹے موٹے ستون جنکی موٹائی پندرہ فٹ اور لمبائی پچیس فٹ سے زیادہ ہوگی۔ ان قوی ہیکلوں کا ہی کام ہے، جبکہ اتنے وزنی

پتھروں کے نقل وحمل اور نصب کے لیے موجودہ مشینی دور کے دیوہیکل آلات ناپید تھے۔ یہ خیال اور بھی قوی ہو جاتا ہے، ستون بھی ایسے فولادی پہاڑوں کے منتخب کیے گئے ہیں جو ہزاروں سال گزر جانے کے باوجود اب تک جوں کے توں صحیح سلامت اور محفوظ کھڑے ہیں، اس زمین دوز مسجد اقصیٰ میں زکریا علیہ السلام کا وہ محراب قابل دید ہے، جس کا رخ مسجد صخرہ کی طرف ہے یعنی جانب شمال کو۔ اس وقت قبلہ یہی تھا، اب تو قبلہ بیت اللہ ہے، جو جانب جنوب کو ہے، یہ محراب مسجد صخرہ کے بالمقابل ہے، آگے چل کر حجرہ مریم دیکھا جہاں مریم علیہا السلام عبادت میں مصروف رہتی تھیں، زائرین یہاں دو رکعت نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگتے ہیں۔ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا (آلِ عمران: ۳۷) (جب بھی زکریا ان کے پاس ان کی عبادت گاہ میں جاتے ان کے پاس کوئی رزق پاتے) میں اسی محراب کی طرف اشارہ ہے۔ اس مبارک زمین میں دو رکعت تحیۃ المسجد کی نیت کر لی تا کہ اس مقدس خطہ کو سجدہ گاہ بنا کر اسے اپنی جبین نیاز سے بار بار چھوؤں، کبھی اس پر زکریا علیہ السلام، یحییٰ علیہ السلام، مریم علیہا السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور بیشمار پیغمبروں کی مقدس نورانی جبینوں نے سجدے کیے ہیں۔ یہاں ان کی ہدایت بھری آوازیں گونجی ہیں، ان دیواروں نے ان کے مقدس چہرے دیکھے ہیں، عمران کی بیوی (حنہ بنت فاقوذہ) نے اس مسجد کی خدمت کے لیے اپنی بیٹی مریم کو وقف کیا تھا، اس قدیم عمارت کی عظمت ورفعت کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ موذن کی اذان اس عظیم عمارت میں گونجی، لاؤڈ سپیکر کا ایک ہارن اس میں نصب کیا گیا ہے، بہت پیاری اور موثر اذان ہے، عمان ریڈیو اسٹیشن یہاں کی پنج وقتہ اذانوں کو نشر کرتا ہے، اذان ختم ہونے کے متصل ہی بعد

پولیس نے آواز دی کہ دروازہ بند ہو رہا ہے، دیکھا تو میں صرف اکیلا رہ گیا تھا اور دیگر زائرین نکل چکے تھے، فوراً دوڑا، سیڑھیوں پر چڑھ کر باہر نکلا، نماز عصر با جماعت ادا کرلی، یہ میری پہلی نماز ہے جس کو مسجد اقصیٰ میں ادا کیا، یہاں یہ بات میرے لیے اتنی تعجب خیز اور نئی نہیں ہے کہ یہاں کا امام بھی ریش تراشیدہ ہے کیونکہ میں نے بغداد اور عمان کی کئی مساجد میں بے ریش کوٹ پتلون پہنے ہوئے ائمہ کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، جس چیز نے مجھے ورطہ حیرت میں ڈال دیا ہے وہ یہاں نمازیوں کی قلیل تعداد ہے، عصر کی نماز میں چالیس پینتالیس تک نمازیوں کا شامل ہونا قابل صد حسرت ہے ،ان میں بھی اکثریت باہر سے آنے والے مسافروں کی ہے میرا مفروضہ تھا کہ یہاں نمازیوں کی اچھی خاصی جماعت ہوگی، مگر معاملہ برعکس ثابت ہوا۔ بیت المقدس جیسے عظیم شہر میں جہاں لاکھوں مسلمان بستے ہیں، ان میں درجن بھر نفوس کی شرکت یہاں کے مسلمانوں کے دینی انحطاط اور اسلام سے بے رغبتی کا بیّن ثبوت ہے، حالانکہ تمام روئے زمین پر یہ مسجد تیسرے نمبر پر ہے، بعض روایات میں ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے اور مسجد نبویؐ میں ایک نماز ایک ہزار نمازوں کا درجہ رکھتی ہے اسی طرح اس مسجد اقصیٰ میں ایک نماز کا اجر وثواب پانچ سو نمازوں کے برابر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

"لاتشدا لرحال إلاالثلاثة مساجد مسجد الحرام، ومسجد الأقصیٰ ومسجدی هذا أو کما قال علیه السلام۔ صرف تین مسجدوں کی طرف بہ نیت ثواب حاصل کرنے کے لیے رختِ سفر باندھنا چاہیے، مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور مسجد نبویؐ، یہ داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے ہاتھوں کی بنائی ہوئی مسجد ہے، کہتے

ہیں کہ صخرہ کا یہ قبلہ ان کے زمانے سے پیشتر کا قبلہ ہے، مگر انہوں نے اس کی بنیادوں کو از سر نو تعمیر کیا تھا، اس لیے ان کے ناموں پر یہ قبلہ مشہور ہے، زکریاؑ، یحییٰؑ اور عیسیٰؑ کا قبلہ رہا ہے۔ بنی اسرائیل کے صدہا انبیاء کرام اور ان کے ہزاروں صحابہ اور متبعین نے اس مسجد میں نمازیں پڑھی ہیں اور ابتداء میں سید الأنبیاء تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبلہ رہا ہے، اور اس وجہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جامع القبلتین اور نبی القبلتین کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ معراج کی رات انہوں نے انبیاء کرام کی متفقہ درخواست پر اس مسجد میں امامت فرمائی تھی، اور یہاں سے سبع سموات (سات آسمانوں) پر تشریف لے گئے۔ سبحان الذی اسریٰ کی آیت اس مسجد کی فضیلت کی گواہی دے رہی ہے۔ بارکنا حولہ کا جملہ اس مسجد کے ماحول کی برکت بیان کررہا ہے کہ ہم نے نہ صرف مسجد اقصیٰ کی محدود چاردیواری کو مشرف بنایا بلکہ اس کے گردو پیش سارے علاقہ میں برکت نازل کی ہے، اس کو مسجد اقصیٰ کہنے کی ایک توجیہ یہ بھی ہے کہ اس کی سرزمین تمام آلائشوں سے دور ہے، اس کی شان بہت اونچی ہے، یہ تو طہارت وپاکیزگی کا مرکز ہے، کہتے ہیں کہ آسمان سے فرشتے یا بیت اللہ شریف پر نازل ہوتے ہیں، یا یہاں پر۔ اور پھر ان دومقامات سے اکناف عالم میں پھیلتے ہیں، گویا فرشتوں کے صعود ونزول (چڑھنے اوراترنے) کے صرف یہی دوراستے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی راستے سے معراج کی رات آسمانوں کو تشریف لے گئے، کیونکہ اس وقت قبلہ یہی تھا۔

مسجد صخرہ :

نماز عصر سے فراغت کے بعد مسجد صخرہ کی طرف روانہ ہوا جو مسجد اقصیٰ کے

جانب شمال کو تقریباً ۲۵۰ قدم دور دس فٹ اونچی سطح پر واقع ہے۔ یہ مسجد مثمن (ہشت کونہ) شکل میں ایک گول بلند عمارت ہے جس کی بلندی اندازاً اسی ۸۰ فٹ ہوگی، اس کا ہر ایک کونہ بیس قدم ہے گویا تمام عمارت کی گولائی (لپیٹ) ۱۶۰ گز ہے۔ صخرہ عربی زبان میں بڑے پتھر کو کہتے ہیں، اس مسجد کے درمیان میں زرد رنگ کی ایک بہت بڑی چٹان ہے اس لئے اس کو مسجد صخرہ کہتے ہیں، جانب قبلہ یعنی جنوب کی طرف اس چٹان کے نیچے اترنے کی سیڑھیاں ہیں، لوگ نیچے اتر کر نوافل پڑھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ یہاں رحمت کائنات ﷺ نے نوافل پڑھے ہیں، اس پتھر کے نیچے کشادہ جگہ ہے جس میں بیک وقت پچاس تک آدمی بخوبی نماز پڑھ سکتے ہیں، عام لوگوں میں مشہور ہے کہ یہ پتھر آسمان و زمین میں معلق تھا۔ رفتہ رفتہ زمین کی طرف قریب ہوتا گیا اور اب زمین پر ہے عوام اس پتھر کو بوسہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تخت رب العالمین ہے۔ عیسائی مرد و زن اس پتھر کو اس لیے عزت کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں کہ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قدم رکھا ہے، حضرت عمرؓ نے جب بیت المقدس فتح کیا تو اس وقت یہ پتھر دشمنان اسلام کی بے حرمتیوں کا شکار تھا اور گوبر وغیرہ کے ڈھیر اس پر ڈالے گئے تھے، حضرت عمرؓ نے اس کو صاف ستھرا کرنے کا حکم دیا اور اس کو پانی سے دھویا پھر اس پتھر کے بالائی حصہ پر مصلیٰ بچھا کر نماز پڑھی، اس پتھر کے درمیان ڈھائی فٹ چوڑا گول سوراخ ہے، لوگوں میں مشہور ہے کہ حضور ﷺ جب یہاں تشریف لائے تو اس پتھر نے حضور ﷺ کو أهلاً و سهلاً و مرحباً کے کلمات کہے۔ اور ان پر صلوٰۃ و سلام پیش کیا پھر حضور ﷺ اس سوراخ سے گزر کر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ اس پتھر پر پانچ چھ انچ مربع کالے رنگ کا ایک نشان ہے۔ لوگوں

کو کہنا ہے کہ جب حضور ﷺ معراج کی رات آسمانوں پر تشریف لے جارہے تھے تو اس پتھر نے حضور ﷺ کی رفاقت کی خواہش ظاہر کی، حضور ﷺ نے اپنا مبارک ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی کہ تو میرے ساتھ جنت میں ہوگا، یہ نشان حضور ﷺ کے ہاتھ رکھنے کا ہے۔(اللہ بہتر جانتا ہے کہ یہ باتیں کہاں تک درست ہیں) ایک عرب عالم سے میں نے ان امور کے بارے میں پوچھا اس نے جواب میں کہا: هكذا يقول الناس والله أعلم بحقائق الأشياء و لم ينقل من النبي المعصوم في ذلك شئ وكلام الناس كثير (اللہ تعالیٰ تمام چیزوں کے حقائق پر علم رکھتا ہے۔حضور ﷺ سے اس بارے میں کچھ منقول نہیں،لوگوں کی روایات متعدد ومختلف ہیں۔

اس صخرہ (چٹان) کے نیچے چاروں طرف لمبے لمبے شیشے لگائے گئے ہیں، تاکہ لوگ اس پتھر سے تبرک کی نیت سے ٹکڑے جدا نہ کریں، نیچی سطح سے یہ پتھر کسی جگہ آٹھ فٹ اور کسی جگہ چار پانچ فٹ اونچا ہے اسمیں دو محراب ہیں، جن پر نشانات لگائے گئے ہیں کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہاں نماز پڑھی تھی، صخرہ کی بالائی حصہ کے جانب جنوب ومغرب ایک چھوٹا سا مینارہ ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کا موئے مبارک ہے، اس مسجد میں جو شاندار قالین بچھے ہیں وہ حکومت پاکستان نے بھیجے ہیں۔ مسجد صخرہ کے چار بڑے دروازے ہیں، باب القبلہ، باب الجنةباب الشرقی اور باب الغربی۔ باب الغربی تو تمام دن کھلا رہتا ہے، باب القبلہ نمازوں کے وقت کھلتا ہے باب الشرقی اور باب الجنۃ (جو شمال کی طرف ہے) ہمیشہ کے لیے بند رہتے ہیں، باب الجنہ کے متصل تین گز لمبی اور ایک گز اونچی دیوار میں سات محراب بنائے گئے ہیں، کہتے ہیں کہ یہاں سات صحابہؓ نے نماز پڑھی ہے، باب الغربی کے

قریب دیوار پر یہ عبارت درج ہے: تمّ تجدید عمارة مسجد الصخرة المشرّفة فی عهد الراجی من الله التوفیق الحسین بن طلال ملك المملكة الأردنية الها شمية فی الثامن والعشرین من شهر ربیع الأول ١٣٨٤ھ الموافق للسادس من آب ١٩٦٤ء۔

ترجمہ: مسجد صخرہ کی عمارت کی تجدید ومرمت (اللہ تعالیٰ سے توفیق کے طلبگار وامیدوار) شاہ حسین کے دور مملکت میں پایہ تکمیل تک پہنچی، تاریخ تکمیل ۲۸/ربیع الاوّل ۱۳۸۴ھ مطابق ۶/آب (اگست) ۱۹۶۴ء ہے۔

مسجد صخرہ کے باہر ایک وسیع چبوترہ ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہاں سلیمان علیہ السلام فیصلے فرمایا کرتے تھے، اس چبوترے کے ایک ستون میں شگاف پڑ گئے ہیں، یہودیوں نے لڑائی کے دوران مسجد صخرہ کے گرانے کے لیے عین مسجد کو توپ کا نشانہ بنایا تھا مگر حفاظت ایزدی نے اسکو محفوظ رکھا، یہ گولے اس ستون کے قریب گرے، مسجد اقصیٰ اور مسجد صخرہ کے بیرونی فرشوں کی مرمت تیزی سے جاری ہے، مسجد اقصیٰ کی چھت کو بھی لینٹر کرنے کا کام جاری ہے۔

حرم قدس:

حرم قدس ایک بہت ہی وسیع میدان کا نام ہے اس کی لمبائی ۱۲۰۰ گز اور چوڑائی ۶۶۰ گز تقریباً ہے، حرم میں جابجا زیتون، سرو اور نارنج کے درخت ہیں، اس حرم کے چودہ دروازے ہیں ان دروازوں کے مختلف نام ہیں: باب السلام، باب الرحمة، باب الرسل، باب الحبس، باب القطانین، باب الغوانمہ، باب المغاربہ، باب السلاسل باب المئذنة الحمراء۔ ان دروازوں میں بعض دروازے

مقفل ہیں، جانب شمال صرف دو دروازے کھلے رہتے ہیں، اس طرف فوج رہتی ہے جو دروازے ان کے تصرف میں ہیں وہ بند رہتے ہیں، عشاء کی نماز کے بعد تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

مغرب وعشاء کی نماز پڑھ کر میں نے زاویہ ہندیہ کا رخ کیا، راستہ میں ایک نوجوان طالب العلم سے ملاقات ہوئی، اس طالب علم نے اپنا نام عبدالفتاح سلیمان بتایا، عرب اپنے نام کے ساتھ والد کے نام کا ذکر جزو لاینفک سمجھتے ہیں لازماً ہر عرب اپنے نام کے ساتھ اپنے والد کا نام ذکر کرتا ہے، یہ طالب علم اربد کا رہنے والا ہے اور یہاں المعهد العلمی الإسلامی میں مذہبی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔

صرف دو مذہبی مدرسے :

تمام حکومت اردن میں صرف دو مذہبی مدرسے ہیں، ایک یہ مدرسہ جو حرم کی آغوش میں جانب مغرب کو ہے اور دوسرا مدرسہ نابلس میں ہے، نابلس یہاں سے پچاس کلومیٹر دور وہ شہر ہے جہاں یعقوب علیہ السلام رہتے تھے، اور عام روایات کے مطابق یہاں پر ہی بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا تھا۔

چونکہ دروازے بند ہونے والے تھے اس لیے اس طالب علم کے ساتھ مزید گفتگو نہ ہو سکی رات کو خوب برف باری ہوئی، صبح کی نماز کے لیے جب مسجد اقصیٰ کی طرف روانہ ہوا تو غضب کی سردی محسوس ہوئی، نماز پڑھ کر کچھ تلاوت کی، سورج طلوع ہونے کے بعد مغربی جانب کے ایک ہوٹل میں چائے نوشی کے لیے گیا، جہاں کافی مقامی عرب بیٹھے حقہ نوشی اور گپ شپ میں مصروف تھے۔ یہاں حقہ نوشی کا بہت زیادہ رواج ہے، واپسی پر معہد علمی کے دیکھنے کے لیے گیا، اساتذہ اور طلبہ حاضر

ہو گئے تھے، تمام اساتذہ اور طلبہ بڑی محبت سے پیش آئے، مدیر المعہد نے دفتر میں بٹھا کر چائے پلائی، اور پاکستان کے بارے میں دریافت کیا کہ وہاں عربی مدارس ہیں یا نہیں، اور لوگوں میں مذہبی علوم اور عربی زبان سیکھنے کا شوق کیسا ہے، میں نے ان کو اس بارہ میں پوری تفصیل بیان کی، اور کہا کہ معہد علمی جیسے مدارس تو پاکستان کے ہر چھوٹے بڑے شہر میں موجود ہیں، یہاں تو صرف معدودے چند کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ پاکستان کے مدارس میں تفسیر وحدیث، فقہ، اصولِ فقہ، صرف، نحو، منطق، فلسفہ وغیرہ تمام علوم بالاستیعاب پڑھائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں ایسے مدارس بھی موجود ہیں جن میں چار چار سو طلباء پڑھتے ہیں، ان میں سے اکثر مدارس دارالعلوم دیوبند سے بالواسطہ وابستہ ہیں، دارالعلوم دیوبند ہند میں ایک قدیم عظیم علمی دارالعلوم ہے، جن کی نظیر تمام عالم اسلامی میں موجود نہیں، اور لطف یہ ہے کہ یہ مدارس اہلیہ ہیں حکومیہ نہیں، یعنی قوم کے مصارف سے چلتے ہیں اور ان میں سے کئی ایک مدارس کے سالانہ مصارف کا تخمینہ لاکھوں تک پہنچتا ہے۔ خود ہمارے دارالعلوم حقانیہ کا بجٹ ڈیڑھ لاکھ روپیہ سے زائد ہے، اساتذہ معہد متحیر ہوئے اور کہنے لگے: اب تک ہمارا یہ خیال تھا کہ ہندوستان پاکستان میں کوئی مذہبی مدرسہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہاں جتنے پاکستانیوں کو ہم نے دیکھا ہے وہ صرف انگریزی میں بات کر سکتے ہیں عربی نہیں جانتے، پھر پوچھنے لگے کہ آپ نے لغت عربی عرب ممالک میں رہ کر سیکھی ہے، یا پاکستان کے کسی عربی مدرسہ میں، میں نے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ جو پاکستان کا ایک ممتاز علمی ادارہ ہے وہاں میں نے تعلیم پائی ہے، اور وہاں عربی لغت کسی حد تک سیکھی ہے، میں نے ان کو پاکستانی مدارس کے نصاب، طرزِ تعلیم، اساتذہ کی قابلیت، اکابرین دیوبند کی بعض تصانیف کا

تذکرہ کیا تو انہوں نے پوری حسرت سے کہا کہ یہاں محقق اور متصلب علماء ناپید ہو گئے ہیں، جن سے ہم علمی تشنگی بجھائیں، حکومت تو مادی علوم کی ترویج میں کوشاں ہے، کہنے لگے کہ یہاں صرف بیت المقدس میں ایک سو سے زائد مدرسے مسیحیوں کے ہیں، جن میں ہمارے مسلمانوں کے بچے بھی تعلیم حاصل کرتے ہیں اور تمام اردن میں مسیحی مدارس کی تعداد تقریباً تین سو کے لگ بھگ ہے۔ اب موجودہ عرب ظاہری اور مادی ترقیات کے درپے ہیں، ان میں رنگینی ہی رنگینی رہ گئی ہے، علوم دینیہ سے متنفر اور باطن کے کورے اور مادیت کے دلدادہ رہ گئے ہیں۔ سرتا قدم یورپی تمدن اور طرز معاشرت میں ڈوبے ہوئے ہیں، ایسی مقدس زمین میں جہاں ایک زمانہ میں ہزاروں دینی مدارس تھے، اب یہاں صرف ایک مدرسہ (وہ بھی نامکمل) رہ گیا ہے۔ ایسے پاک خطہ میں جہاں کے ہر گوشہ میں دور قدیم کے اولوالعزم پیغمبروں کے خدوخال اب تک موجود ہیں جن سے قرآنی تاریخ کی بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔ عیسائیوں کے ان تعلیمی اداروں کی بہتات مسلمانوں کی حمیت و غیرت کو للکار رہی ہے، باطل مذہب والے تو اپنے فاسد عقائد کی نشر و اشاعت میں دن رات لگے ہوئے ہیں، اور مسلمان قوم، پھر وہ مسلمان عرب جن کے آباؤ اجداد نے اسلام کی روشنی چار دانگِ عالم میں پھیلائی ان کی موجودہ نسل دشمنانِ اسلام کے فنونِ تہذیب سیکھنے میں مصروف ہے، یا للعجب ویا لضیاع المسلمین۔ معہد علمی کے مدیر نے مجھے اپنے معہد کا منہج الدراسہ دیا اور اس کے پہلے صفحہ کے اوپر میرا نام تحریر کیا اور لکھا کہ یہ منہج اس کو بطور ہدیہ علمیہ پیش کرتے ہیں اور دعاؤں کے خواستگار ہیں۔

معہد علمی کے اساتذہ سے رخصت لیکر بطلِ حریت حضرت مولانا محمد علی جوہر

کی قبر دیکھنے کے لیے گیا، یہ قبر ایک بند کمرے میں ہے، جو مسجد صخرہ کے بالمقابل جانب مغرب کو ہے، کتبہ پر یہ عبارت لکھی گئی ہے :

إن الله اشترى من المؤمنين أنفسهم وأموالهم بأنّ لهم الجنة هذا ضريح المجاهد العظيم مولانا محمد علي الهندي تغمّده الله برحمته توفّي بلندن في النصف من شعبان ودفن بالقدس يوم الجمعة الخامس من رمضان سنة تسع وأربعين وثلاث مائة وألف۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ مومنوں کو ان کی جان ومال کے بدلے جنت دے گا یہ مجاہد عظیم مولانا محمد علی ہندی کی قبر ہے (اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت میں جگہ دے) پندرہ شعبان کو لندن میں وفات پائی اور جمعہ کے دن پانچ رمضان ۱۳۴۹ھ کو قدس میں دفن کیئے گئے۔

اللہ تعالیٰ نے شریعت وسیاست کے اس علمبردار کو کتنا بلند مقام عطا فرمایا تحریری وتقریری جہاد کرتے کرتے دار الکفار لندن میں جان بحق ہوئے، اور آخری آرام گاہ بیت المقدس کے نورانی خطہ میں نصیب ہوئی، زہے سعادت، اقبال مرحوم نے مولانا جوہر کے بارے میں کہا تھا ....

ع سوئے گردوں رفت زاں راہے کہ پیغمبر گزشت

مولانا جوہر کی قبر کے قریب شریف حسین والی حجاز کی قبر بھی ہے۔

المتحف الإسلامي للحرم :

اسلامی عجائب گھر کے دیکھنے کے لیے گیا جس میں مسجد اقصیٰ اور مسجد صخرہ کی بہت سی قدیم چیزیں موجود ہیں ،جنات کے زمانے کے شہتیر، کڑیاں، ستون،

دیواروں میں جڑے ہوئے سنگ مرمر کے کتبے، قرآن مجید کے قلمی نسخے، مجمرے (خوشبو سلگانے کی انگیٹھی) قماقم، اعلام، سبز پوش، پرانے عہد بنی امیہ اور عہد بنی عباس کے سکے، عہد قدیم کے آلات حرب، جنگی لباس و دیگر نادر و نایاب متبرک اشیاء موجود ہیں جن کے دیکھنے سے صدیوں پہلے اسلامی دنیا کی تہذیب و تمدن آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ حضرت حسینؓ کے پوتے کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن مجید کا ایک نسخہ موجود ہے، جو ہرنی کی کھال پر لکھا گیا ہے۔ انتہائی خوش خط اور جاذب نظر ہے، اس پر یہ عبارت لکھی گئی ہے:

النصف الأخير من القرآن الكريم مكتوب على رق غزال بخط كوفي جميل و كتب على هامته كتبه محمد بن الحسين بن الحسين ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم۔

ترجمہ: قرآن مجید کا آخری نصف جو ہرنی کی کھال پر خوبصورت کوفی خط سے لکھا گیا ہے۔ اس کے سرورق پر مکتوب ہے، کہ محمد کے ہاتھ لکھا گیا ہے، محمد حسنؓ کا بیٹا ہے اور حسن حسینؓ کا اور حسینؓ فاطمۃ الزہراؓ کا بیٹا ہے۔ یہاں ایک نسخہ وہ بھی ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں ان کے امر سے لکھا گیا تھا، ۷۴۵ھ کا ایک نسخہ دیکھا جو زعفران اور سنہری سیاہی سے ہرنی کی کھال پر لکھا گیا ہے اس پر یہ لکھا ہوا ہے:

أوقف هذه الربعة الشريفة على المسجد الأقصىٰ المبارك عبدالله على أمير المومنين ابن أمير المسلمين أبى سعيد عثمان إبن أمير المسلمين أبى يوسف يعقوب بن عبدالحق ملك المغرب ۷۴۵ھ

قرآن مجید کا یہ چوتھا حصہ عبداللہ علی نے ۷۴۵ھ میں مسجد اقصیٰ کے لیے بطور وقف بھیجا ہے، ایک پرانے کتبے پر یہ کلمات بہت پسند آئے :

روی الحسن عن أبی الحسن عن جد الحسن أن أحسن الحسن الخلق الحسن، قال علیؓ: عزمن قنع وذل من طمع۔

چمڑے کے ایک ٹکڑے پر یہ آیت لکھی گئی ہے :

من المسجد الحرام إلی المسجد الأقصیٰ الّذی بارکنا حوله۔ السلطان مصطفیٰ خان ابن السلطان الغازی عبدالحمید خان۔

ایک کتبہ پر لکھا ہوا ہے :

قال علیه السلام: صخرة بیت المقدس من صخرة الجنة صدق رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک کتبہ پر مکتوب ہے: قال علیه السلام: من أراد أن ینظر إلی بقعة من بقع الجنة فلینظر إلی بیت المقدس۔ یہاں پرانے زمانے کی موم بتیاں دیکھیں جو لمبے چوڑے ستونوں کی طرح ہیں، ایک موم بتی کی موٹائی تین فٹ اور لمبائی سات فٹ ہے۔ (ماہنامہ الحق جولائی ۱۹۶۷ء)

☆

بیت المقدس کے اس اسلامی عجائب گھر میں موتیوں کی ایک چوکور تھیل ہے، جس کے بارے میں یہ عبارت لکھی گئی ہے : اسکملة خشب صغیرة مطعمة بالصدف مقطع صغیرة أشبه بالفسیاء جمیلة المنظر۔

سلطان عبدالحمید خان کا وہ بڑا جھاڑ بھی موجود ہے جو مسجد صخرہ کو بطور ہدیہ بھیجا

گیا تھا۔ اس تحائف خانہ میں سینکڑوں متبرکات ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل دیکھنے کے قابل ہیں (۱) مسجد اقصیٰ کے منبر کا جھنڈا جس پر کلمہ توحید سونے سے لکھا ہوا ہے (۲) قریہ خلیل سے کپڑے کا وہ ٹکڑا جو عہد قدیم کے سلاطین نے مسجد اقصیٰ کے لیے بھیجا تھا۔ جس پر کلمہ توحید اور ایک آیت لکھی گئی ہے (۳) پرانے زمانے کے دینار و درہم اور دیگر سکے۔ خاص کر عباسی دور حکومت ۱۰۴۲ کا ایک دینار جس پر کلمہ توحید ثبت ہے۔ ۱۰۷ھ کا ایک دینار جس پر لاإله إلاّ اللّٰه وحده لاشريك له، درج ہے، ۲۰ھ کے ایک دینار پر محمد رسول اللّٰہ عبدالملک مکتوب ہے، ایک دینار پر کلمہ توحید کے نیچے المعتصم باللّٰہ لکھا گیا ہے، ایک دینار پر سورہ اخلاص اور کلمہ توحید درج ہے، اور ایک پر المنتصر باللّٰہ أمیر المومنین۔

قرون اولیٰ کے سلاطین اشاعت توحید، اعتماد علی اللہ کے دلدادہ تھے، آج تو تصویر پرستی کا دور ہے ہر ایک بادشاہ اپنی شہرت کی غرض سے درہم و دینار پر اپنی تصاویر شائع کرنے کا مشتاق ہے، وہ اللہ کا نام لکھواتے تو ان کے خزانوں میں برکت تھی، آج کل کے سلاطین اپنی تصویروں میں ملک وملت کی ترقی سمجھنے لگے ہیں تو غیروں کے محتاج اور دستِ نگر بن گئے ہیں۔

لکڑی کا وہ تختہ دیکھا جس کے بارے میں لوح مخلف من سقف المسجد الأقصىٰ المبارك من العصر الأموی۔ (یہ عہد اموی کے دور کی مسجد اقصیٰ کی چھت کا ایک ٹکڑا ہے۔)

ایک بڑے بورڈ کے متعلق یہ عبارت درج ہے: وُجِدَتْ هذه اللوحة فی تكية خاصكي زوجة السلطان سليمان القانوني، ومنها يستدل أنها كانت

كسجل لأشخاص الذين كانوا يتناولون طعامهم من التكية۔ (یہ تختہ سلطان سلیمان قانونی کے بیگم کے تکیہ سے ملا گویا اس زمانہ میں لنگر سے کھانا لینے والوں کے رجسٹر کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔)

متحف سے فراغت کے بعد اس مسجد کے دیکھنے کو گیا جو صرف عورتوں کے لیے بنائی گئی ہے، اس پر المسجد للسیّدات خاصة کا بورڈ لگا ہوا ہے، یہاں ظہر، عصر اور مغرب کی نماز ایک اندھا امام عورتوں کو پڑھاتا ہے، جو حکومت کی طرف سے مقرر ہے، فجر اور عشاء کے وقت یہ مسجد بند رہتی ہے، ان تینوں اوقات میں عورتیں مسجد اقصیٰ کی جانب غربی کے گوشہ میں آکر شریک جماعت ہوتی ہیں۔

دیوار براق وہ جگہ ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ حضور ﷺ نے معراج کی رات براق کو یہاں باندھا تھا، درحقیقت یہ ہیکل سلیمانی کی بقیہ دیوار ہے۔ شداد بن اوسؓ، عبادہ بن صامت حضرات کی قبریں باب الرحمۃ کے پاس ہیں، ابوریحانہ القرظی کی قبر باب السعدیہ کے ساتھ ہے۔

سلیمان علیہ السلام کا روضہ :

ظہر کی نماز پڑھ کر کچھ کھانا کھانے کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام کا روضہ دیکھنے گیا یہ روضہ مسجد صخرہ کے جانب مشرق تین سو قدم کے فاصلہ پر بیرونی دیوار کے متصل ایک مقفل کمرے میں واقع ہے، کمرے کے دونوں جانب جالی دار کھڑکیاں ہیں جن سے قبر دیکھی جاسکتی ہے، قبر کی لمبائی سات گز تقریباً ہوگی، قبر شمالاً جنوباً ہے کیونکہ اس وقت قبلہ یہی تھا، تحویل قبلہ کے بعد یہاں کی قبور شرقاً غرباً ہیں اس کمرے کے متصل حبس سلیمانؑ (جیل خانہ) ہے جہاں شریر جنات کو قید و بند میں رکھا جاتا تھا،

اصطبل سلیمانؑ یہاں سے ذرا فاصلے پر ہے، سلیمان علیہ السلام کے گھوڑے یہاں رہتے تھے۔

جبل زیتون :

روضہ سلیمان کے قریب شمال مشرقی دروازے سے نکل کر جبل زیتون دیکھنے کے لیے بس میں سوار ہوئے بس کا ایک گرش کرایہ ہے جو پاکستانی سوا تین آنے (تقریباً بنتے ہیں) سب سے پہلے سلمان فارسیؓ کے روضہ پر گئے، قبر پر حضورؐ کا یہ فرمان مکتوب ہے : "سلمان منّا اهل البيت"۔ مشہور ہے کہ یہ قبر سلمان فارسیؓ کی ہے، مگر زیادہ ثقہ یہ ہے کہ سلمان فارسی نے بغداد میں وفات پائی، اور دریائے دجلہ کے کنارے واقع قبرستان میں ان کو دفنایا گیا تھا۔ بعد میں سیلاب سے قبر گرنے کا خطرہ تھا تو سلمان فارسیؓ اور حذیفہ بن الیمانؓ دونوں کی قبروں کو اس دور کی حکومت نے منقل کروادیا تھا، اب سلمان پاک بغداد سے کچھ مسافت پر دور ایک جگہ ہے، یہاں ان دونوں حضرات کے مقبرے ہیں۔

رفع مسیحؑ کی جگہ :

سلمان فارسیؓ کے اس مزار سے دو فرلانگ کی مسافت پر جانب جنوب کو وہ جگہ ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام رات کو عبادت کیا کرتے تھے، اور جب یہودیوں نے قتل کے ارادہ پر ان کے اس مکان کا محاصرہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آسمانوں پر اٹھایا اس جگہ کو موضع رفع المسیح کہتے ہیں، اس جگہ مرد وزن کا ہجوم رہتا ہے، یہاں ساتھ والے مکان پر چڑھ کر دیکھیں تو بیت المقدس کا وہ حصہ صاف نظر آتا ہے جو یہودیوں

کے قبضہ میں ہے، یہاں سے داؤد علیہ السلام کا روضہ بھی دکھائی دیتا ہے، جو شہر کے مغربی جنوبی حصہ میں ہے، یہ روضہ یہودیوں کے مقبوضہ حصہ میں ہے۔ یہاں مجھے برطانیہ کے وہ انگریز ملے جن کو میں نے مسجد صخرہ کے دروازے کے پاس حضرت نبی کریم ﷺ کا بال مبارک بتا دیا تھا جو شیشہ میں بند ہے۔ برطانیہ کے کافی مرد و زن نے مجھ سے پوچھا کیا آپ کو پتہ ہے کہ اس شیشہ میں کیا ہے؟ میں نے ان کو بتایا کہ یہ محمد ﷺ کا بال مبارک ہے، میں نے کہا کہ آپ اس کو سونگھیں۔ انہوں نے جب سونگھا تو سب ویری نائس ویری نائس (بہت خوب) کہنے لگے اور اپنے رومال اس پر ملنے لگے تو پھر انہوں نے میرا نام پوچھا اور بہت شکریہ ادا کیا تو میں نے جبل زیتون سے ان کے دوربین پر وہ علاقہ دیکھا جہاں سے حضرت داؤد علیہ السلام کا روضہ اور فلسطین کا مقبوضہ علاقہ نظر آ رہا تھا۔ رابعہ عدویہؒ کی قبر موضع رفع المسیح کے قریب ہے، اس پہاڑ پر کئی گرجے ہیں۔ واپسی پر اس پہاڑی سے پیادہ اترا، اس پہاڑی کے دامن میں ایک بہت بڑا کلیسا ہے جو جسمانیہ کلیسا کے نام سے مشہور ہے کہتے ہیں کہ اس کلیسا میں ایک غار ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام اپنے شاگردوں کے ساتھ ذکر خداوندی کیا کرتے تھے، اس کلیسا سے آگے حضرت مریم علیہ السلام کا روضہ ہے جو ایک وسیع و عمیق مکان کے اندر ہے لوگ اس تاریک مکان کے اندر موم بتی جلا کر جاتے ہیں، مریم علیہا السلام کی قبر بہت ہی تنگ کمرے میں واقع ہے، جہاں پانچ چھ آدمی بمشکل سما سکتے ہیں۔ پادری یہاں انجیل پڑھتے ہیں اس عمارت کی تمام دیواریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی تصویروں سے بھری پڑی ہیں، ان کے زندگی کے مختلف ادوار کو ان تصاویر میں پیش کیا گیا ہے۔ مسیحی لوگ خصوصاً ان کے پادری ان تصویروں کو

دیکھ دیکھ کر روتے ہیں، اور اس تصویر بینی اور عکس پرستی کو اپنی روحانیت کی ترقی و اضافہ کا باعث تصور کرتے ہیں، عیسیٰ علیہ السلام کے بچپن وجوانی اور بڑھاپے کی تصویریں، ماں کی گود میں جب وہ بولنے لگے، یہودیوں میں جب وہ تبلیغ کرتے تھے، نیز ان کو سولی پر چڑھانے، ہتھیلیوں پر میخیں ٹھونکنے، مریم کے رونے اور زمین پر بے ہوش گرنے وغیرہ کی فرضی اور خود ساختہ تصویروں کے دیکھنے سے طبیعت مضمحل ہو جاتی ہے، باہر آ کر ایک پادری نے ہم سے پوچھا کہ آپ مسیحی ہیں (میرے ساتھ آسام کے رفقاء تھے) میں نے جواب دیا ہم اس پیغمبر کی امت میں سے ہیں، جس کی تشریف آوری کی بشارت صاحب روضہ کے بیٹے مسیح علیہ السلام نے دی تھی اس نے کہا کہ مسیح اور مریم کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے میں نے اس کو کہا کہ قرآن پاک کی یہ آیتیں سنیئے، میں نے سورہ مریم کا دوسرا رکوع واذکر فی الکتاب مریم آخر تک تلاوت کیا وہ پادری سنتا رہا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے مکمل رکوع تلاوت کرنے کے بعد کہا، ہم عیسی علیہ السلام کو خدا کا بندہ اور رسول مانتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ آسمانوں پر اٹھایا ہے، اس نے کہا کہ تم مریم اور مسیح کے ساتھ اتنی بے پناہ محبت رکھتے ہوئے پھر بھی اس کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے۔ پادری غصہ میں تھا، چلا کر بولا مسیح خدا کا بیٹا تھا اور اس کو یہودیوں نے سولی پر قتل کر دیا تھا اور کنیسۃ القیامہ میں آپ کی قبر ہے، میں نے جوابات دیئے، اس نے کہا کہ بغیر باپ کے کس طرح بیٹا پیدا ہو سکتا ہے، میں نے کہا: اس کا جواب تو قرآن مجید نے دیا ہے: ان مثل عیسٰی عند اللہ کمثل آدم۔ عیسیٰ کا بن باپ پیدا ہونا آدم جیسا ہے کہ ان کو بن باپ اور بن ماں پیدا کیا گیا اس دوٹوک اور سادہ مثال پر وہ قانع نہ ہوا تو میں

نے الزامی طور پر اسے ایک عالم کا قول پیش کیا کہ اچھا اگر ایسا ہی ضروری ہے تو (معاذ اللہ) پھر دادا کون ہے؟ اس پر وہ کپڑے جھاڑتے ہوئے چلا گیا۔

افسوس کی بات ہے جہاں کہیں بھی عیسائیوں کا تسلط ہے وہ برابر اپنے باطل عقائد وافکار کی اشاعت کرتے ہیں، مگر مسلمان گائیڈ جو باہر سے آنے والے مسیحیوں کی قیادت ورہبری کرتے ہیں وہ ان مسیحیوں کے عقائد کے خلاف ایک لفظ تک نہیں بول سکتے، اس کا علم ہمیں موضع رفع المسیح میں ہوا۔ ایک مسلمان عیسائیوں کو ایک جگہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہنے لگا کہ یہاں عیسیٰ علیہ السلام کو سولی پر چڑھایا گیا وہ اتنا بھی نہ کہہ سکا کہ تمہارے عقائد کے مطابق یہ ان کی سولی کی جگہ ہے اور ہمارے مسلمانوں کے لیے یہ جگہ اس لیے متبرک ہے کہ یہاں سے عیسی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں پر اٹھایا تھا

مسیحیوں کے مدارس میں مسلمان بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ان مراکز میں پادریوں کی تبلیغ نے بعض عرب نوجوانوں کے عقائد کو متزلزل کر دیا ہے۔ عبدالاول عبدالقادر صلاح نامی ایک نوجوان جو یہاں کا باشندہ ہے اور دمشق یونیورسٹی میں پڑھ رہا ہے۔ اس سے بات چیت ہوئی اس نے وفات عیسیٰؑ کے بارے میں اپنے جن رجحانات کا اظہار کیا وہ ایک عیسائی کے خیالات تو ہو سکتے ہیں مسلمان کے نہیں، ان غلط افکار کے پھیلانے میں جامعہ ازہر مصر کے سابق شیخ شلتوت (جواب وفات پاچکے ہیں) کا بھی بہت بڑا حصہ ہے، جنھوں نے جمہور اسلام اور تمام امت کے متفقہ عقیدہ کے برخلاف وفات مسیح کی رائے پیش کی، اس طالب علم کو اپنے دلائل پر بہت ناز تھا، مگر بحمد اللہ اکابرین دیوبند بالخصوص حبر امت متکلم دوراں حضرت مولانا شاہ انور شاہ

رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر جس انداز سے بحث کی ہے، اس سے اپنی کم استعدادی کی وجہ سے معمولی استفادہ کیا تھا، وہ میرے لیے اس مقام میں عزت وسعادت کا باعث بنا۔ (اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کی ارواح طیبہ پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے) علمائے دیوبند کے مقابلہ میں موجودہ اکثر عرب علماء کی علمی قابلیت ہیچ ہے، ان میں سطحی سرسری معلومات ہیں اور ادبیت ہے ان میں تحقیقی ٹھوس علوم کا فقدان ہے۔

جامع عمرؓ کنیسۃ القیامہ :

یہاں مسجد کو جامع کہتے ہیں، بیت المقدس میں مسجدِ صخرہ اور مسجد اقصیٰ کے علاوہ تیس تک مسجدیں ہوں گی، مگر سب میں اہم اور قابل دید جامع عمرؓ ہے، جو کنیسۃ القیامۃ کے عین مقابل ہے، کنیسۃ القیامہ شہر بیت المقدس کے درمیان مسیحیوں کا ایک بہت بڑا گرجا ہے۔ یہاں ہر وقت باہر ممالک سے آئے ہوئے سینکڑوں مسیحی موجود رہتے ہیں۔ ان کے باطل عقیدہ کی رو سے یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مزار ہے۔ اس گرجے میں انہوں نے فرضی سولی بنا رکھی ہے، کہتے ہیں کہ اس سولی پر ان کو لٹکایا گیا، یہاں وہ گر گئے تھے، اس جگہ ان کی لاش کو رکھا گیا، اور یہاں ان کو غسل دیا گیا، اس جگہ مریم علیہا السلام غم کی وجہ سے بیہوش ہو کر گر پڑی تھیں۔ عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرضی مزار ایسی تنگ جگہ میں بنایا گیا ہے کہ اندر جانے والے مجبوراً سجدہ کی حالت میں جا سکتے ہیں، اس بڑے گرجے کے قرب وجوار میں لاطینی، آرمینی وغیرہ بے شمار گرجے ہیں۔

کنیسۃ القیامہ کے بالمقابل جامع عمرؓ ہے مشہور ہے کہ جب حضرت عمرؓ نے

۱۵ھ میں بیت المقدس فتح کر کے یہاں کے مسیحیوں اور پادریوں کو امان دیکر چھوڑا (اور مسلمانوں کو تاکید کی کہ مسیحیوں کے گرجوں، یا چرچوں کی کسی چیز کو نہ توڑیں) تو اس کنیسہ کے بڑے پادری نے حضرت عمرؓ کو اس گرجا کے دیکھنے کی دعوت دی، (اس جگہ حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ حنہ بنت فاقوذہ کا گھر تھا) حضرت عمرؓ وہاں تشریف لے گئے اور جب گرجا سے باہر نکلے تو مغرب کی نماز کا وقت ہو چکا تھا حضرت عمرؓ نے ساتھیوں کو نماز پڑھنے کے لیے کہا، پادری نے کہا کہ گرجے کے اندر جگہ ہے وہاں نماز پڑھ لیں مگر حضرت عمرؓ نے وہاں پڑھنے سے انکار کیا اور گرجے سے بیس قدم کے فاصلہ پر جنوب کی جانب اس میدان میں اذان دی اور نماز باجماعت پڑھائی جہاں اس کے بعد مسلمانوں نے جامع عمرؓ کے نام سے مسجد بنائی۔ یہ ان کی فراست تھی ، اگر گرجے کے اندر وہ نماز پڑھتے تو آج مسلمان بھی وہاں جا کر نماز پڑھتے، دوسری بات یہ ہے کہ گرجے کے بالمقابل مسجد کی تعمیر سے پانچوں وقت آوازِ حق بلند ہوگی اور غیر مسلم اقوام کی ہدایت کا ذریعہ بن سکے گا۔ یہ جامع اگرچہ مختصر عمارت پر مشتمل ہے مگر اپنی تاریخی عظمت، جائے وقوع، شاندار عمارت اور ممتاز ستون کی بناء پر قابل دید ہے۔ اس مسجد میں ایک کتبہ پر عربی کے یہ چند اشعار پڑھے جو بہت پسند آئے:

عِفّوا تَعِفُّ نساء کم فی المحرمِ ۔۔۔ و تجنّبوا ما لا یلیْق بمسلمِ

إنّ الزّنا دَین فإن أقرضته ۔۔۔ کان الوفاء من أهل بیتكَ فاعلمِ

منّ یزنِ یُزنَ به و لو بجدارهِ ۔۔۔ إن کنت یا هذا لبیباً فاعلَمِ

یاهاتکاً حرمَ الرّجالِ و قاطعاً ۔۔۔ سُبُل المودّةِ عِشت غیر مکرّمِ

لو کنت حرّاً من سلالةِ طاهرٍ ۔۔۔ ما کنت هتّاکاً لحرمةِ مسلمِ

ترجمہ: (۱) پاکدامن بن جاؤ تو تمہاری بیویاں بھی پاکدامن رہیں گی۔ اور ناشائستہ امور سے بچتے رہو (۲) بیشک زنا ایسا قرض ہے جس کو اگر تم نے اپنے ذمہ لے لیا تو تمہارے گھر والوں کو اس کی ادائیگی کرنی پڑے گی۔ (۳) جس نے زنا کیا اس سے ضرور بدلہ لیا جائیگا خواہ اس کی دیوار سے کیوں نہ ہو اگر تم عقلمند ہو تو سمجھ لو۔ (۴) اے لوگوں کی آبروریزی کرنے والے اور محبت کے راستوں کو کاٹنے والے تو ذلیل وخوار ہو کر رہے گا۔ (۵) اگر تو کسی پاکیزہ نسل سے کوئی شریف انسان ہوتا تو مسلمان کی حرمت وعفت کی پردہ دری نہ کرتا۔

آپ سکھ ہیں یا مسلمان ؟

جامع عمرؓ سے واپسی پر راستہ میں ایک نوجوان دوکاندار نے پوچھا، آپ سکھ ہیں یا مسلمان؟ میں نے اس کی طرف توجہ ہی نہ کی کیونکہ ان مضحکہ خیز آوازوں سے ہمارے کان مانوس ہو گئے تھے، مگر اس کمبخت نے اونچی آواز سے جب دوبارہ پوچھا اور آس پاس کے دوکاندار بھی تعجب کی نگاہ سے دیکھنے لگے تو مجبوراً جواب دینا پڑا میں نے کہا کہ داڑھی سکھوں کا شعار ہے یا مسلمانوں کا، تم اتنے بے شرم ہو گئے ہو کہ داڑھی کی وجہ سے ایک مسلمان کو سکھ کہتے ہو، کیا تم داڑھی منڈوانے کی وجہ سے عیسائی کہلاؤ گے، داڑھی تو حضرت محمد ﷺ کی سنت ہے تمام پیغمبروں کے چہرے اس مبارک شعار سے مزین تھے، افسوس کہ تم اس مقدس زمین میں رہ کر حضور ﷺ کی سنت کی توہین کر رہے ہو، اس کے ساتھی دوکاندار نے کہا چونکہ جنگ عظیم میں یہاں سکھ رجمنٹ رہ چکی ہے، اسی بناء پر اس کو شبہ ہوا میں نے کہا جنگ عظیم کے وقت یہ کہاں موجود تھا اس نے کہا ماں باپ اور بزرگوں سے ان کے واقعات سنے ہیں، میں نے کہا ماں باپ نے

اس کو یہ نہیں بتایا کہ ہمارے باپ داداؤں کی داڑھیاں تھیں۔ میں نے کہا کہ تمام انبیاء کرام کی داڑھیاں تھیں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "أعفو اللحی جزوا الشوارب" (داڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ) نوجوان نے کہا سامِحْنِی مجھے معاف کیجئے مجھ سے غلطی ہوگئی ہے۔

چشمہ ایوب علیہ السلام :

صبح کو وادی کدرون اور عین ایوب دیکھنے گئے، باب عمرؓ کے راستے نیچے وادی کی طرف روانہ ہوئے، باب عمر مسجدِ اقصیٰ کی جانب جنوب کو ایک بہت بڑا دروازہ ہے جس سے حضرت عمرؓ فتح بیت المقدس کے وقت داخل ہوئے تھے، اس دروازہ سے چشمہ ایوب چھ فرلانگ نیچے وادی میں ہے، کہا جاتا ہے کہ اس چشمہ سے ایوب علیہ السلام نے غسل فرمایا تھا، اب یہاں کنواں ہے، اور اس پر واٹر پمپ لگا دیا گیا ہے، یہاں کے بعض مسلمان اپنی میت کو غسل دینے کے لیے یہاں لاتے ہیں۔

چشمہ ایوب سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر "برکۃ سلوان" ایک تاریخی قدیم چشمہ ہے، اس کا پانی موسم سرما میں بہت گرم اور موسم گرما میں بہت سرد ہوتا ہے، برکۃ سلوان کے دروازے پر جو دوکان ہے، اس کے مالک نے ہمیں اس چشمہ کے بارے میں بتایا کہ سلیمان علیہ السلام کے پڑپوتے ملک حذقیا نے یہ چشمہ کھودا تھا، اس چشمہ کا منبع یہاں سے ایک سو تیس گز کی مسافت پر دور ہے۔ جہاں سے چشمہ نکلا ہے، وہاں تک انسان اس زمین دوز سرنگ میں جا سکتا ہے۔ اس نے بتایا کہ اس چشمہ کا پانی ذائقہ میں زمزم کی طرح ہے، ترک بادشاہوں نے اس چشمہ کی مکمل صفائی اور مرمت کی تھی، یہودیوں نے ترکی حکومت کے عہد میں اس چشمہ کے آس پاس زمین کو

خریدا، اوراس متصل زمین خریدنے کا بھی فیصلہ ہونے والا تھا، مگر عین موقع پر یہاں کے دیندار لوگوں نے ترکی حاکم کو اطلاع دی، اس نے حکم دیا کہ اس زمین میں مسجد تعمیر کردی جائے، چنانچہ وہ جامع اب تک موجود ہے، دوکاندار نے مزید بتایا کہ اس وادی کا ذکر تورات میں موجود ہے، تورات نے اس وادی کو وادی کدرون کے نام سے یاد کیا ہے۔ یہ دوکاندار دعوۃ الاحرار کا ایک سرگرم رضا کار ہے۔ دعوۃ الاحرار اخوان المسلمین جیسی ایک مذہبی جماعت ہے جس کا مرکز لبنان میں ہے مگر یہ جماعت اخوانیوں کی مخالف ہے، ان کا دعویٰ ہے کہ اخوانی صرف افکار پیش کرتے ہیں، عملی کام نہیں کرتے مگر درحقیقت دینی، مذہبی اقدار اور اسلامی روایات کی ترویج واشاعت کے لیے جو مساعی جمیلہ اخوان المسلمین سرانجام دے رہے ہیں، وہ کوئی دوسری جماعت نہیں کرسکتی، اخوانیوں کے دلوں میں مذہبی دینی جذبات ہیں جو کلمہ حق بلند کرنے میں مصروف جہاد ہیں۔ صدر ناصر کے حامی لوگ ان دونوں جماعتوں کے مخالف ہیں، ان کا الزام ہے کہ یہ امریکہ کی قائم کردہ جماعتیں ہیں، یہاں فلسطینی مہاجر جمال عبدالناصر کے مداح وشیدائی ہیں ایک فلسطینی نے اپنی محبت کا اظہار ان الفاظ میں کیا لَوْ تُشَقُّ قُلُوبنا لَوَجَدت بِداخلها الناصر۔ اگر ہمارے دلوں کو چیرا جائے تو ان کے اندر ناصر ہی ہوگا۔ دعوۃ الاحرار کے اس رضا کار نے رخصت ہوتے وقت یہ جملہ مکرر سہ کرر کہا : إنّی أطوّق أمانةً بعنقك فأوصلها إلی علماء باكستان وهی أن یشتعلوا فی قلوب المسلمین نار الحرّیة الإسلامیة غیر خائفین عن قوی الباطل۔ میں آپ کو ایک امانت سپرد کرتا ہوں جس کو آپ علماء پاکستان تک پہنچائیں کہ وہ مسلمانوں کے دلوں میں حریت اسلامی کی آگ سلگائیں

اور اقدار اسلامی کو زندہ کرنے میں ہر باطل قوت کا مقابلہ کریں۔

وادی کدرون کے یہ متبرک مشاہدات دیکھنے کے بعد قلعہ قدس دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے، یہ قلعہ بیت المقدس کی جانب جنوب مغرب میں ہے، راستہ میں یہودیوں کے مکانات دیکھے جن کو مسمار کردیا گیا ہے، راستہ ہی میں باب داؤد بھی دیکھا جہاں سے داؤد علیہ السلام کے روضہ کیطرف راستہ جاتا ہے یہ دروازہ اب بند ہے، قلعہ کے اندر جانے کی اجازت نہ ملی، یہاں ان دنوں فوج کی کڑی نگرانی ہے، قلعہ کے جانب مغرب یہودیوں کا مقبوضہ شہر ہے جو یروشلم کہلاتا ہے۔

موقف الباصات (بس سٹینڈ) کے قریب جانب شمال کو ابراہیم بن ادھمؒ کی قبر بتاتے ہیں باب العمودی (جو بس کے اڈہ کے قریب ہے) سے دس گز کے فاصلہ پر وہ سنگین بلند دیوار ہے جس نے شہر بیت المقدس کو دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے، اور جسے یہودیوں کے آئے دن کے شر و فساد سے بچنے کی خاطر مسلمانوں نے جنگ بندی کے بعد رضا کارانہ تعمیر کیا ہے۔ اس دیوار کے مغربی جانب یہود رہتے ہیں، اس کو القدس جدید کہتے ہیں، کسی نے بتایا کہ بیت المقدس سطح سمندر سے دو ہزار تین سوفٹ کی اونچائی پر واقع ہے اس لیے سردیوں میں برف باری ہوتی رہتی ہے۔ جون اور جولائی میں بھی یہاں بہار جیسا موسم رہتا ہے۔

اردگرد کی بستیاں :

بیت المقدس کے اردگرد مندرجہ ذیل بستیاں قابل دید ہیں :

مکبریہ، عیز ریہ، سور باھر، الدھیشہ، قریہ خضرؑ، بیت اللحم، حلحول، خلیل، قریہ

بنی نعیم، دورہ یطا، سموع، بنت امر، صوریف، سعیر، ایشوع، اریحا، ان بستیوں کے دوکاندار بیت المقدس کے تھوک فروشوں سے سودا لے جاتے ہیں۔ ہر وقت بیت المقدس کے تنگ وتاریک مسقف بازاروں میں ہجوم رہتا ہے، بازاروں میں اکثریت عورتوں کی ہے، گھریلو ضروریات کی خرید کا بوجھ صنفِ نازک نے اپنے کاندھوں پر اٹھایا ہے۔ دیہاتی عورتوں کا لباس تو قدرے پردے کا ہے، مگر شہری عورتوں کا لباس بالکل یورپی ہے۔ کالجوں کی لڑکیاں عموماً مرد حجام سے سر کے بال بنواتی ہیں۔ اور لڑکے عورت حجام سے حجامت کرواتے ہیں، مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کے ہمہ گیر سیلاب نے اس مقدس شہر کے مسلمانوں کو پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے .... ۔

نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

دینی علوم سے بے تعلقی اور اجنبی تہذیب سے شغف کا کیا حال ہے اسکا کچھ اندازہ اس سے لگتا ہے کہ صرف اردن اور سعودی عرب کے پچاس ہزار نوجوان، فرانس امریکہ اور برطانیہ کے کالجوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کررہے ہیں، اور دشمنانِ اسلام کی زہریلی آغوش تربیت میں تمدن وتہذیب سیکھ رہے ہیں ...... ۔

میر کیا سادہ ہیں بیمار ہوئے جس کے سبب
اسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہیں

یہ یورپی تہذیب یافتگان اسی فیصد وہاں کی مسیحی عورتوں سے شادی کرکے آتے ہیں، ان ایمان اور حیاء سوز یونیورسٹیوں سے فارغ شدہ نوجوانوں کو دیکھ کر

چھوٹے بچوں پر بھی انگریزی اور فرانسیسی زبان کا بھوت سوار ہو جاتا ہے، مسجد اقصیٰ کے باہر سکول کے ایک طالب علم نے مجھ سے پوچھا کیا آپ انگریزی بول سکتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، مگر عربی کو میں پسند کرتا ہوں، اس نے کہا مجھے تو انگریزی پسند ہے، میں نے کہا: عربوں کی تو انگریزی کے ساتھ کچھ مناسبت ہی نہیں، تم ٹی اور ڈی بول ہی نہیں سکتے، وٹ کو وت اور ڈو کو دو سے تعبیر کرتے ہو، وقس علی ھذا انتہائی صدمہ ہوتا ہے کہ اپنے عرب نوجوان بھائیوں کی صورت وسیرت، وضع قطع، لباس، خورد ونوش کے طریقے یورپی استادوں کی طرح ہیں، ان پلید ملکوں سے بند ڈبوں میں درآمد شدہ گوشت، مچھلی، بغیر ذبح شدہ مرغ، انڈے، مربے، اچار، پنیر، دودھ، دہی، مکھن ودیگر اشیاء یہاں استعمال ہوتے ہیں، عرب چاول، بھنا ہوا گوشت، پنیر، اچار اور ترشی کی چیزیں بہت پسند کرتے ہیں، حمص یہاں کا مشہور سالن ہے، جو چنے کو پکانے کے بعد خوب پیس کر روغنِ زیتون اور ترشی کے ملانے سے بنتا ہے۔ یہاں عموماً گھی کی جگہ زیتون کا تیل استعمال کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ یہ تیل گائے کے گھی سے زیادہ مفید اور قوت بخش ہے، بعض لوگ تو صبح کے وقت ایک پیالہ روغن علی الدوام پیتے ہیں خالص روغن زیتون یہاں پانچ روپیہ سیر ہے، روغن زیتون کی پیداوار قدس اور اس کے آس پاس باغہائے زیتون سے ہے۔ نابلس میں زیتون کے کافی باغات ہیں، ہر قسم کی سبزی یہاں موجود ہے، جو یہاں کی وادیوں میں پیدا ہوتی ہے،، زیادہ تر سبزی اریحا سے لائی جاتی ہے جو یہاں سے تیس کلومیٹر کی مسافت پر جانب مشرق کو ایک بہت بڑا شہر ہے، وہاں تمام زمین ہموار ہے اور دور دراز تک سنگترے، مالٹے، کیلے ،سیب، امرود کے باغات ہیں اور سبزیوں سے بھرپور کھیت ہیں (افسوس کہ چند ہی دنوں

بعد۔ کم ترکوا من جنّات وعیون وزروع ومقام کریم ونعمة کانوا فیہا فاکھین کذلک واورثناھا قوماً آخرین (الدخان: ۲۵تا۲۸) (کتنے باغات اور چشمے تھے جو یہ لوگ چھوڑ گئے۔ کھیت اور شاندار مکانات اور عیش کے کتنے سامان جن میں وہ مزے کر رہے تھے، ان کا انجام اسی طرح ہوا اور ہم نے ان سب چیزوں کا وارث ایک دوسری قوم کو بنادیا) کا دلخراش منظر پیش آیا۔ العظمة للہ۔ (س))

یہاں بکرے کا گوشت بارہ روپیہ سیر ہے گائے کا گوشت شاذ ونادر ہوتا ہے بھینس تو میں نے تمام اردن میں نہیں دیکھی۔ پھلوں کے سیزن میں انگور، انجیر، آٹھ آنے سیر ملتے ہیں اور خشک انجیر دس آنے سیر۔ تمام لوگ روٹی بازاروں سے خریدتے ہیں۔ جو (فُرن) مشینوں سے پکائی جاتی ہیں، ایک کلو (سیر) روٹی ایک روپے میں ملتی ہے، بیت المقدس میں کنگھی، پن، ماچس، بسکٹ، ٹافیوں اور پلاسٹک کے سامان کے معمولی کارخانے موجود ہیں، یہاں زیتون کی لکڑی سے مختلف قسم کے تحائف بنائے جاتے ہیں جو یہاں کے لوگوں کے لیے معقول آمدنی کا ذریعہ ہیں، آپ ہر گلی میں ان تحائف کی دوکانیں دیکھیں گے، تسبیح، صلیبی نشانات، اونٹ، گھوڑے، کتے، آدمیوں اور دیگر حیوانات کے چھوٹے چھوٹے مجسمے بنائے جاتے ہیں جن کو یورپی سیاح بڑے قیمت سے خریدتے ہیں اور ان مجسموں کی شرعی قباحت کا کسی کو بھی احساس تک نہیں کہتے ہیں کہ یہ تو کاروبار ہے اس میں شریعت کا کیا دخل۔

اردن کے لوگوں کی مالی حالت اچھی ہے مزدور کی (یومیہ) مزدوری چودہ روپیہ روزانہ ہے، پولیس کا سپاہی اور فوجی کی تنخواہ چھ سو ماہوار ہے، پیش امام کی تنخواہ آٹھ سو سے ایک ہزار تک ہے، خطیبوں کی تنخواہ بارہ سو سے پندرہ سو تک ہے، اونچے طبقے کے افسروں کی تنخواہیں تو بہت ہی زیادہ ہیں یہاں صحافت شاہی حکومت کے کنٹرول میں ہے۔ ایک ادارہ ادارة التحریر کے نام سے قائم ہے جس کی اجازت کے

غیر اخبارات ایک حرف بھی شائع نہیں کر سکتے ، اتفاقاً ہمیں (پاکستانی حجاج کے ساتھ) سعودی ویزا حاصل کرنے میں اردنی حکومت کے تعاون اور حسن سلوک کے سلسلے میں شکریہ ادا کرنے کے لیے اخبارات کے دفاتر میں جانا پڑا، بیت المقدس سے شائع ہونے والے تینوں اخبارات ، فلسطین، الدفاع اور الجہاد کے ایڈیٹروں نے معذرت کی اور ہمیں مشورہ دیا کہ ادارۃ التحریر سے اجازت حاصل کرلیں، ان کی اجازت کے بغیر ایک حرف بھی شائع نہیں ہوسکتا، اب آیئے آپ کو بیرونی مشاہد ومقامات عیزریہ، بیت اللحم وغیرہ کی طرف لے چلوں۔ (ماہنامہ الحق اگست ۱۹۶۷ء)

جنگ سے چند دن قبل کے مشاہدات :

بیت المقدس میں پندرہ روز قیام کے بعد مضافات اور ضواحی قدس دیکھنے کا عزم کیا۔ بستر زاویہ ہندیہ میں ساتھیوں کے پاس چھوڑا اور گرم کمبل اپنے ساتھ لے لیا۔

عزیریہ :

موقف الباصات (بس سٹینڈ) سے عزیریہ تک بس میں کرایہ ایک گرش لیتے ہیں جو یہاں سے دو کلومیٹر کی مسافت پر جانب جنوب مشرق میں ایک حسین وجمیل قصبہ ہے، حضرت عزیر علیہ السلام کی قبر اس بستی کے درمیان ایک جامع میں واقع ہے۔ جامع سطح زمین سے دس گز نیچے ہے، مجاور سے ہم نے وضو کرنے کے لیے پانی دریافت کیا اس نے کہا وہ سامنے کنواں ہے، اس سے پانی حاصل کرلیں، دیکھا تو پانی ایک گز کی مسافت پر تھا، آدمی ہاتھ لمبا کر کے لوٹا بھر سکتا ہے، پہاڑی پر پانی کی یہ کیفیات قابل تعجب ہے، مسجد صخرہ کے جانب شمال میں بھی دو تین کنوئیں تھے مگر وہاں بھی ڈھائی تین گز کی مسافت پر تھا۔ قبر پر یہ کلمات درج ہیں:

هذا ضريحُ نبي الله عزير عليه السلام یہ عزیر علیہ السلام کی قبر ہے،
اس جامع کے محراب میں یہ آیت جاذب نظر خط سے نقش ہے :

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ۔ (البقرۃ:۲۵۹)

یا تم نے اس جیسے شخص کے واقعہ پر غور کیا جس کا ایک بستی پر ایسے وقت گزر ہوا جب وہ چھتوں کے بل گری پڑی تھی۔ اس نے کہا: اللہ اس بستی کو اس کے مرنے کے بعد کیسے زندہ کرے گا، پھر اللہ نے اس شخص کو سو سال کے لئے موت دی اور اس کے بعد زندہ کر دیا۔

هذه الأية نزلت في حق صاحب هذا المقام۔

اے محمد مصطفیٰ ؐ کیا آپ نے اس شخص کا واقعہ نہیں سنا جو اس شہر (بیت المقدس) پر گزرا جبکہ یہ شہر مسمار ہو گیا تھا، بولا اللہ تعالیٰ اس شہر کو کیسے زندہ کرے گا پس اللہ تعالیٰ نے اسکو سو برس مردہ رکھ کر دوبارہ زندہ کیا، یہ آیت صاحب روضہ (عزیر علیہ السلام) کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

حضرت عزیر علیہ السلام کے روضہ کے گرد و پیش، رومیوں اور عبرانیوں کے متعدد بڑے گرجے ہیں۔ خاص کر وہ گرجا قابل دید ہے جو روضہ کے جانب مشرق متصل ہے اس گرجے کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ عزیر علیہ السلام کی رہائش گاہ تھی، اس گرجہ میں زمین دوز پرانے مکانات ہیں جو قدامت اور مرور ایام کیوجہ سے بوسیدہ ہو گئے ہیں، اس قدیم تہہ خانہ کی کھدائی کا کام شروع ہے اس میں مزید تہہ خانوں کے برآمد ہونے کا سراغ لگایا گیا ہے۔ اس تہہ خانہ میں روغن زیتون نکالنے والا وہ آلہ

ابھی تک موجود ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ عزیر علیہ السلام کے عہد مبارک کا ہے۔ عیزریہ سے ہم مکمر یہ تک پیادہ روانہ ہوئے، راستہ میں سگریٹ سازی کا ایک بڑا کارخانہ دیکھا۔ مکمر یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے یہاں سے شہر بیت المقدس صاف نظر آتا ہے۔ حضرت عمرؓ اسی راستے سے تشریف لائے تھے، مکمر یہ سے بیت اللحم تک بس میں سوار ہوئے۔ بیت المقدس سے بیت اللحم تقریباً دس کلومیٹر ہے اور کرایہ تین گرش ہے۔ اگر درمیان میں یہودیوں کا مقبوضہ علاقہ نہ ہوتا تو مختصر راستہ چار کلومیٹر ہے، راستہ میں ''سورباہر'' قصبہ دیکھا یہاں کی شاندار جامع مسجد قابل دید ہے۔

بیت اللحم :

یہ بہت بڑا شہر ہے یہاں عیسائیوں کی اکثریت ہے یہ شہر پہاڑ پر واقع ہے یہاں کے دلکش خوبصورت مکانات صاف وشفاف سڑکوں' راستوں اور چاروں طرف حدِ نگاہ تک پھیلے ہوئے سرسبز شاداب باغات نے اس شہر کی رونق کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔ شہر کے باہر آپ جہاں بھی نظر ڈالیں گے آپ کی نگاہیں سبزہ وانگوری پر پڑیں گی، نیچے تمام وادیاں، انجیر، زیتون، انگور، نارنج، سرو، خرمانی، آلوچہ کے درختوں سے لبریز ہیں، اوپر پہاڑوں کو دیکھیں تو وہاں بھی باغات کا سلسلہ قائم ہے۔ بیت اللحم میں تین مقدسات ہیں۔ کنیسۃ المہد، جامع عمرؓ، قبر راحیل علیہا السلام۔

کنیسۃ المہد :

یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی جسکے بارے میں قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی: فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰی جِذْعِ النَّخْلَةِ (مریم: ۲۳) (پس لے آیا اس کو دردِ زہ طرف تنے درخت خرما کے) پھر لے آیا حضرت مریمؑ کو دردِ زہ

ایک کھجور کے تنے کے پاس۔

مجھے ساتھی نے کہا: یہاں چشمہ اور کھجور کہاں ہیں میں نے کہا یہ تو ضروری نہیں کہ اب تک وہ کھجور اور چشمہ باقی رہیں اگر قرآن مجید کے لفظ سَرِیًّا کا معنی سردار لیا جائے (جیسا کہ بعض مفسرین فرماتے ہیں: قد جعل ربك تحتكِ سریًّا اے مریم تیرا پروردگار تجھ کو ایک بڑا سردار (عیسیٰ بخشنے والا ہے) تو چشمہ کے موجود نہ ہونے کا کوئی اشکال باقی نہیں رہتا، اور اگر سرِیا کا معنی چشمہ لے لیں تو بقول مفسرین یہ چشمہ اور کھجور بطور کرامت موجود ہو گئے تھے تا کہ حضرت مریمؑ ان امور خارقہ للعادۃ کو دیکھ کر مطمئن ہو جائے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس خشک زمین پر چشمہ نکالا اور اس خشک درخت پر کھجوریں لگا دیں وہ مجھے بھی بطور خرقِ عادت بیٹا دینے پر قادر ہے۔

کنیسۃ المہد مسیحیوں کے تصرف میں ہے انہوں نے یہاں عظیم الشان پُرشکوہ چرچ تعمیر کیا ہے جسمیں سینکڑوں سونے کے چھوٹے جھاڑ فانوس اور کٹورے لٹکائے گئے ہیں، مسیح علیہ السلام کی پیدائش گاہ کو مصنوعی تاریکیوں میں گھ ر دیا ہے، عیسائی کے اکثر و بیشتر عبادت خانوں میں جعلی تاریکی پیدا کرنے کے لیے جا بجا دیواروں پر سیاہ غلاف لگا دیے گئے ہیں اور بجلی کی روشنی سے ان مراکز کو محروم رکھا گیا ہے، یہاں بھی تمام دیواریں تصویروں سے بھری پڑی ہیں، جس جگہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی ہے، وہاں مسیحی نذرانے اور شکرانے رکھتے ہیں۔

جامع عمرؓ:

اس کنیسۃ المہد کے سامنے جامع عمرؓ ہے یہ مسجد دو منزلہ ہے، حضرت عمرؓ نے

اس جامع کی بنیاد رکھی ہے، انہوں نے یہاں کنیسۃ المھد دیکھنے کے بعد نماز پڑھی تھی۔

قبر راحیل :

یوسف علیہ السلام کی والدہ محترمہ بی بی راحیل علیہا السلام کی یہ قبر شہر کے جانب مغرب ہے مقبرہ کے دروازے کے پاس یہ قبر واقع ہے یہاں سے پچاس قدم کے فاصلہ پر وہ چوک ہے جہاں قریہ خلیل کو جانیوالی بسیں ٹھہرتی ہیں، اس چوک کے کنارے ایک دوکان سے میں کھجور خریدنے گیا۔ دوکان میں دوکاندار کی بیوی موجود تھیں۔ میں نے آدمی سے کہا کہ دو گرش کی کھجوریں دے دو، اس نے مجھے کھجوریں دیں اسکی بوڑھی بیوی نے مجھے ایک ٹا سیب دیا، میں نے کہا اس کی کیا قیمت ہے، وہ کہنے لگی، بلاش' میں بلاش کے کلمہ کو نہیں سمجھ سکا، میں نے پوچھا: ما معنی بلاش اس نے کہا مجاناً، ای بلا قیمۃ ھدیۃ منی سوچنے کے بعد معلوم ہوا کہ بلاش بلاشئی سے مخفف ہے۔ بوڑھی کے اصرار پر میں نے وہ سیب لے لیا وہ بہت خوش ہوئی۔

قریہ خلیل :

بیت المقدس سے ۴۵ کلومیٹر اور بیت اللحم سے ۳۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے بیت اللحم سے خلیل تک تمام پہاڑی علاقہ باغات سے معمور ہے اور معلوم نہیں خلیل سے لے کر کہاں تک باغات کا یہ پیہم و مسلسل سلسلہ قائم ہے، بَارَكْنَا حَوْلَهُ کی اگر ظاہری اور حسی برکت دیکھنا چاہیں تو حرم ابراہیمی کے اس ماحول کو آکر دیکھیے ہم نے شام کی سرسبزی و شادابی اور پھلوں کی بہتات کے متعلق ضرور سنا تھا اور پڑھا تھا مگر آج اللہ تعالیٰ نے اپنی آنکھوں سے دیکھنے کا شرف بھی عطا فرمایا۔ واقعی شنیدہ کے بود مانند

دیدہ۔ سننے اور دیکھنے میں بڑا فرق ہے۔ ہمارے علاقہ کی زرخیز زمین میں، بمشکل انگور کا درخت لگتا ہے، یہاں پتھروں کے ڈھیروں میں انگور کے گنجان باغات بـار کـا حولہ کی زندہ جاوید حسی تفسیر نہیں تو اور کیا ہے۔ راستہ میں بہت سے چھوٹے قصبے دیکھنے میں آئے جن میں بطریق، الدحیشہ اور قریہ خضرؑ بہت خوبصورت ہیں۔ قریہ خضرؑ کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں خضر علیہ السلام کی قبر ہے۔ شوق ہے کہ واپسی پر اس جگہ کے دیکھنے کے لیے اتروں۔ اکثر صوفیا اور محدثین کی رائے ہے کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں، روایات میں جو پیشگوئی وارد ہے کہ دجالی فتنہ کی سرکوبی کے لیے جو نوجوان مدینہ سے نکلے گا اور مدینہ کے میدانوں میں دجال سے مقابلہ کرے گا، دجال اپنی خدائی ثابت کرنے کے لیے لوگوں سے کہے گا کہ میں اس نوجوان کو قتل کر کے دوبارہ زندہ کروں تو میری خدائی کا اقرار کرلو گے، چنانچہ دجال اس نوجوان کو قتل کر کے دوبارہ زندہ کردے گا، یہ نوجوان ہنس کر بولے گا اب مجھے تو قتل نہیں کرسکتا کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ دجال دوبارہ قتل کرنے سے قاصر ہوگا۔ دجال اس نوجوان کو دوبارہ قتل کرنے کے لیے ہر حربہ استعمال کرے گا مگر ناکام ہو کر یہاں سے بھاگ جائے گا (یہ دجال کے ساحرانہ کرشموں کا آخری کرشمہ ہوگا اور یہ شکست اس کے فرار اور فنائیت کا باعث ہوگا) حدیث میں جس نوجوان کا ذکر ہے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہ خضر علیہ السلام ہوں گے۔ امام بخاریؒ و بعض دیگر محدثین کی عبارت سے خضر علیہ السلام کی وفات معلوم ہوتی ہے، ممکن ہے کہ یہ خضر علیہ السلام کی پیدائش کی جگہ ہو اور اس وجہ سے قریہ خضر علیہ السلام سے موسوم ہو۔

ہم عصر کے وقت قریہ خلیل پہنچے، حرمِ ابراہیمی بس سٹینڈ کے قریب ہے، حرم

ابراہیمی اس احاطہ کا نام ہے جہاں ابراہیم علیہ السلام اوران کی اسباط واولاد کی قبور ہیں، اس جگہ کو مدفن انبیاء اور غارِ انبیاء بھی کہتے ہیں، ابراہیم علیہ السلام، اسحاق علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام اوران تینوں کی ازواج مطہرات اور یوسف علیہ السلام اوردیگر انبیاء کرام کی قبریں تہ خانہ میں ہیں۔اس تہہ خانہ کے اوپر ایک مسجد تعمیر کی گئی ہے، ترکی دورحکومت میں سلطان عبدالحمید خان نے اس مسجد میں توسیع کر کے ازسرِ نو عالیشان جامع مسجد کی شکل میں تعمیر کیا ہے۔بانی کا نام اورتاریخ تعمیر مندرجہ ذیل اشعار میں ذکر ہے جو جامع کے اندرونی دروازہ پر کندہ ہیں:

عبد الحمید له المآثر تُحمد
و إليه مسعى الخير دومًا يستد

دبأمره هذا البناء جُدّدت
في المسجد السامي الخليل تشهد

فالله يمنحه الذي يرقى به
من طول عمر بالمبرّة يرفد

إن تسئلن عن ظلّ عصرٍ أرّخَنْ
قل ظلّه عبد الحميد الامجد

(۱) سلطان عبدالحمید خان کے مناقب قابل ستائش ہیں، اور نیک مساعی کی نسبت ہمیشہ ان کی طرف ہوتی ہے (۲) اسکی فرمائش پر خلیل کی اس بلند پایہ مسجد کی عمارت کی تجدید کی گئی (۳) اللہ تعالیٰ اس کو طویل زندگی بخشے جسمیں وہ کرم گستری کر سکے۔

(۴) اگر آپ تاریخ تعمیر دریافت کرنا چاہتے ہیں تو ابجدی کلمات میں اسکی تاریخ ظلہ عبدالحمید ۱۳۱۳ھ ۱۹الامجد ہے۔

اس تہہ خانہ میں اندر جانے کی اجازت نہیں ہے کہا جاتا ہے کہ اس میں ہزاروں پیغمبروں کی قبریں ہیں کہتے ہیں کہ اکثر پیغمبروں نے اپنے ورثہ کو وصیتیں کی تھیں، کہ ہمیں غارِ انبیاء میں دفن کردیا جائے جیسا کہ یوسف علیہ السلام مصر میں وفات پاگئے، مگر انہوں نے وصیت کی تھی کہ میری لاش کو اپنے اباؤ اجداد کے مقبرہ کے پاس

لے جانا، مصر اور خلیل کے درمیان اتنی زیادہ مسافت نہیں مگر بد قسمتی سے بنی اسرائیل کے مقبوضہ علاقہ نے خشکی کے اس راستہ کو معطل کر دیا ہے۔

اوپر مسجد میں صرف سات قبروں کے نشانات لکڑی سے بنائے گئے ہیں، ہر قبر کی اونچائی سات فٹ اور لمبائی تیرہ فٹ اور چوڑائی پانچ فٹ ہے، محراب کے دو گز کے فاصلہ پر حضرت اسحاق علیہ السلام کی قبر ہے اور اس کے بالمقابل بائیں طرف ان کی بیوی سیدہ رفیقہؓ کی قبر ہے ان قبروں کی جانب شمال حضرت ابراہیم علیہ السلام کا روضہ ہے، حضرت خلیل الرحمٰن ابراہیمؑ کی یہ قبر تمام روئے زمین میں دوسری قبر ہے جس پر تمام علماء کا اتفاق ہے، رحمت کائنات حضرت محمد ﷺ کے روضہ مطہرہ پر تو سب متفق ہیں، لیکن روضہ ابراہیمی میں بھی اکثر علماء کا اتفاق ہے، ان دو مقدس قبروں کے علاوہ دیگر انبیاء کرام کے مدفن مختلف فیہ ہیں، مثلاً آدم علیہ السلام کی قبر سراندیپ میں بھی بتائی جاتی ہے اور عراق میں دریائے دجلہ کے کنارے بھی، اور اسی مدفن انبیاء میں بھی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر سے بائیں طرف حضرت سارہؓ کی قبر ہے، یعقوب علیہ السلام اور انکی بیوی لائقہؓ اور یوسف علیہ السلام کی قبور مسجد کے شمالی حصہ میں ہیں، اوپر سے تہہ خانہ دیکھنے کے لیے مسجد میں چھ سات چھوٹے سوراخ چھوڑ دیئے گئے ہیں، میں نے دیکھا تو نیچے ایک مدہم چراغ جل رہا تھا، تاریکی کی وجہ سے کچھ نہ دیکھ سکا، یہ چراغ خادم جلاتے ہیں، ان سوراخوں پر آپ اپنا چہرہ رکھیں تو تہہ خانہ سے آتی ہوئی ٹھنڈی خوشبودار ہوا محسوس کریں گے۔

اس مسجد اور روضہ ابراہیمی کے بارے میں مجھے حضرت شیخ الحدیث مولانا

زکریا صاحبؒ کی کتاب فضائل حج کا ایک قصہ یاد آیا جوانہوں نے علامہ قسطلانی کی کتاب مواہب لدنیہ سے نقل کیا ہے، شیخ ولی الدین عراقی کا بیان ہے کہ میرے والد شیخ زین الدین عراقی اور شیخ عبدالرحمان بن رجب حنبلی دونوں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر کی زیارت کے لیے گئے۔ جب قریہ خلیل کے قریب پہنچے تو ابن رجب حنبلی نے کہا میں نے تو مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت کر لی، تا کہ حضور ﷺ کی روایت: لاتشدّ الرحال إلا لثلاثة مساجد سے مخالفت نہ ہو، میرے والد زین الدین عراقی نے ابن رجب کو جواب دیا کہ آپ نے تو حدیث کی مخالفت کر لی اس لیے کہ آپ نے ان تینوں مسجدوں کے سوا دوسری مسجد میں نماز پڑھ لی، حدیث میں تو صرف مسجد الحرام، مسجد نبویؐ اور مسجد اقصیٰ کا ذکر ہے۔ میں نے تو حدیث رسول ﷺ پر عمل کیا، حضور ﷺ فرماتے ہیں: کنت نهيتكم عن زيارة القبور ألا فزوروها (میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا سو اب زیارت کیا کرو۔)

درحقیقت انبیاء کرام اور صلحاء امت کی قبور کی زیارت مستحسن امر ہے، چونکہ ابتداء اسلام میں لوگ بت پرستی چھوڑ کر مسلمان ہوئے تھے۔ اس لیے حضور ﷺ نے قبروں کی زیارت سے منع فرمایا کہ مبادا کہیں قبر پرستی کا شکار نہ ہو جائیں۔ جب مسلمانوں کے دلوں میں اسلام اور توحید کا عقیدہ راسخ ہوا تو پھر قبروں کی زیارت کی اجازت دے دی گئی۔ اور بعض روایات میں تو زیارت قبور کا فائدہ بھی ذکر کیا گیا ہے فإنها تذكر الأخرة کہ قبروں کی زیارت کا مقصد یہی ہے کہ ان سے آخرت کی یاد تازہ ہو جائے۔ قبروں سے مرادیں نہ مانگیں۔ جیسا کہ بعض لوگ قبروں پر جا کر غلاف بوسی، قبر پرستی ودیگر خلاف شرع امور کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اہل قبور کو قاضی الحاجات

اور مشکل کشا سمجھتے ہیں ایسے لوگوں کے لیے زیارۃ القبور ممنوع ہے اوران کی تباہی و گمراہی کا باعث ہے۔ لاتشد الرحال میں نہی شفقتہً ہے یعنی قلیل ثواب حاصل کرنے کے لیے دور دراز مسجدوں میں نماز پڑھنے کی خاطر بیشمار مشکلات سفر اٹھانے کی کیا ضرورت ہے، جیسا کہ جمعۃ الوداع پڑھنے کے لیے دہلی کی جامع مسجد میں دور دراز سے مرد اور عورتیں حاضر ہوتی ہیں۔ بے پناہ ہجوم کی وجہ سے بے پردگی ،ناجائز امور اور کئی تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، نیز لاتشد الرحال میں مستثنیٰ منہ امام احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق الی مسجد ما ہے جو مسند احمد میں ہے اور جس کو صاحب فتح الباری اور علامہ عینی نے نقل کیا ہے۔ لا ینبغي للمصلي أن یشد الرحال الی مسجدٍ یبغی فیه الصلوة غیر المسجد الحرام و المسجد الأقصیٰ و مسجدی یعنی نمازی کو مناسب نہیں کہ وہ کسی مسجد میں نماز پڑھنے کی خاطر سفر کرے ماسوائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ، اور مسجد نبویؐ کے (اگر مستثنیٰ منہ عام ہو اور لاتشد الرحال الی مکان ما مراد لیا جائے تو پھر تجارت ،سیاحت، جہاد اور طلب علم کے لیے بھی سفر ناجائز ہو جائے گا، (ماخوذ از افادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبد الحق صاحبؒ دوران درس ترمذی شریف مع اختصار)

روضہ ابراہیمؑ کے دروازہ پر مقام إبراهيم من دخله كان آمناً سلام على إبراهيم اور اس کے نیچے یہ اشعار درج :

عطفاً خلیل الله أرجوا نظرةً أرقى بها العلیا فی الدارین

از راہ نوازش! اے خدا کے دوست ایک نگاہ کا امیدوار ہوں جس کے ذریعہ میں دارین کی بلندیوں پر فائز ہو جاؤں۔

أصبحت محسوبا وعبداً خادماً ومفاخراً فی خدمة الثقلین

میں آپ کا خدمتگار رغلام ہوں اور انس وجن کی خدمت کرنے پر فخر کرنے والا ہوں۔

درویش عبدك سعدی لایرتجی الاّ رضاك ولمحةً بالعین

اے آقا! ''درویش'' آپ کا غلام ہے جو آپ کی رضامندی اور آنکھوں کی ایک نظر کا امیدوار وطالب ہے۔

أسعفه فی سرٍّ وجهر غیرةً أنت الغیور علیه فی الحالین

ازروئے غیرت آپ اس کے مطالبہ کو قبول فرما آپ ظاہر وباطن کے دونوں حالات میں بہت بڑے غیور ہیں۔

وعلیك مع سكاّن غارك دائماً أبهیٰ صلوات الله فی الكونین

آپ پر بمعہ ساکنانِ غار ہمیشہ کے لیے خداوند قدوس کی تروتازہ وعمدہ رحمتیں دنیا وآخرت میں نازل ہوتی رہیں۔

اہلِ خلیل کی پیاری باتیں :

قریہ خلیل کی آبادی تیس ہزار سے متجاوز ہے، خلیل کا قدیمی نام حبرون ہے۔ جو بعد میں ابراہیم خلیل اللہ کی نسبت سے قریہ خلیل سے مشہور ہو گیا ہے۔ یہاں کے لوگ انتہائی خوش خلق اور دیندار ہیں، یہاں کے عربوں میں وہی اخلاق پائے جاتے ہیں جو انکے آباؤ واجداد کے متعلق کتابوں نے بیان کئے ہیں۔ حرمین شریفین کے بعد تمام بلادِ عربیہ میں یہ واحد بستی ہے۔ جس میں نہ مسیحی ہیں اور نہ مسیحیوں کے مدارس وکنائس، نہ یہاں سینما ہے اور نہ فحاشی وعریانی کے ایمان سوز مناظر جس جگہ بھی آپ جائیں وہاں کے باشندے آپ کو أهلاً وسهلاً سے خوش آمدید کہیں گے۔ ویسے تو اردن کے تمام باشندے پاکستانیوں سے بڑی محبت رکھتے ہیں، پاکستانی فوج اور

پاکستانی عوام کی جرأت وشجاعت کی داد دیتے ہیں، مگر خلیل کے باشندے ملنساری اور حلیم المزاجی میں سب سے آگے ہیں، واقعی یہ اہل خلیل ہیں، عربوں کی فصاحت اور بلاغت اور حلاوت زبان کا اندازہ یہاں آکر محسوس ہوتا ہے، آپ اگر کسی کو السلام علیکم کہیں گے تو جواب وعلیکم السلام مع السلامۃ اھلاً وسھلا یا مرحباً" سنیں گے، معصوم بچے پیاری زبان سے مرحبا یا حاج باکستانی کہتے ہوئے، بہت محبوب نظر آتے ہیں، اگر آپ نے کسی معصوم بچے کو شکراً کہا تو فوراً اس کے جواب میں عفواً کہے گا اور بڑوں سے بھی عفواً یا لاشکر علی الواجب سنیں گے۔ أنت موفق، أنت مغفور، أنت مقبول، یہ ان کے پیارے کلمات ہیں، زیادہ محبت کے اظہار کے لئے أھلین اور مرحبتین استعمال کرتے ہیں بعض تو یامائۃ مرحباً بھی کہہ لیتے ہیں، گاہک دوکاندار کے پاس اگر روزانہ کئی دفعہ آئے تو السلام علیکم کہے گا اور دوکاندار أھلاً وسھلاً سے جواب دے گا اگر کوئی غصہ میں آجائے تو دوسرا اس کو صلّ علی النبیؐ کہہ کر اس کے غصہ کو ٹھنڈا کر دیگا۔ آپ وضو سے فارغ ہو جائیں تو آپ کو زمزم یا مزمزم کہیں گے یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو زمزم کا پانی پلائے اس کے جواب میں آپ جمعاً یا اجمعین کہیں گے۔ آپ نماز سے فارغ ہو جائیں تو آپ کو حرماً یا تقبّل اللّٰہ کی دعا کریں گے، یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو حرم مکہ میں نماز پڑھنے کی سعادت بخشے۔ اس کے جواب میں بھی آپ جمعًا یامعکم کہیں گے۔ صبح کے وقت صباح الخیر کہیں گے، اس کا جواب آپ صباح النور سے دیں گے، شام کے وقت مساء الخیر اور جواب مساء النور ہوگا۔ پانی پئیں تو آپ کا ساتھی ھنیئاً کہے گا آپ ھنّاکم اللّٰہ کہیں گے، آپ اگر کسی ہوٹل میں چلے جائیں تو بیٹھے ہوئے

لوگ آپ کو اللہ یکرمہ بالخیر کہیں گے، آپ بھی یہی جواب دیں گے اللہ یکرمکم، اللہ یمسیکم بالخیر۔شباتک بالخیر۔

ان کی خصوصی دعائیں ہیں یہ چند محاورے حسنِ اخلاق کی ترجمانی کیلئے کافی ہیں، انشاءاللہ کسی دوسری فرصت میں اس پر مفصل بحث کی جائے گی۔

قریہ غلیل میں عصر کے وقت پہنچا عصر کی نماز پڑھ کر قرآن مجید کی ان سورتوں کی تلاوت شروع کی جن میں ابراہیم علیہ السلام کی ایثار وقربانی کا تذکرہ ہے، مغرب کی نماز کے بعد ایک نوجوان فقہ کی کوئی کتاب پڑھارہا تھا چودہ پندرہ تک نوجوان اور بوڑھے شریک درس تھے۔ماء قلیل وکثیر کی بحث میں مختلف مذاہب بیان کرتا رہا، عبارت پڑھتے پڑھتے ایک جگہ رُک گیا، سوچ وبچار کے بعد کہنے لگا کہ عبارت کے مقصد کو میں نہیں سمجھا، رات کو کافی مطالعہ بھی کیا مگر جواب سمجھ میں نہیں آیا آپ میں سے اگر کسی کی سمجھ میں آیا ہو تو بیان کریں ہر ایک دوسرے کی جنبش لب کا منتظر نظر آرہا تھا۔چونکہ میرا لباس پاکستانی تھا اور چہرے پر داڑھی بھی تھی اس لیے میں ان میں اجنبی معلوم ہورہا تھا، ان کی نگاہیں یکا یک میری طرف متوجہ ہوئیں مگر میں خاموش رہا، اس نوجوان نے ساتھیوں سے دریافت کیا کہ یہ جگہ مشکل ہے، اس کو چھوڑ کر آگے کتاب الصلوٰۃ کی بحث شروع کرلیں گے، ساتھیوں نے کہا بہت اچھا! اس جگہ پر نشان لگا لیجیے کسی سے اس بارے میں پوچھ لیں گے، اس نوجوان کے علمی ذوق وشوق اور جذبہ تدریس وبے تکلفی کو دیکھ کر مجھے مجبوراً شریک بحث ہونا پڑا میں نے ان کو اس عبارت کی وضاحت کی وہ بہت ہی خوش ہوئے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل سے کافی متاثر ہوئے، عشاء کی نماز تک ہم مصروف گفتگو رہے، اس نوجوان نے کہا: میں یہاں ایک اسکول میں مدرس ہوں مذہبی کتب سے

کافی شغف و محبت ہے مگر یہاں نہ کوئی مذہبی مدرسہ ہے نہ کوئی مدرس۔ عشاء کی نماز پڑھانے کے لیے انہوں نے مجھے کہا میں نے معذرت کی کہ میں مسافر ہوں، یہ میری سعادت ہوگی کہ حرم ابراہیمی میں مقیم امام کے پیچھے چار رکعت پڑھ لوں، یہاں کے جودت عبدالنبی نامی ایک نوجوان نے مجھے قرآن مجید کا ایک قیمتی نسخہ بطور تحفہ و یادداشت دیا۔ صبح کی نماز میں امام نے رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ (ابراہیم:۳۷) (اے میرے رب تحقیق میں نے بسائی ہے بعض اولاد اپنی بیچ میدان بن کھیتی والے کے تیرے گھر با حرمت کے نزدیک) کی آیتیں تلاوت کیں۔ حرم ابراہیمی میں صاحب لسان اور خوش الحان قاری کی زبان سے ان ہی آیات کا سننا، سننے والوں کے دلوں میں لازمی طور پر عجیب کیفیت پیدا کرے گا۔ صبح ایک ہوٹل میں چائے پینے میں مصروف تھا، ہوٹل کا مالک ایک بوڑھا شخص تھا دوسرے بوڑھے نے آکر ہوٹل کے مالک کو کہا .... ۔

یامن بدنیا مشتغل	قد غرّہ طول الأمل
اے دنیا کے کاموں میں مصروف	جس کو حرص نے دھوکہ میں ڈالا ہے۔
الموت یأتی بغتةً	والقبر صندوق العمل
موت اچانک آتی ہے	قبر عمل کا صندوق ہے

مالک ہوٹل نے اس شعر کا جواب دیا کہ حلال کمائی بڑھاپے کی حالت میں حرص نہیں بلکہ قابل تحسین ہے اور موضوع پر دونوں بوڑھے پوری فراخدلی سے بحث و مباحثہ کرتے رہے اور میں ذوقِ سماع حاصل کرتا رہا۔

یہاں بہ نسبت دوسرے شہروں کے کافی ارزانی ہے اور یہاں کی روٹی اور

سالن قدرتی طور پر لذیذ اور پُر لطف ہیں۔ قریہ خلیل سے قریہ بنی نعیم چھ کلو میٹر ہے یہاں لوط علیہ السلام کی قبر ہے یہ ایک معمولی بستی ہے یہاں سے ''دورہ'' دس کلو میٹر ہے، نوح علیہ السلام کا مزار یہاں بتایا جاتا ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کی قبر عراق میں ہے۔ خلیل سے واپسی پر ''حلحول'' کی بس میں بیٹھے، حلحول تقریباً دس میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، اس میں یونس علیہ السلام کی قبر ہے، جو متصل گھر والوں کی تحویل میں ہے ہم نے اہل خانہ سے اجازت مانگی ایک عورت نے دروازہ کھولا ہمیں اندر جانے کی اجازت دی اور وضو کے لیے کنوئیں سے پانی نکالا جو دو ڈیڑھ گز کے فاصلہ پر ہوگا۔ قبر پر یہ آیت لکھی گئی ہے: فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔ (انبیاء:۸۷) (پس پکارا بیچ اندھیروں کے یہ کہ نہیں کوئی معبود مگر تو، پاکی ہے تجھ کو تحقیق میں تھا ظالموں میں)

یہاں سے کچھ فاصلہ پر حضرت یعقوب علیہ السلام کے توام (جڑواں) بھائی (جو پیغمبر تھے) کی قبر ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ کی قبر بھی یہاں بتاتے ہیں اور حضرت ایوب علیہ السلام کی قبر بھی۔

قریہ حلحول کے سامنے قریہ بیت عمر ہے جو سامنے دکھائی دیتا ہے اس میں حضرت یونسؑ کے والد محترم نبی متیؑ علیہ السلام کا روضہ ہے حلحول میں ہم اتفاقاً ایک جنازہ میں شریک ہوئے۔ قبرستان میں پہلے سے قبر تیار تھی چونکہ یہ پہاڑی علاقہ ہے اس لیے بروقت قبر کھودنا مشکل ہے تدفین کے بعد تمام لوگ قبرستان سے نکل کر دو صفوں میں کھڑے ہوگئے ایک صف والے ترتیب وار آتے اور دوسری صف والوں کے ساتھ یکے بعد دیگرے مصافحہ کرتے وقت زبان سے یہ کلمات کہتے جاتے تھے۔

عظم اللہ أجرك وأعطاك الصبر والسلوان، خدا آپ کو اجر جزیل اور صبر و تسلی بخشے، ایستادہ صف میت کے خویش و اقارب پر مشتمل تھی اور بالمقابل کی صف میں گاؤں اور آس پاس کے لوگ تھے جو رخصت لیکر چلے گئے ہمارے علاقہ میں غلط رواج ہے۔ میت کے ورثہ خواہ کتنے غریب ہوں مگر وہ سودی یا غیر سودی قرضہ سے جنازہ میں شریک ہونے والوں کے لیے کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔

حلحول سے ہم قدس کی بس میں بیٹھے، واپسی پر قریہ خضر میں اترنے کا ارادہ تھا مگر بارش کی وجہ سے یہ ارادہ ترک کرنا پڑا بس کے کلینر نے مجھ سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے پاکستان میں عورت کا مہر بہت کم ہے میں نے کہا پاکستان کے مختلف علاقوں میں مختلف مقدار میں مہر دیا جاتا ہے، تاہم عام طور پر پانچسو روپیہ سے ایک ہزار تک مہر ہے اس نے کہا یہاں ایک سو دینار (دو ہزار روپیہ) مہر معجّل (نقد) ہے اور ڈیڑھ سو دو سو دینار (تین چار ہزار روپیہ) مہر غیر مؤجل ہے (یعنی خاوند کے ذمہ ہے جب بھی خاوند کی استطاعت ہو وہ عورت کو ادا کرے گا، اس نے کہا کہ مہر کی گرانی نے بہت سے نوجوانوں کو شادی کے انتظار میں بوڑھا کر دیا ہے۔ اور کئی نوجوان لڑکیاں تجرد کی زندگی بسر کرتے کرتے سر کے بال سفید کر چکی ہیں، میں نے کلینر کو بتایا کہ یہی حالت وہاں بھی ہے۔ (ماہنامہ الحق اکتوبر ۱۹۶۷ء)

عشاء کے وقت ہم واپس بیت المقدس پہنچے مسجد صخرہ کے چاروں طرف بلند کھمبوں میں مرکزی بلب گنبد صخرہ کے بالمقابل نصب ہیں ان کی روشنی مسجد صخرہ پر پڑنے کیوجہ سے رات کے وقت یہ سنہری گنبد دور دراز سے چمکتا ہوا نظر آتا ہے، مکرر یہ ہے رات کے وقت بیت المقدس کا نظارہ بھی عجیب دلکش ہے۔ جمعہ

کی نماز مسجد صخرہ میں پڑھی، یہاں کے قاضی القضاۃ استاد عبداللہ غوشہ نے مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق پر تقریر کی، استاد عبداللہ غوشہ قدس کا باشندہ ہے اور عمان کے محکمہ قضاء کا بڑا قاضی ہے۔ اور خطبہ غالباً یہاں کے بڑے عالم یاسین صادق البکری نے دیا۔ قاضی عبداللہ غوشہ کے ساتھ میری ملاقات عمان میں ان کے محاکم شرعیہ کے دفتر میں ہوئی تھی۔ مجھے پاکستانی سفارت خانہ کے چیف سیکرٹری نے کہا مجھے قاضی عبداللہ غوشہ سے ضروری کام کے سلسلہ میں ملنا ہے، آپ میری ترجمانی کریں۔ چنانچہ میں نے ان کی خوب ترجمانی کی۔ قاضی صاحب بہت خوش ہوئے اور مجھ سے پاکستان کے احوال وکوائف کے بارے میں پوچھنے لگے۔ دینی مدارس اور علماء کرام کے حالات سے حد درجہ خوش ہوئے اور دُعائیں دینے لگے۔

اریحا:

جمعہ کی نماز کے بعد ساتھیوں نے اریحا جانے کا پروگرام بنایا، جمعہ کی وجہ سے اڈہ پر اچھا خاصا ہجوم تھا، جمعہ کی نماز کے لیے آس پاس کے دیہات کے لوگ مسجد اقصیٰ آتے ہیں۔ بمشکل عصر کے وقت ہمیں اریحا کی ایک بس میں جگہ ملی، اریحا بیت المقدس سے ۳۵ کلومیٹر شمال مشرق کی طرف واقع ہے، ہماری بس جب جبل زیتون کے دامن میں جارہی تھی تو ہم آخری نگاہوں سے مسجد صخرہ اور مسجد اقصیٰ کی مقدس عمارت کو دیکھ رہے تھے اور ہماری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد پہاڑوں کیوجہ سے بیت المقدس کی آبادی ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی اب ہماری بس اس سڑک پر جارہی تھی جس پر ہم عمان سے بیت المقدس آئے تھے، بس نے جب ۲۸ کلومیٹر کی مسافت طے کی تو پہاڑی راستہ ختم ہوا۔

آگے سڑک کے دونوں طرف دو بورڈ نظر آئے ایک پر اریحا اور دوسرے پر ضریح نبی موسیٰ علیہ السلام مکتوب ہے، سیدھی سڑک عمان تک جاتی ہے، سڑک سے جانب جنوب موسیٰ علیہ السلام کی قبر ایک میل دور ہے، جانب شمال کو یہ راستہ اریحا کا ہے اس موڑ سے اریحا سات کلومیٹر کی مسافت پر ہے، چونکہ ہمارے ساتھ بستر ے اور سامان تھا اس لیے ہم کو یہاں اترنا باعث تکلیف تھا، ہم بس سے سیدھے اریحا چلے گئے۔ سامان کے پاس اڈہ پر ایک ساتھی کو چھوڑ کر ہم مغرب کی نماز کیلئے مسجد چلے گئے، یہ مسجد عمرؓ کے نام سے مشہور ہے اس کو جامع عمرؓ کہتے ہیں، نماز پڑھ کر ہم اڈہ پر واپس آگئے، مالک اڈہ سے میں نے ہوٹل کے بارہ میں دریافت کیا کہ ہم رات گزارنے کے لیے کسی ہوٹل میں کمرہ کے متلاشی ہیں، اس نے کہا میرے اس دفتر سے ہوٹل کا کمرہ تو اچھا نہیں ہوگا، یہاں رات گزاریں، سامان کے نقل وحمل سے بھی بچ جائیں گے۔ اس نے ہمیں اپنے دفتر کی چابی دیدی، حسن خلق اور مہمان نوازی کے یہ مظاہرے اردن میں قدم قدم پر دیکھنے میں آئے۔ افسوس کہ عربوں کی خوبیوں سے عموماً صرف نظر کیا جاتا ہے، عشاء کی نماز ہم نے ایک اور مسجد میں پڑھی جو اڈہ کے قریب ہے۔ یہاں تمام اریحا میں صرف دو مسجدیں ہیں اس مسجد میں دو نابینا حافظ ہیں جو ہماری باتوں کو سن کر ہم سے پوچھنے لگے کہ تم پاکستانی ہو؟ میں نے کہا آپ نے ہمیں کیسے پہچانا، انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ یہاں پاکستانی آئے تھے وہ بھی آپ جیسی باتیں کر رہے تھے انہوں نے کہا آؤ ہمارے ساتھ کچھ وقت کیلئے مسجد میں بیٹھ کر پاکستان کے احوال سے ہمیں محظوظ کرائیں، ایک نابینا حافظ قریہ خلیل کا باشندہ تھا، دوسرا اقدس کا۔ انہوں نے ہمیں قرآن مجید کی تلاوت سنائی اور میرا پتہ نوٹ کرلیا، کہنے لگے ہم پاکستان

دیکھنے ضرور جائیں گے۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کیسے پاکستان دیکھ سکیں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے عراق، حجاز، سوریہ لبنان، ترکیا کے ممالک دیکھے ہیں، اب صرف افغانستان و پاکستان دیکھنے کی خواہش ہے

اریحا تاریخی نقطۂ نظر سے اہم شہر ہے، بعض مفسرین اهبطوا مصراً کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس شہر سے مراد غالباً اریحا ہے، بنی اسرائیل جب صحرائے سینا میں ترنجبین اور بٹیر (من و سلویٰ) کے کھانے سے شکایت کے طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم تو ایک ہی طرح کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے، خدا سے ہمارے لیے دُعا کیجئے کہ وہ ہمیں ترکاری، ساگ، سبزی، تھوم پیاز عطا فرماوے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اریحا جانے کا حکم دیا جہاں عمالقہ قوم آباد تھی، بنی اسرائیل عمالقہ سے ڈر کے مارے اریحا جانے سے انکار کر گئے تو چالیس سال تک صحرائے سینا میں بھٹکتے رہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ یوشع بن نون علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو لیکر اریحا کو فتح کیا۔ بعض مفسرین نے مصراً سے قدس اور بعض نے ایلہ بھی مراد لیا ہے کیونکہ اهبطوا مصراً میں مصراً اسم نکرہ ہے جسکا معنی "تم کسی بھی شہر میں چلے جاؤ تو وہاں تمہیں مطلوبہ سبزیاں مل جائیں گی"۔ مگر قرین قیاس یہ ہے کہ مصراً سے اریحا مراد لیا جائے کیونکہ اس علاقہ میں اریحا ایک ایسی جگہ ہے جہاں چاروں طرف دور دراز تک ہموار زمین ہے جو کچھ تو دریائے اردن سے سیراب ہوتی ہے اور اکثر حصہ یہاں کے مشہور چشموں سے جو عین السلطان، عین الدویك، عین القرنطل کے نام سے مشہور ہیں اس وسیع زرخیز زمین کے سینہ پر صحرائے سینا میں پھیلے ہوئے لاکھوں بنی اسرائیل کا گزر اوقات ہو سکتا تھا اور یہاں کی ترکاریاں انکی شدت حرص

اورشوقِ سبزی خوری کو پورا کر سکتی تھیں ۔واللہ أعلم وعلمه أتم وأحكم۔

اریحا اور زرعی پیداوار :

زرعی پیداوار کے لحاظ سے اریحا اردن کا دل ہے، ہر قسم کی سبزیاں اور پھل یہاں پیدا ہوتے ہیں، پھلوں میں مالٹا، سنگترہ، کیلا، سیب، انار انگور، انجیر، امرود وغیرہ کے کئی باغات ہیں، یہاں سے اردن کے دوسرے شہروں میں یہ پھل اور ہر قسم کی سبزی ٹرکوں کے ذریعے بھیجی جاتی ہے، موسم سرما میں اردن کے امیر لوگ سرد مقامات سے آ کر یہاں رہتے ہیں اور گرمیوں کے موسم میں رملہ چلے جاتے ہیں جو یہاں کے سردترین مقامات میں سے ہے۔قدس اور عمان بھی گرمیوں میں سرد علاقوں میں شمار ہوتے ہیں اریحا کے اردگرد کئی مَخَایِمْ (مہاجر کیمپ) ہیں جن میں فلسطینی مہاجر آباد ہیں۔مخیم عقبة جد،مخیم عین السلطان،مخیم نویعمه وغیرہ میں چالیس ہزار تک مہاجر بس رہے ہیں جو زراعت وتجارت میں مصروف ہیں

اریحا کے جانب مغرب میں دو میل کی مسافت پر ایک پہاڑ (جو سامنے نظر آتا ہے) کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس کی چوٹی پر عیسی علیہ السلام نے کافی عرصہ عبادت کی ہے۔اب اس جگہ پر کئی گرجے اور مسجدیں تعمیر کی گئی ہیں۔اس پہاڑ کے دامن میں "مطار أريحا" ہوائی جہازوں کا اڈہ ہے، جہاں ہوا باز ٹریننگ کرتے ہیں، یوشع بن نون کے بعد بنی اسرائیل کافی عرصہ تک یہاں پر قابض رہے، پھر رومن کا قبضہ ہوا۔حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں یہ خطہ مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔اور اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے۔اریحا سے کچھ فاصلہ پر شرجیل علیہ السلام اور ابوعبیدہؓ، معاذ بن جبلؓ کی قبور ہیں، صبح ہم موقف التكسيات (ٹیکسی سٹینڈ) گئے

ٹیکسی کو یہاں تیکسی کہتے ہیں۔ ٹیکسی والے سے ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے روضہ تک آنے جانے کا کرایہ پوچھا، اس نے کہا کہ میں ایک دینار لوں گا، ایک دوکاندار ہماری گفتگو غور سے سن رہا تھا، اس نے ہمیں بلایا اور کہا کہ یہ آپ سے زیادہ کرایہ مانگ رہا ہے آپ پانچ منٹ انتظار کریں تھوڑی دیر میں میرا بھائی فوجی جیب میں آجائے گا وہ ویسے بھی وہاں فوجی کیمپ کی طرف جائے گا تو آپ کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مزار :

معمولی انتظار کے بعد فوجی جیب آگئی، دوکاندار نے اپنے بھائی کو کہا کہ یہ پاکستانی میرے مہمان ہیں، ان کو ضریح موسیٰ تک پہنچا دیجئے۔ ہم جیب میں بیٹھ گئے وہ اریحا میں مختلف فوجی چوکیوں سے ہوتا ہوا موسیٰ علیہ السلام کے مزار تک پہنچا اور روضے کے دروازے کے سامنے جیپ کھڑی کردی، ہم نے اس کا شکریہ ادا کیا اس نے کہا: لاشکر علی الواجب إحنا مستعدون لکل المساعدۃ یعنی یہ ہمارا فرض تھا ہم ہر خدمت کے لیے تیار ہیں، شکریہ کی ضرورت نہیں، ہم ایک گھنٹہ تک اس مبارک روضہ میں رہے، ایک اولوالعزم پیغمبر کی پُر عظمت وجلال زندگی نگاہوں میں آگئی، مسجد کی دیوار پر روضہ تعمیر کرنے والے کا نام سلطان ابوالفتح بیرس لکھا ہوا ہے جس نے ۶۸۶ء میں اس مقبرہ کو تعمیر کیا تھا۔ روضے کے دروازے پر "وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي، وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَكْلِيمًا، وَالطُّورِ وَكِتَابٍ مَّسْطُورٍ" کی آیات درج ہیں۔ سب سے زیادہ لطف یہاں کے ایک کتبہ پر لکھے ہوئے اس شعر سے حاصل ہوا ....

إنْ زلتَ یاریحَ الصبا یوماً إلی أرضِ الحرم

بلّغ سلامي روضۃً فیھا النبی المحترم

''اے بادِ صبا! اگر زمین حرم پر آپ کا گزر ہو تو میرا سلام اس مقدس روضے تک پہنچا دیجئے جہاں حضرت محمد ﷺ آرام فرما ہیں''۔

اس روضہ کے چاروں طرف فوجیوں کی چوکیاں ہیں، یہاں سے کچھ فاصلے پر نبی یوشع علیہ السلام کی قبر بتاتے ہیں۔

بحیرہ مردار :

سامنے ٹیلے پر آپ چڑھ کر البحر المیت (بحیرہ مردار) کا نظارہ دیکھ سکتے ہیں۔ بحیرہ مردار عمان کو جانیوالی سڑک کی جانب جنوب میں ڈھائی میل کی مسافت پر ہے۔ بحیرہ مردار کے ساحل پر لوط علیہ السلام کی قوم بستی تھی، جن کے علاقہ کو سدوم کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ یہاں چار بڑے شہر تھے جن میں لاکھوں انسان آباد تھے، انہوں نے لوط علیہ السلام کی مخالفت کی تو اللہ تعالیٰ نے ان بستیوں کو الٹا دیا، محکمہ آثارِ قدیمہ ان بستیوں کے آثار کا سراغ لگا رہا ہے اب بحیرہ مردار کے ساحل پر تفریح گاہیں بنی ہوئی ہیں، یہاں سے واپسی پر ہم موڑ تک ایک میل پیادہ چلے۔ برف باری ہو رہی تھی ہم بسوں اور ٹیکسیوں کو اشارہ کرتے مگر کوئی بس اور ٹیکسی کھڑی نہیں ہوتی تھی۔ بالآخر ایک ٹرک کو اشارہ دیا وہ کھڑا ہوا ہم اس کے پچھلے حصہ میں سوار ہوئے۔ سوار ہونے کے بعد پتہ چلا کہ وہ مرغیوں کا ٹرک ہے جو عمان جا رہا تھا میں نے ساتھیوں کہا ....

کبھی مسجدوں میں گزریں میری زندگی کی راتیں

کبھی مرغیوں کے ٹرک میں ہمیں مل گیا ٹھکانہ

دارالخلافہ اردن عمان میں :

دس میل تک سطح زمین ہموار ہے آگے پھر پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد عمان شہر کی چمکتی ہوئی آبادی نظر آئی "عَبدَلی "عمان کا مشہور بس اسٹینڈ ہے۔ وہاں اتر کر اومنی بس میں سوار ہوئے اور جامع حسین کے پاس اُترے، وہاں کئی پاکستانی ملے جنہوں نے (شر کة نقليات الإقتصاد) اقتصاد ٹرانسپورٹ کمپنی سے جدہ تک بحری جہاز کے دوطرفہ ٹکٹ خریدے تھے۔ بعض دوسرے پاکستانیوں نے "شر کة نقليات بدر "بدر ٹرانسپورٹ کمپنی سے تبوک کے راستہ بسوں کے ذریعے سفر کرنے کے ٹکٹ لیے تھے۔ بحری جہاز کے ٹکٹوں پر لکھا گیا تھا کہ تین دن کے بعد بندرگاہ عقبہ سے جہاز روانہ ہوگا، اس لیے ہم نے بھی بحری جہاز سے جانے کا فیصلہ کیا میرے ساتھیوں نے کہا کہ اب جبل رأس العين جاتے ہیں وہاں ہمارا سامان پڑا ہے ہم وہاں رات گزار کر صبح سویرے اقتصاد کمپنی آجائیں گے۔ میں حاجی عبدالقدوس صاحب عطار کے ہاں گیا جن کے مکان میں، میں ایک ہفتہ رہ چکا تھا، حاجی صاحب موصوف افغانستان کے ایک عالم ہیں جو عرصہ گیارہ سال سے عمان میں عطر فروشی کا کام کرتے ہیں۔ اور حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر الدین غورغشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں۔

بغداد میں مجھے ایک افغانی عالم نے انکے نام خط دیا تھا میں جب عمان پہنچا تو جامع حسینی کے قریب ہوٹل میں رہائش کا انتظام کیا۔ دو دن بعد جب حاجی صاحب سے ملاقات ہوئی اور وہ خط انہیں دکھایا تو انہوں نے فوراً پوچھا آپکا سامان کہاں ہے؟ میں نے کہا سامنے ہوٹل میں، وہ بہت ناراض ہوئے اور کہا کہ آپ میرے مہمان ہیں

آیئے وہاں سے سامان لے آئیں۔ انکی چھوٹی سی دوکان جامع حسینی کے بالمقابل ہے اور مکان مدرج رومانی کے قریب ہے گیارہ سال میں گیارہ حج کیئے اور اکثر جمعہ کے دن مسجد اقصیٰ جایا کرتے ہیں، تمام رات نوافل وتلاوت میں مصروف رہتے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار :

صبح ہم نے اقتصاد کمپنی سے ٹکٹ خریدے اور فرصت پاکر سلط روانہ ہوئے، جہاں شعیب علیہ السلام کا مزار ہے، سلط سے اریحا تک دو پہاڑوں کے درمیان ۴۵ کلو میٹر کا راستہ ہے، اس کو وادی شعیب کہتے ہیں، شعیب علیہ السلام کی قبر کے قریب وہ کنواں بھی بتاتے ہیں جہاں موسیٰ علیہ السلام نے مصر سے آکر شعیب علیہ السلام کی بھیڑ بکریوں کو پانی پلایا تھا۔ سلط میں نبی جارُود کی قبر بھی بتاتے ہیں۔

اصحاب کہف کی غار :

دوسرے دن اصحاب کہف کی غار دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے، جو عمان سے تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر ہے۔ قریہ صحاب کو جانیوالی بس سے وہاں تک دو گرش لیتے ہیں، یہ جگہ قریہ ابوعلندہ اور قریہ رجیب کے درمیان ہے۔ سڑک کے کنارے بورڈ لگا ہوا ہے جس پر یہ عبارت درج ہے: کهف أهل كهف The cave of the seven sleepers (سات نیند کرنے والوں کی غار) اس بورڈ سے دو فرلانگ کی مسافت پر یہ غار واقع ہے لوہے کے دروازے پر یہ عبارت: حفرہ و اکتشفه نيابةً عن دائرة الآثار الأستاذ رفيق وفا الدجاني (استاد رفیق وفا دجانی نے اس غار کا سراغ لگایا ہے) یہاں دو مسجدوں کے نشانات ہیں ایک غار کے اوپر

اور ایک غار کے سامنے جانب جنوب کو غار کے اندر ایک دوسری غار ہے جو نسبتاً زیادہ کھلی ہے یہاں چالیس پچاس قدم ابوعلندہ گاؤں کی جانب اور بھی کئی غار ہیں۔ بعض علماء دمشق کے قریب یہ غار بتاتے ہیں اور بعض طرسوس (ترک) میں **کھف اہل الکھف** بتاتے ہیں۔

عمان اردن کا دارالخلافہ ہے جو یزید بن ابی سفیان نے فتح کیا تھا یہاں جالوت کا قلعہ قابل دید ہے جس میں پرانے زمانے کی بہت سی یادگاریں پائی جاتی ہیں، عمان کا شہر کئی پہاڑوں پر پھیلا ہوا ہے، جبل عمان، جبل رأس العین، جبل زرقاء، جبل القلعہ، جبل حسین، جبل لویبدہ وغیرہ۔ عمان نفاست اور خوبصورتی میں ایک ممتاز شہر ہے، اس کی آبادی دو لاکھ سے متجاوز ہے، یہاں سے دمشق ریلوے لائن بھی جاتی ہے۔ عمان سے دمشق ۲۲۰ کلومیٹر ریلوے لائن پر واقع ہے اور جی ٹی روڈ کی مسافت اس سے بہت کم ہے، یہ ریلوے لائن عمان کو ترکی، شام اور مدینہ منورہ سے ملاتی ہے۔ مدینہ منورہ ۸۸۰ کلومیٹر دور ہے، مگر اب مدینہ منورہ کی ریلوے لائن معطل ہے۔ ترکیوں کے دور حکومت میں یہ لائن کچھ مدت تک قابل آمد و رفت تھی۔ اردن کی سڑکوں کی مجموعی لمبائی نو سو میل سے زیادہ نہیں ہے، یہاں کے عمدہ مکانات، صاف ستھری سڑکیں، شاندار ہوٹل، حسین وجمیل مسجدیں، پہاڑوں کے بیچ در بیچ سڑکیں شہر کی رونق افزائی کا باعث بنی ہوئی ہیں۔ یہاں المدرج الرومانی (جس کو مدرج فرعون بھی کہتے ہیں) عہد قدیم کی عمارت ہے جس پر **آثار القصور الأموية** لکھا ہے۔ یہ عمارت پہاڑ کے دامن میں ہے، پچاس سیڑھیوں میں تین منزل ہیں نیچے پانی کا تالاب ہے، سامنے بادشاہ کا کمرہ بتاتے ہیں، ان منزلوں میں رہائش کے کمرے بھی

ہیں کھدائی کا کام شروع ہے۔

یہاں کی اکثر مساجد مزین ومنقش ہیں، خاص کر جامع حسینی جو عمان کے مرکزی خطہ میں واقع ہے، اس جامع میں ابراہیم زید الگیلانی الخطیب کی ساحرانہ اوردل آویز تقریریں سننے کے قابل ہیں۔ جامع حسینی کی تاریخ تاسیس ۱۳۴۱ھ ان اشعار سے واضح ہے:

حسین بن عون من بنی مجد عدنان
نصار أمیر المؤمنین بلا ثانی
أعادله حق الخلافة بعد ما
ثوت زمنا بالغصب فی آل عثمان
لقد شاد فی عمان للخیر جامعاً
بهمة عبد الله مرتفع الشان
فجاء بحمد الله صرح دیانة
و أسّس بالتقویٰ فاروی بعمّان
یعبر عن علیا الحسین و آله
و فوق المبانی تنجلی همة البان
لذلك سعید الجد قال مؤرخا
بفضل حسین ۱۳۴۱ھ جل مسجد عمان

تبلیغی جماعت :

یہاں تبلیغی جماعت کا ایک وفد دیکھا جو عمان کی مساجد وبازاروں میں

مصروف تبلیغ ہے میں بھی ایک دن رات اس بابرکت جماعت کے ساتھ رہا۔ یہ محلہ کی مسجد میں قیام پذیر تھے وہاں پولیس کے ایک سپاہی نے انکو نکالنے کی کوشش کی وہاں کئی مقامی باشندوں نے سپاہی کی مخالفت کی مگر وہ اصرار کرتا رہا، تو ایک عرب بولا کہ آپ فلاں محلہ کی مسجد میں آجائیں وہاں تمام اہل محلہ کو آپ اپنے بھائی پائیں گے، وہ آپ کی اپنی مسجد ہے چنانچہ امیر کے مشورہ پر یہ جماعت وہاں منتقل ہوئی، اس جماعت میں راولپنڈی کے ایک عالم اور علاقہ چھچھ کے ایک معمر بوڑھے سے ملاقات ہوئی جو ایک سال سے تبلیغی چلہ میں مصروف سفر ہیں۔ عمان کے چند باشندوں نے اس جماعت کے ساتھ رہنے کی بدولت داڑھیاں رکھ لی ہیں۔ مدرج رومانی کے قریب حنفیوں کی ایک مسجد ہے جس میں ایک ترکی امام مقیم ہے۔

یہاں کی ہر مسجد میں لاوڈ سپیکر نصب ہے طلوع صبح صادق سے آدھ گھنٹہ پہلے موذن تلاوت شروع کرتا ہے اور پھر اذان سے قبل سبحان من اصبح الصباح سبحان من فلق الصباح سبحان من أضاء بنوره ولاح سبحانه وتعالیٰ علی لا اله الاّ الله وغیرہ کلمات پڑھتا ہے، اذان کے بعد الصلوة و السلام یامن اسکنك الله تعالیٰ فی المدینة المنورة۔ نماز سے قبل سورہ اخلاص تین دفعہ تمام حاضرین پڑھتے ہیں، پھر امام کہتا ہے: الی روح النبی محمّد و الی أرواح الأنبیاء الفاتحه۔ حضور اکرم ﷺ اور انبیاء کے ارواح طیبہ پر فاتحہ پڑھو۔ تمام حاضرین سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں (یہ کلمات انہوں نے اپنی طرف سے رائج کر لئے ہیں۔) امام اقامت کے بعد أستقیموا و اعتدلوا یرحمکم الله تعالی کہتا ہے جمعہ کے دن خطیب وقت سے پہلے تقریر شروع کرتا ہے۔ جب موذن پہلی اذان دیتا ہے تو

حاضرین سنت پڑھ لیتے ہیں۔اس کے بعد خطیب منبر پر چڑھ کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سے حاضرین کو مخاطب کرتا ہے،اس کے بعد دوسری اذان پڑھ کر امام خطبہ شروع کرتا ہے اور درمیان خطبہ میں وہ سلطان حسین بن طلال کے لیے دعائیہ کلمات پڑھ کر موذن تین دفعہ آمین یارب العالمین کہہ دیتا ہے۔پھر خطیب خطبہ کو مکمل کر دیتا ہے۔عمان کے تقریباً ہر گھر میں انگور،انجیر،سرو کے درخت ہیں۔عمان کے چوراہوں پر بڑے بڑے بورڈ پر اللہ،الوطن،الملک لکھا ہوا ہے،عمان میں عیسائی بکثرت ہیں۔اس لیے یہاں عیسائی مدارس اور گرجے بھی بکثرت ہیں،ایک اجنبی عیسائی اور مسلم کا فرق نہیں کر سکتا۔

شرکۃ اقتصاد میں ایک منیجر کا نام عدنان ہے ایک دن اس نے مجھے کہا میرے لیے دعا کرو میں نے کہا کہ اللہ آپ کو حج بیت اللہ شریف اور روضہ رسول ﷺ کی زیارت سے متمتع فرماوے،وہ خاموش ہو گیا کسی ملازم نے مجھے بعد میں بتایا کہ عدنان تو مسیحی ہے وہ اس قسم کی دعاؤں سے ناراض ہوتا ہے۔یہاں اوراز بھی رہتے ہیں جو عقیدے کے لحاظ سے یہودیوں کے قریب ہیں ان کے مذہب میں کوئی چیز حرام نہیں،اقتصاد والوں نے ہمیں کہا کہ صبح اپنے بستر ے وغیرہ یہاں لے آؤ،آپ کو صبح کی بس میں یہاں سے عقبہ جانا ہوگا تمام ساتھی صبح سویرے جمع ہو گئے تھے،دو گھنٹے سامان کو اٹھانے اور ٹکٹوں کی جانچ پڑتال میں خرچ ہوئے۔بسوں کا یہ اڈا مختلف ٹرانسپورٹ کمپنیوں کا مرکز ہے یہاں سے بغداد،دمشق،مکہ،مدینہ،تبوک،لبنان،کویت،عقبہ یرموک،اندلس و دیگر دور دراز ممالک کو جانے کے لیے آپ کو بسیں ملیں گی۔بعض بسوں پر شرکۃ تنقلیات الأندلس عبر الصحراء بعض میں تنقلیات

یرموک، بعض مواقیت الحج لکھا ہوا ہے۔ بسوں اور ٹیکسیوں پر بسم اللہ الرحمن الرحیم اور بسم اللہ مجرھا ومرساھا یا اور یا رِضَی اللّٰہِ فی رِضَی الوالدین لکھا ہوا ہے۔ ایک ٹرک کے پیچھے یہ شعر لکھا ہوا تھا جو بہت پسند آیا ....

لاتکن للعیش مجروح الفؤاد انما الرزق علی ربّ العباد

ایک بس کے پیچھے یہ عبارت درج تھی: لاتسرعْ فإنّ الموت أسرعَ

ہم نے جس بس سے روانہ ہونا تھا اسکے آگے شیشہ پر محفوظین مع السلامة اور ڈرائیور کے بالمقابل بس کے اندر شعارنا الخدمة لکھا تھا۔ طویل انتظار کے بعد بس عقبہ کی جانب روانہ ہوئی (عقبہ میں کیا دیکھا، یہ اگلی فرصت میں سنیئے۔

(ماہنامہ الحق، اکتوبر ۱۹۶۷ء جنوری ۱۹۶۸ء)

مسجد حرام کی فضاؤں میں

اردن سے سعودی عرب تک

عقبہ عمان سے جانب مغرب تین سو کلومیٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ تمام زمین پتھریلی ہے، زمین کے بعض خطے کوئلہ نما سیاہ پتھروں سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ عمان سے عقبہ کی جانب ریلوے لائن بھی جاتی ہے، جس پر مال گاڑی دن میں ایک دفعہ آتی جاتی ہے، راستہ میں ہم نے نماز پڑھنے کے لیے ڈرائیور کو بس ٹھہرانے کے لیے کہا مگر سخت سرد آندھی کیوجہ سے ہم باہر نماز نہ پڑھ سکے۔ راستہ میں معان کا قصبہ آیا جو عمان سے دو سو کلومیٹر دور ہے، یہاں ترکی سے آئے ہوئے حاجیوں کی بیشمار بسیں کھڑی تھیں، معان سے آگے دو راستے ہیں ایک راستہ جنوباً مدینہ منورہ کو تبوک اور خیبر سے ہوتا ہوا پہنچتا ہے، دوسرا راستہ جس پر ہم جارہے تھے جانب مغرب عقبہ کی طرف جاتا ہے، معان میں ہوٹلوں کی عمارتیں بہت شاندار ہیں، معان کے قرب و جوار میں ایک راستہ کرک کی طرف جاتا ہے کرک کے قریب "موتہ" ایک گاؤں ہے جہاں بعض حضرات صحابہ عبداللہ بن روحہ اور زید بن حارثہ اور جعفر طیار وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبور ہیں، یہاں کے عرب باشندوں کا کہنا ہے کہ جس جگہ صحابہ کرامؓ شہید ہوئے ہیں وہاں پیر اور جمعہ کی رات تلواروں کی جھنکار اور گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنائی دیتی ہیں، اسلامی تاریخ کا غزوہ موتہ اسی جگہ سے منسوب ہے۔

آگے جا کر تقریباً معان سے بارہ میل ایک راستہ جانب شمال ''البتراء'' (پٹرا) کی طرف جاتا ہے، جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وادی ہے جو انتہائی سرسبز وشاداب ہے، وہاں ہارون علیہ السلام کی قبر بھی بتاتے ہیں، یہاں مغایر شعیبؑ وہ مقام ہے جہاں شعیب علیہ السلام رہتے تھے اور مشہور ہے کہ ''مدین'' اس جگہ کا نام تھا اور بعض لوگ ''سلط'' کے قریب مدین کو بتاتے ہیں۔ اس وادی موسیٰ اور مقام ''بتراء'' کو دیکھنے کے لیے موڑ پر دو بسیں کھڑی ہوئی دیکھیں جن پر From london to bomby (لندن سے بمبئی تک) لکھا ہوا تھا، یہ سیاح خشکی کے راستہ پر لندن سے یہاں تک آئے ہوئے تھے، اور بمبئی تک کا سفر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ بتراء (پٹرا) پہاڑوں کے اندر ہمارے ہاں کے موہنجوداڑو اور ٹیکسلا کی طرح عہد قدیم کے تراشیدہ مکانات، محلات اور آثار قدیمہ کی ایک تاریخی جگہ ہے۔

بندرگاہ عقبہ میں :

عشاء کے وقت ہماری بس عقبہ پہنچ کر مدینة الحجاج (حاجی کیمپ) کے دروازے کے پاس کھڑی ہوگئی، سینکڑوں پاکستانی بس کی طرف دوڑے، بس سے اتر کر یوں محسوس ہو رہا تھا کہ ہم پاکستان کے کسی شہر میں جا اترے ہیں، کیمپ میں بارہ سو تک پاکستانی زائرین حجاز جمع ہوئے تھے، فروری کے مہینہ میں بھی یہاں موسم بہار جیسا تھا، گرم کوٹ، کمبل اتارنے پڑے، کیمپ کے برآمدے اور باہر کا میدان بھرا ہوا تھا، بمشکل ایک گوشہ میں جگہ میسر ہوئی، یہ حاجی کیمپ دراصل ''شام'' سے آنیوالے حاجیوں کے لیے تعمیر کیا گیا ہے، جو شام سے بسوں کے ذریعہ آ کر ایک دن رات کے لیے ٹھہرتے ہیں، اور پھر دوسرے دن صبح بحری جہاز سے جدہ چلے جاتے ہیں، پاکستانی

حجاج کا یہ پہلا موقع ہے کہ عقبہ سے بحری راستہ سے گئے ورنہ عمان تک پاسپورٹ سے آنیوالے حجاج تبوک کے خشک راستہ سے جایا کرتے تھے، کیمپ کے برآمدوں کی چھتیں گتوں اور پلائی وڈ کی ہیں، یہ اللہ کا شکر ہے کہ یہاں سردی نہیں تھی، اور نہ بارش کا خطرہ تھا، ورنہ اس کیمپ میں رہنا انتہائی مشکل ہوتا۔

ایلہ :

صبح ہم اس جگہ کو دیکھنے کے لیے روانہ ہوئے جو حاجی کیمپ سے ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر جانب مغرب کو بحیرہ احمر کے کنارے پر واقع ہے، جس کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں بنی اسرائیل پر ہفتہ کے دن مچھلیوں کے شکار کی وجہ سے عذاب خداوندی نازل ہوا تھا، جس سے وہ بندر بن گئے تھے، یہاں انہوں نے تالاب بنایا تھا، اور بحیرہ احمر سے ایک چھوٹی نہر کے ذریعہ اس تالاب کو آب رسانی کی تجویز بنائی تھی۔ سورہ بقرہ میں وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدَوْا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ (البقرۃ:۶۵) اور اسی طرح سورہ اعراف میں وَاسْأَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ (الاعراف:۱۶۳) میں اس قوم کی تباہی کا ذکر، اکثر مفسرین اسی بستی سے "ایلہ" مراد لیتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہود کو ہفتہ کے دن شکار سے منع فرمایا تھا، مگر اہل "ایلہ" نے حکم خداوندی کی نافرمانی کی اور اسی دن مچھلیوں کے شکار کرنے کے لیے عجیب حیلہ تجویز کرنے لگے، دریا کے کچھ فاصلے پر تالاب بنایا اور ایک نہر کے ذریعہ سے پانی تالاب میں لے آئے، چونکہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش تھی کہ ہفتہ کے دن مچھلیاں پانی کی سطح پر آجاتی تھیں اور دیگر دنوں میں غائب رہتیں، ہفتہ کے دن صبح بند کھول کر تالاب میں پانی پہنچایا جاتا اور اسی پانی میں مچھلیاں بھی چلی جاتی اور شام کو پانی بند کردیا جاتا اور اتوار کی صبح کو اس

تالاب سے مچھلیاں پکڑلی جاتیں، یہ حیلہ سازی ان کے لیے باعث ہلاکت ہوئی، اللہ تعالیٰ نے انہیں مسخ کر کے بندر بنادیا اس جگہ سے دو میل مغرب کی طرف ایلات کے نام سے خلیج عقبہ کے سرے پر اسرائیل کی بندرگاہ ہے ایلات کی پہاڑیوں کے اس طرف (جانب مغرب) صحرائے سینا ہے، ''عقبہ'' اردن کی بندرگاہ ہے اور ''ایلات'' یہود کی۔ یہ دونوں بندرگاہیں آمنے سامنے بحیرہ احمر کے شمالی سرے میں واقع ہیں، عقبہ کی اس بستی کی وجہ سے یہ خلیج ''خلیج عقبہ'' کے نام سے موسوم ہے، عقبہ سے آٹھ میل کی مسافت پر ''الحقل'' ہے جو سعودی عرب کی بندرگاہ ہے، سعودی عرب کی سرحد یہاں سے دو ڈھائی میل کے فاصلہ پر ہے، عقبہ میں اکثریت فلسطینی مہاجرین کی ہے، جو اکثر ''غزہ'' اور ''بیر سبع'' کے علاقوں سے نکالے گئے ہیں۔ اہل عقبہ دینی لحاظ سے قابل رشک ہیں ان کی سادہ زندگی اور دینی ولولہ حسن اخلاق اور اکرام ضیوف موجب صد ستائش ہے، نماز کے وقت مساجد نمازیوں سے بھر جاتی ہیں، یہاں کی عورتیں باپردہ ہیں۔

بعض پاکستانیوں کی ناشائستہ حرکات :

ہمارے پاکستانیوں میں بعض سندھیوں کی عورتیں جب بے پردہ بازاروں میں گھومتی تھیں تو بعض عرب بھائی انتہائی افسوس کے ساتھ ہمیں شکایت کرتے تھے کہ ان عورتوں کے مردوں کو سمجھادو کہ وہ ان کو بازاروں میں گھومنے سے منع کریں۔ بدقسمتی سے سندھیوں میں بعض ایسے لوگ بھی ہمارے قافلہ میں شامل تھے، جو محض تجارت اور جلب زر کے لیے اپنے گھروں سے نکل کر خانہ بدوش ہوگئے ہیں، یہ لوگ ایران کے شہروں میں بھیک مانگتے مانگتے عراق پہنچتے ہیں، پھر وہاں یہ طور طریقہ جاری

رہتا ہے یہاں تک کہ حجاز پہنچ جاتے ہیں، یہاں انہوں نے کھجوروں کے باغات کے تمام کواڑ چوری کر کے جلا دیے ہیں، اس قسم کے لوگ پاکستان کی نیک نامی کی راہ میں حائل ہوتے ہیں۔ عمان کے مشہور اخبار ''الدستور'' میں ایک پاکستانی بھکاری لڑکی کی تصویر شائع ہوئی تھی جس کے ضمن میں حکومت اردن سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ ایسے لوگوں کو اس شہر سے دور کر دیا جائے۔

ہمارے قافلہ میں اکثریت معزز اور شریف پاکستانیوں کی تھی، ہمارے ساتھ کچھ حاجی بھارت اور افغانستان کے تھے، اہل عقبہ کے دینی جذبات کو دیکھ کر میرے ایک مخلص دوست حاجی محمد یوسف صاحب آسامی (جو شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور تبلیغی جماعت سے وابستہ ہیں) نے مجھے عقبہ کی جامع کبیر (بڑی مسجد) میں نماز مغرب کے بعد تبلیغ کرنے کے لیے کہا میں نے معذرت کی کہ عرب مسلمانوں کے سامنے ایک عجمی کیسے تبلیغ کر سکتا ہے مگر ان کے شدید اصرار پر مجھے نماز مغرب کے بعد کچھ مسائل بیان کرنے پڑے، زندگی میں یہ میری پہلی تقریر تھی جو عرب بھائیوں کے مجمع میں عربی زبان میں تھی، پاکستانیوں سے ویسے بھی اردنی مسلمانوں کو دلی محبت ہے، پھر جب انہوں نے ٹوٹی پھوٹی عربی زبان میں قرآن وحدیث رسولؐ کا ذکر ایک پاکستانی کے زبان سے سنا تو اہل عقبہ بہت خوش ہوئے، اور ان میں سے چند نوجوانوں نے مجھے ''جامع صغیر'' (چھوٹی مسجد) میں عشاء کی نماز کے بعد سورہ بقرہ کی ابتدائی آیات پر درس دینے کے لئے کہا، عرب نوجوان بھائیوں کی حوصلہ افزائی سے انکی اس فرمائش کی تعمیل میرے لیے باعث مسرت تھی۔
اس مجلس میں بسوں کی کمپنی کے ایک ڈائریکٹر ''ابوخلدون'' نے مجھے پاکٹ سائز کے

قرآن مجید کا گرانقدر تحفہ بطور انعام دیا۔ عشاء کی نماز جامع صغیر میں پڑھی۔ وہاں کافی عرب جمع ہوئے تھے، نماز کے بعد سورہ بقرہ کے ابتدائی رکوع کا ترجمہ اور تشریح، استاد مکرم حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اور استاد مکرم حضرت حافظ الحدیث مولانا عبداللہ صاحبؒ درخواستی کے نہج پر بیان کیا۔

دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابر کے تذکرے :

کالج کے ایک طالب علم نے دریافت کیا کہ آپ عرب ممالک کی کس یونیورسٹی کے فارغ ہیں، میں نے کہا پاکستان کے مذہبی مدارس ہی سے فیض یافتہ ہوں ، پھر اس نے پوچھا کہ ان مدارس کے اساتذہ جامعہ ازہر یا جامعہ دمشق کے سند یافتہ ہوں گے میں نے بتایا کہ ہمارے اساتذہ کی اکثریت دنیا کی عظیم ترین مذہبی درسگاہ "دارالعلوم دیوبند" کے سند یافتہ ہیں، طالب علم نے دارالعلوم دیوبند کے حالات وکوائف دریافت کیئے اور کہا کہ آپ بھی وہاں کے فارغ ہیں میں نے بتایا کہ میں "دارالعلوم حقانیہ" اکوڑہ خٹک کا سند یافتہ ہوں، دارالعلوم حقانیہ دارالعلوم دیوبند کا عکس ہے، دارالعلوم حقانیہ کے بانی حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے فارغ ہیں اور وہاں استاد بھی رہ چکے ہیں دیگر اکثر اساتذہ بھی دیوبند کے فارغ ہیں۔ اکثر نوجوانوں نے میرا پتہ نوٹ کیا اور خواہش ظاہر کی کہ ہم کوشش کریں گے کہ دارالعلوم حقانیہ میں چند دن رہ کر آپ کے مشائخ واساتذہ کی علمی و روحانی فیوضات سے استفادہ کریں" انہوں نے کہا کہ اگر ان بزرگوں کے علوم و معارف عربی زبان میں شائع ہو جائیں تو عرب بھی ان سے استفادہ کر سکیں گے۔ آدھی رات تک اکابرین دیوبند کی سوانح اور ان کے علمی، عملی، مذہبی سیاسی کارنامے

نمایاں کے تذکرے عرب انتہائی مسرت کیساتھ سنتے رہے۔اور بار بار خوشی کا اظہار فرماتے کہ اسلام کے جان نثار مجاہد پاک وہند میں بھی موجود ہیں، میں نے ان سے اجازت مانگی، ان میں سے ایک نوجوان ''علی موافی ''(جو دائرۃ میناء العقبہ میں ملازم ہے) نے مجھے آئندہ رات اپنے مکان پر آنے کی دعوت دی اور کہا کہ میرے ساتھی آپ کے منتظر ہوں گے۔

ہم مقررہ وقت پر ٹیکسی میں وہاں پہنچے، بندرگاہ کے اکثر ملازمین جمع ہوئے تھے انہوں نے قہوہ پیش کیا، پھر چائے پلائی، چائے نوشی کے بعد چند آیات کا ترجمہ وتشریح بیان کیا، ان میں سے ایک نے التحیّات للّٰہ والصلوات الخ کا مفہوم وتشریح دریافت کیا۔ مجھے حضرت الشیخ مولانا عبدالحق صاحب کی وہ تقریر یاد تھی جو انہوں نے اس موضوع پر درس ترمذی شریف میں فرمائی تھی، میں نے وہی بیان کی، علی موافی اوراس کے ساتھی بہت متاثر ہوئے اور کہنے لگے کہ التحیّات کا معنی ومفہوم اب ہمارے ذہن میں آگیا، حالانکہ عربی ہماری اپنی زبان ہے مگر اس تشریح سے مطالب سمجھ میں آئے۔

عرب بھائیوں کا خلوص :

میں عقبہ میں جتنے دن رہا، ہر رات کسی نہ کسی دوست کے مکان پر درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا، حاجی احمد موسیٰ الریاطی، عبداللہ الریاطی، طاہر ہاشم عابدین، محمد قاسم اشبول ابوابراہیم الضابط، ابوسلامہ محمود الکبریتی، عرفات الدویک، ابوخلدون اور دیگر بھائیوں کی دعوتوں میں کچھ بیان کرنے کے مواقع اللہ تعالیٰ نے میسر فرمائے۔

عرب بھائیوں کی دعوتیں بہت پُرتکلف ہوتی ہیں، اور قہوہ کا دور جاری رہتا ہے، ہر دو

منٹ بعد صاحب دعوت مہمانوں کو یامرحباً بکم اہلاً وسہلاً کے کلمات سے تواضع کرے گا۔ ایک دفعہ دعوت کے بعد ایک صاحب نے ایک لمبی دعا کی جن کے بعض کلمات مجھے اب بھی یاد ہیں۔ اَللّٰھم یاناقش الحجلہ أخلف علی من بذلہ وھنّیء من أکلہ، وارزقنا بذلہ فی العجلۃ العجلۃ العجلہ۔

ملتان کے حکیم احسان الحق صاحب اکثر وبیشتر دعوتوں میں میرے ساتھ مدعو ہوتے تھے حکیم صاحب کے علاج سے وہاں کافی مریضوں کو اللہ تعالیٰ نے شِفا دی، عرب پاکستانی حکماء کے بہت معتقد ہیں رات کا اکثر حصہ تو اہل عقبہ کے ساتھ درس قرآن اور دیگر باتوں میں گزر جاتا مگر دن کے اوقات بمشکل گزرتے۔

جہاز کے لیے کمپنی والوں کا ٹال مٹول :

جہاز کے انتظار نے پریشان کر رکھا تھا کیونکہ ۱۰ فروری کو تمام حاجی اپنا اپنا سامان باندھ کر منتظر جہاز تھے، ٹکٹوں پر کمپنی والوں نے جہاز کی روانگی کی تاریخ ۱۰ فروری لکھی تھی اور جہاز کا نام "الملک عبدالعزیز" لکھا تھا، ۱۰ فروری کی عصر کو کمپنی والوں نے ہم کو ٹیلیفون کیا انہوں نے معذرت کی کہ راستہ میں طوفان آنے کی وجہ سے جہاز بروقت نہ پہنچ سکا، دو دن مزید انتظار کرنا پڑا، دو دن بھی گزر ے مگر جہاز نہ آیا جب کوئی جہاز دور سے سمندر میں دکھائی دیتا تو کیمپ میں شوروغل برپا ہوتا اور حاجی لوگ اپنا اپنا سامان باندھ لیتے اور جب تحقیق سے معلوم ہوتا کہ یہ مسافر بردار جہاز نہیں یا شامیوں کیلئے ہے تو انتہائی رنج وغم کا سامنا ہوتا۔ بعض حاجی تو صبح سے لیکر شام تک ساحل سمندر پر جہاز کے انتظار میں بیٹھے رہتے بجائے دو دن کے پندرہ دن گزر گئے۔ ایام حج قریب ہونے لگے، رفتہ رفتہ حاجیوں میں افواہ پھیل گئی کہ یہ غدار کمپنی

ہے اور ہمیشہ سے حاجیوں کیساتھ دھوکہ کرتی ہے اس دفعہ بھی کمپنی والوں نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ افغانستان کے پندرہ حاجیوں نے واپس عمان جاکر کمپنی سے اپنی رقم واپس لے لی اور تبوک کے راستے پر جانے والی بسوں کی ٹکٹیں خریدیں۔ کیمپ میں سترہ سو ۱۷۰۰ پاکستانی حاجی جمع ہو گئے تھے، مگر جہاز کا نام ونشان تک نہیں تھا، کیمپ کے تمام ساتھیوں نے مجھے مجبور کردیا کہ آپ رئیس المتصرفیہ (ڈپٹی کمشنر) کو صورت حال سے آگاہ کیجیے، میں نے براہ راست رئیس المتصرفیہ کے پاس جانا مناسب نہ سمجھا، چونکہ عربی ممالک میں علماء اور خطباء عوام وخواص کے مقتداء ہوتے ہیں اور بڑے بڑے حکام اہل علم کو احترام وعزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اس لیے میں نے یہاں کے بڑے قاضی شیخ معوض عوض کو سارا ماجرا سنایا جو بور سعید (پورٹ سعید) کے باشندے ہیں اور یہاں مبعوث الازہر کی حیثیت پر وعظ وارشاد کے عہدہ پر کام کررہے ہیں، انتہائی ہمدرد اور پاکستانیوں سے محبت رکھنے والے ہیں، فقہ وتفسیر میں محقق عالم اور مضمون نگار ہیں کئی تصانیف کے مصنف بھی ہیں۔ خاص کر قبس من الإسلام اور الإسلام والأسرة ان کی مشہور تصانیف ہیں۔

شیخ معوض نے رئیس المتصرفیہ کو ٹیلیفون پر حالات سے آگاہ کیا اور کمپنی کی دغابازیوں اور مسلسل وعدہ خلافیوں کا ذکر کیا، رئیس نے اسی وقت کمپنی کے مدیر "ابوغستان" کو ٹیلیفون کیا کہ بہت جلد باخرہ (بحری جہاز) کا انتظام کیا جائے ورنہ آپ قانون کے مجرم ثابت ہوں گے۔ کمپنی والے نے رئیس کو بھی جھوٹے وعدوں سے ٹال دیا، تین چار دن کے بعد تمام پاکستانی رئیس کے دفتر میں گئے اور شکایات کیں، انہوں نے مدیر أمن العام (انسپکٹر جنرل پولیس) کو فون کیا، عصر کے وقت مدیر

امن العام نے آ کر حاجی کیمپ کا معائنہ کیا اور ہمیں تسلی دی کہ ہم فوری طور پر انتظام کردیں گے۔ عقبہ کی ٹاؤن کمپنی کے چیئرمین اور دیگر شرفائے بستی نے تمام حکام کے سامنے ہماری پریشانیوں کا تذکرہ کیا ہم اہلیان عقبہ کی شبانہ روز ہمدردیوں اور تلطفات کے تاحیات سپاس گزار رہیں گے خاص کر احمد الضابط جن کی دوکان پاکستانیوں کی مشورہ گاہ تھی اور ان کا ٹیلیفون چوبیس گھنٹے انکے لیے وقف تھا۔ "البرق والبرید" محکمہ تار وڈاک کے انچارج ابوسلامہ محمود الکباریتی نے ہمیں مجبور کیا تھا کہ آپ اردنی حکومت میں جہاں بھی ٹیلیفون کرنا چاہیں آپ اس کی قطعاً فیس نہیں دیں گے۔ ایک دفعہ میں نے عمان کے لیے ڈاک خانہ سے کال بک کی جب میں نے کمپنی والوں سے فون پر بات کرلی تو آخر میں ابوسلامہ فون پر کہنے لگے آپ نے ڈائریکٹ کیوں مجھے نہ بتایا میں آپ کو عمان کا فون ملا دیتا اور پوسٹ ماسٹر کو کہنے لگا کہ مولانا سے فیس نہ لیں۔ یہ فیس میں دوں گا۔

۲۶/ذی قعدہ کو کیمپ کے اکثر حاجیوں نے مجھے کہا آپ اپنی مرضی سے ایک ساتھی ہم میں سے منتخب کر کے عمان چلے جائیں اور وہاں اپنی جدوجہد سے کمپنی والوں کے ظلم وستم واستبداد سے تمام بھائیوں کو چھڑالیں۔ میری طبیعت چونکہ علیل تھی اس لیے میں نے اس طویل سفر سے معذرت کی۔ جبکہ عمان پر برف باری کا موسم تھا، مگر سن رسیدہ بوڑھوں اور بوڑھی ماؤں کے شدید اصرار نے عمان کی سخت سردی کی طرف دوبارہ جانے پر آمادہ کیا۔ سفر حج میں سب سے بڑھ کر نیکی حاجیوں کی خدمت ہے، خدمت حجاج کے نیک ارادہ پر میں نے اپنے ساتھ ملتان کے بھائی رحمت علی صاحب کو منتخب کیا جو انتہائی مخلص اور سمجھ دار ہیں، حاجی محمد شفیع زرگر ملتان والے بھی

ہمارے ساتھ جانے کو تیار ہوئے، شام کے وقت ٹیکسی میں بیٹھ کر آدھی رات کو عمان پہنچے، رات ایک ہوٹل میں گزاری، صبح استاد خلیفہ عبدالرحمٰن "المحامی" (ایڈووکیٹ) کے پاس گئے جن کے نام ہمیں سفارشی خط دیا گیا تھا، استاد موصوف عمان کے مقبول اور معزز صاحب اثر ورسوخ علماء میں سے ہیں وہ اپنے دفتر سے ہمارے ساتھ روانہ ہوئے کمپنی کے مدیر کے پاس آکر مدیر کو کافی ڈانٹا۔ مدیر نے کہا میری طرف سے کوئی کوتاہی نہیں ہوئی، سعودی سفارت خانے کی طرف سے ممانعت ہے، استاد نے مدیر کو کہا، جب آپ کے بس میں ویزا حاصل کرنا نہیں تو کس لیے ان سترہ سو پاکستانیوں کو آپ نے ساحل بحیرہ احمر پر پھینک دیا ہے، استاد نے کہا کہ آپ ایک درخواست شاہ حسین کے نام لکھ کر قصر الملک "شاہی محل" میں چلے جائیں اور شاہ حسین سے ملاقات کر کے تفصیلی احوال اس کو سنائیں اور میں خود بھی اس سے شام کے وقت اس بارے میں ملوں گا۔ استاد موصوف نے کمپنی کے دفتر سے وزارت خارجہ کو ٹیلیفون کیا اور نائب وزیر خارجہ "ہاجم المحل" سے ٹائم مقرر کیا کہ دونوں شام کے وقت شاہ حسین کی ملاقات کے لیے "قصر الملک" جائیں گے۔

حجاج کے معاملہ میں شاہ حسین کی دلچسپی:

ہم درخواست لکھ کر شاہ حسین کے محل میں گئے، دروازے پر مقررہ پولیس افسر نے ہماری درخواست دیکھ کر ہمارے لیے اندر جانے کی اجازت طلب کی مگر جواب ملا کہ شاہ حسین عمان میں متعین ایرانی سفیر کی وفات ہونے کی وجہ سے سفیر کی کوٹھی پر جا رہا ہے پولیس افیسر نے انتہائی خلوص ومودت سے ہماری درخواست لے کر ہم کو ہفتہ کی صبح ملاقات کے لیے کہا۔ مغرب کے وقت میں نے اپنے دونوں ساتھیوں

کو کہا کہ کل جمعہ ہے، دفاتر بند رہیں گے، اگر مناسب سمجھیں تو یہ رات اور جمعہ کا دن بیت المقدس میں بسر کرلیں گے، انہوں نے میری تجویز پسند کر کے اومنی بس میں ''عبدلی'' جانے کو کہا ''عبدلی'' سے ٹیکسی میں بیٹھ کر بیت المقدس روانہ ہوئے۔ جب ہم وہاں پہنچے مسجد اقصیٰ میں عشاء کی نماز ہوگئی تھی، رات زاویہ ہندیہ میں گزاری، صبح کو جبل زیتون اور بیت اللحم کی دوبارہ سیر کی، واپسی پر مسجد اقصیٰ میں نماز جمعہ ادا کی، ترکی حاجیوں کی وجہ سے مسجد اقصیٰ بھر گئی تھی، اس جمعہ میں اندازاً بیس ہزار نمازی شامل ہوئے تھے، فلسطین کے مفتی امین الحسینی نے تقریر کی، دوپہر کا کھانا ہم نے انکل موسٹیشز (ماموں مونچھوں والے) کے ہوٹل میں کھایا، اکثر پاکستانی اس ہوٹل میں کھانا کھاتے ہیں۔ یہ ایک پاکستانی کا ہوٹل ہے جس کی مونچھیں بہت لمبی ہیں۔

جمعہ کی نماز کے بعد ہم اریحا روانہ ہوئے، وہاں رات گزار کر صبح موسیٰ علیہ السلام کے روضہ کی زیارت کے لیے گئے، وہاں سے ایک میل پیادہ آکر '' الطریق المزفت'' پختہ سڑک سے عمان کی بس میں سوار ہوئے، عمان میں بس سے اتر کر سعودی سفارت خانہ روانہ ہوئے، معلوم ہوا کہ شاہ حسین کی خصوصی سفارش پر پاکستانیوں کو ویزا کی اجازت مل گئی ہے، انتہائی مسرت نصیب ہوئی، خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکریہ ادا کیا۔ عقبہ کو مبارک بادی کا ٹیلیفون کیا اور شکریہ ادا کرنے کے لیے استاد عبدالرحمٰن کے ہاں گئے، استاد عبدالرحمٰن کہیں باہر تشریف لے گئے تھے، اس لیے کاغذ پر شکریہ کے کلمات لکھ کر اس کے سیکرٹری ''جودت عبدالنبی'' کے حوالہ کر دیا، عصر کے وقت ٹیکسی میں بیٹھ کر عشا کی نماز سے قبل عقبہ پہنچے، سیدھے احمد الضابط کی دوکان پر گئے وہاں عقبہ کے عرب دوست ہمارے آنے کے منتظر تھے، عرب دوست ہم سے گلے

ملتے اور ہمارے سروں اور پیشانیوں کو بوسہ دیتے جیسا کہ عرب خوشی کے موقعہ پر کرتے ہیں، ہم نے ان کا شکریہ ادا کیا پاکستانیوں کو پتہ چلا تو کیمپ سے جلوس کی شکل میں آئے۔ بعض نے رنگین کاغذوں کے ہار بنائے تھے۔ اور ہمارے گلوں میں ڈالنے لگے، تمام رات خوشی میں گزری، شاہ حسین انتہائی رحم دل اور قوم پرور بادشاہ ہے، پاکستانیوں کے ساتھ اسے بہت محبت ہے۔

۳۰ رذی قعدہ کو پاسپورٹ وغیرہ مکمل کر کے کمپنی والوں نے عقبہ پہنچا دیئے، شام کو محمود الکبریتی نے دائرۃ الإسلکیۃ بمیناء عقبہ" (محکمہ وائرلیس) کے مدیر سے "ملک عبدالعزیز" جہاز کے بارہ میں دریافت کیا، اس نے بذریعہ فون جواب دیا کہ "عرفات" نامی جہاز پاکستانیوں کے لیے جدہ سے تین دن ہوئے ہیں روانہ ہو گیا ہے، شاید کل رات کو پہنچ جائے، اسی اثناء میں یہ رنج دہ اور المناک واقعہ پیش آیا کہ تقریباً ستر پاکستانی مرد وعورتوں کے پاسپورٹ پر سعودی سفارت خانہ کا ویزا نہیں لگایا گیا تھا، اور بعض کے پاسپورٹ ہی گم ہو گئے تھے، ان بھائیوں نے مجھے سہ بارہ عمان جانے پر مجبور کیا، میرے قریبی دوستوں نے ان کو سمجھایا کہ آپ خود چلے جائیں، جبکہ جہاز کی آمد چوبیں گھنٹوں کے اندر متوقع ہے، ہم نے رئیس المحصر فیہ کو اس تشویشناک معاملہ سے مطلع کیا اور اس سے معاونت کی درخواست کی رئیس نے سفارت خانہ کو اطلاع دی، ان ستر افراد کے لیے ایک بس عمان سے آئی اور ان کو عقبہ سے معان تبوک کے راستہ لے جایا گیا۔

۲ رذی الحجہ کی صبح کو جہاز بندرگاہ پر کھڑا ہوا تھا، اطلاع ملی کہ سامان باندھ لو، بلدیہ (ٹاؤن کمیٹی) کے ٹرکوں میں سامان اور بسوں میں حاجیوں کو رصیف (پلیٹ

فارم) تک پہنچایا جائے گا، اسی اثناء میں کبریتی صاحب نے یہ المناک خبر بھی سنادی کہ جہاز صرف پانچ سو مسافروں کے لیے ہے، یہ خبر ہمارے لیے سوہانِ روح تھی کہ پانچ سو ساتھی چلے جائیں گے اور باقی بارہ سو رہ جائیں گے، یہ خبر تمام حاجیوں میں پھیلی، ہر ایک اس کوشش میں تھا کہ سب سے پہلے جہاز میں سوار ہو جائے جب دروازہ کھلا تو تمام حاجی پروانہ وار جہاز کی طرف دوڑے اور تقریباً تین چار فرلانگ کا راستہ طرفۃ العین میں طے ہوا، دیکھا تو باخرہ عرفات کھڑا تھا، عرفات کے پیارے کلمے سے انتہائی اطمینان و سرور ہوا۔ پولیس کے افسر اور سپاہی کافی تعداد میں جہاز کی سیڑھیوں پر ترتیب وار کھڑے تھے مگر پاکستانیوں کے سیلاب نے سیڑھیوں کو توڑ ڈالا، بعض تو جہاز میں چھلانگیں لگا کر سوار ہوئے، پولیس نے نظم وضبط قائم کرنے کے لیے لاٹھی بھی چلائی مگر رضائے مولا کی طلب میں سفر کی بے شمار صعوبتیں برداشت کرنے والے پاکستانیوں کے لیے لاٹھیوں کی یہ دھمکیاں کب اثر کر سکتی تھی جبکہ دیارِ حبیبؐ پر پہنچانے والی سواری سامنے رصیف پر روانہ ہونے کے لیے مستعد تھی، مختلف حکومتوں کے سفارت خانوں میں کئی کئی دن دھکیلے جانے والے راستہ میں مختلف پاکستانی ایجنٹوں کے فریب وظلم سے نجات پانے والے سردیوں، بارشوں اور برف باریوں کے مصائب سے آشنا، اہل وعیال سے طویل مفارقت کے عادی تھوڑے وقت میں سینہ سمندر میں سوار ہوئے۔ "مدیر أمن العام" (انسپکٹر جنرل پولیس) چلاتا رہا کہ یہ تو چھوٹا جہاز ہے، اتنے مسافروں کو کیسے لے جاسکے گا مگر کمپنی کے مالک نے جہاز کے کیپٹن کو رشوت کا لقمہ دے کر اسے ہمنوا بنا دیا تھا۔ کیپٹن نے کہا کہ یہ میری ذمہ داری ہے۔ عقبہ کے احباب واکابر ہمیں الوداع کرنے کے لیے

رصیف پر کھڑے تھے۔

جہاز کی روانگی :

عصر کے وقت جہاز نے سیٹی بجائی، جہاز کا لنگر اٹھا اور آہستہ آہستہ جہاز رصیف سے جدا ہوا، دو فرلانگ کی مسافت پر جا کر سمندر میں جا کر کھڑا ہوا، آدھی رات کے وقت جہاز روانہ ہوا، خوشی کے مارے کسی کو نیند نہ آئی، تمام رات دیار حبیبؐ کی باتیں ہوتی رہیں، احکام حج کا تذکرہ ہوتا رہا، الحمد للہ کہ عقبہ میں پچیس روزہ قیام انتہائی دلجمعی وسکون سے بسر ہوا، تمام ساتھی بخیریت رہے، البتہ ہم میں سے ایک رفیق مقبرہ عقبہ میں سمندر کے کنارے رہ گیا جس نے اپنی بیوی کو اپنی موت سے تین دن قبل نیند سے اٹھ کر بتایا تھا کہ میں اب اس دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں اور آپ کی مزید رفاقت مجھے نصیب نہ ہوگی، کیونکہ میں نے نیند میں یہ کلمات سنے "اب دنیا کو چھوڑ کر ہمارے پاس آنا" بیوی نے اس کو تسلی دی، ساتھیوں نے اس کو سمجھایا کہ یہ پراگندہ خواب ہیں، آپ کو اللہ تعالیٰ طویل زندگی دے گا اور حرمین شریفین کی زیارت سے سرفرازی بخشے گا۔ مگر وہ روتا رہا ہر وقت مولیٰ سے بخشش ومغفرت طلب کرتا رہا، دوسرے دن گوشت کھانے سے ہیضہ کی شکایت ہوئی تیسرے دن عقبہ کے بڑے ہسپتال میں شہادت پائی، اس کی بیوی کا صبر واستقلال دیکھنے کے قابل تھا کہ وہ ذکر واذکار میں مصروف تھیں، پاکستانیوں نے اس کی تجہیز وتکفین کے لیے چندہ جمع کیا مگر عقبہ کی ٹاؤن کمیٹی نے تمام اخراجات اپنی طرف سے ادا کئے اور وہ رقم اس کی اہلیہ کو بطور اعانت دیدی گئی۔ افسوس کہ وہ بیچاری بیوہ بھی ان ستر سے میں سے ایک تھی جو خشکی کے راستہ پر روانہ ہوئے، صبح اٹھے تو جہاز مضیق اور شرم الشیخ سے

گزرنے والا تھا، مضیق وہ تنگ جگہ ہے جہاں سے بمشکل ایک جہاز گزر سکتا ہے، صحرائے سینا ہم سے جانب مغرب رہ گیا تھا، اور بحیرہ قلزم یہاں سے آٹھ گھنٹوں کی مسافت پر تھا، جہاز میں نماز باجماعت ہوتی رہی، حج کے مسائل واحکام کا ذکر و مذاکرہ ہوتا رہا۔ عقبہ کے دوران قیام میں حج کے اکثر مسائل سے ساتھیوں کو مختلف علماء نے روشناس کرادیا تھا، رات کو ستاروں کی چمک اور سمندروں میں ستاروں کا عکس اور سمندر پر دور دور جہازوں کی بجلیاں عجب دلکش نظارہ پیش کر رہی تھیں۔ دن کو جہازوں کی فلک بوس چھتیں وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ۔ (الرحمٰن: ۲۴) (اور خاص کر اللہ ہی کے قبضہ قدرت میں ہیں پہاڑ جیسے اونچے جہاز اور کشتیاں) کا نقشہ پیش کر رہی تھیں۔

اکثر لوگوں نے اس خیال سے کہ جہاز والے کھانا کھلائیں گے جیسا کہ عام دستور ہے، عقبہ سے اشیاء خوردنی نہ خریدیں، جہاز روانہ ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ کھانا اپنے ذمے ہوگا، دو دن رات تو ساتھیوں نے ایک دوسرے کو کھانا کھلایا، مگر تیسرے دن کھانے کی چیزیں ختم ہوگئیں، جہاز میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جو تمام حاجیوں کے پاس گئی اور انہیں کہا کہ جن کے پاس زیادہ آٹا یا چاول موجود ہوں وہ اپنے لیے صرف دو دن کا ذخیرہ رکھ کر باقی تمام ذخیرہ اپنے ساتھوں کو مناسب قیمت پر دے دیں، جدہ میں پھر آٹا اور چاول کی بہتات ہے، اکثر حاجیوں کی اشیاء خورد ونوش سٹور میں ڈالی گئی تھی، کیپٹن نے ماتحت عملہ کو سٹور کھولنے کا حکم دیا، وہاں سے لوگوں نے اپنا اپنا سامان خوراک نکال کر اپنے احباب میں مناسب دام پر فروخت کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے فاقہ کشی کا یہ مشکل مسئلہ بھی حل فرمایا۔ اب ایک دوسری مشکل سامنے آئی وہ

یہ کہ کمپنی کے ایک حصہ دار جو ہمارے ساتھ شریک سفر تھے جہاز کے ایک کلرک کو (جو ٹکٹوں اور پاسپورٹوں کے انطباق پر مامور تھا) کہا کہ یہ تمام پاسپورٹ جدہ میں مجھے ملنے چاہئیں، اوراس کی مصلحت یہ تھی کہ ان سترہ سو حاجیوں کو ایک معلم کے حوالے کر کے فی حاجی کے حساب سے مناسب کمیشن اپنے لیے وصول کرلے، ہم نے کلرک کو سمجھایا کہ اس ظالم کے ہاتھ میں ہمارے پاسپورٹ نہ دیں، اور کلرک کو کمپنی کے کیئے ہوئے تمام کارناموں سے آگاہ کیا، کلرک انتہائی شریف اور رحمدل تھا، اس نے ہمیں اطمینان دلایا کہ میں قطعاً کمپنی والے کو تمہارے پاسپورٹ نہیں دوں گا۔

رات کو کمپنی والا میرے کمرے میں آیا اور کافی منت سماجت کی اور پھر کافی رقم دینے کا لالچ دیا، میں نے اسکو کہا کہ ہم حاجی فروشی کے لیے نہیں آئے ہیں۔ آپ اس ذلیل ارادہ میں ہم سے معاونت کی توقع نہ کیجیے، کلرک نے مجھے تمام پاسپورٹ دے دیئے، میں نے چند احباب کی اعانت اور ہمدردی سے معمولی وقت میں ہر ایک کو اپنا اپنا پاسپورٹ پہنچادیا ....

الفت میں برابر ہے جفا ہو کہ وفا ہو
ہر چیز میں لذت ہے اگر دل میں مزا ہو

کیپٹن کو پہلے سے کہا گیا تھا کہ میقات آنے سے قبل ہمیں اطلاع دیدی جائے، تاکہ احرام کے لیے غسل یا وضو کر کے احرام کے کپڑے وقت سے قبل پہن لئے جاویں، چنانچہ سیٹی پر حاجیوں میں ایک انقلاب رونما ہوا، ہر ایک غسل یا وضو کے لیے مستعد ہوا اور بکسوں اور بستروں سے احرام کے کپڑے نکالنا شروع کیئے، کافی دیر بعد دوسری سیٹی ہوئی تو حاجی احرام باندھنے کے لیے تیار ہوئے زبان سے دُعا نکلی خدا

کرے کہ تمام حاجیوں کو حج مبرور ومقبول نصیب ہو جس کا ثواب اور بدلہ جنت ہے، صحیح روایات سے ثابت ہے، حج مبرور حاجی کو گناہوں سے ایسا پاک کردیتا ہے، جیسا کہ بچہ پیدائش کے وقت گناہوں سے پاک وصاف ہوتا ہے۔ چاروں طرف آہ وبکا، گریہ زاری، ذکرواذکار کا غلغلہ ہے کسی نے صرف حج کی نیت باندھ لی اور زبان سے یہ کلمات کہے:

"اللّٰھم انی أرید الحج فیسّرہ لی وتقبلہ منی" اے میرے مولا! میں حج کی ادائیگی کا ارادہ کرچکا ہوں پس میرے لئے حج آسان فرما کر قبول فرما۔

کسی نے صرف عمرہ کی نیت کرلی اور زبان سے یہ کلمات کہے:

"اللّٰھم انی أرید العمرۃ فیسّرھا لی وتقبّلھا منی" اے میرے مولا! میں عمرہ ادا کرنے کی نیت کررہا ہوں پس میرے لیے عمرہ آسان فرما اور قبول فرما۔

کسی نے عمرہ اور حج دونوں کی نیت کرلی اور زبان سے یہ کلمات کہے:

اللّٰھم انی أرید العمرۃ والحج فیسّرھما لی وتقبلھما منی" اے میرے مولا! میں عمرہ اور حج دونوں کی نیت کرتا ہوں پس دونوں میرے لیے آسان فرما اور قبول فرما۔ پہلی قسم افراد ہے، دوسری قسم تمتع اور تیسری قسم حج قِران ہے، ان میں جس قسم کی نیت آپ کریں وہ بہتر ہے اور ائمہ اربعہ میں کسی نہ کسی کے ہاں افضل ہے۔

تلبیہ:

میں نے تو قران کی نیت کرلی جو امام ابوحنیفہؒ کے ہاں افضل ہے، تلبیہ یعنی حج کا محبوب ترانہ۔

"لبیّك اللّٰھمّ لبیّك لبیّك لاشریك لك لبیّك إنّ الحمد والنعمة لك

والملک ،لا شریک لک"۔

اے اللہ ہم تیرے در پر حاضر ہورہے ہیں، آپ کا کوئی شریک نہیں ہم تیرے در پر حاضر ہیں، یقیناً تمام تعریفیں اور نعمتیں اور بادشاہی آپ ہی کے لیے ہے آپ کا کوئی شریک نہیں آپ کے در پر حاضر ہیں کی صداؤں سے سطح سمندر پر ایک غلغہ بلند ہوگیا، دنیاوی باتوں کو چھوڑ دیا گیا، زبانوں پر لبیک کے پیارے کلمات تھے، تضرع والحاح کے ساتھ دُعائیں مانگی جارہی تھیں، اس وقت اگر کوئی خدانخواستہ یہ لحات طیبہ غفلت اور بیہودہ کلام میں گزارے تو ماسوائے بدنی تکالیف، مال خرچ کرنے ،اور اہل وعیال سے دور رہنے کی زحمت کے اور کیا حاصل ہوگا؟

احرام :

اب دیارِ حبیبؐ کے آثار رونما ہونے لگے، یہ احرام اسکی بیّن دلیل ہے، دنیا کے کپڑے تو اس لیے حاجیوں نے اتار کر احرام کی دو چادریں پہن لی ہیں کہ یہ رب العالمین کی بارگاہِ قدس میں حاضر ہونے کا لباس ہے، جس طرح شاہی دربار میں داخلہ کے لیے ممتاز لباس پہنا جاتا ہے، خدا (جس کے قبضہ قدرت میں سلاطین عالم کی ارواح ہیں) کے شاہی دربار میں حاضری کا یہ لباس ہے، شاہان دنیا کے دربار میں غنی اور فقیر آقا وغلام کے درمیان امتیاز کرنے والا لباس ہوتا ہے، اور حاکم ومحکوم کے علیحدہ علیحدہ نشانات اور تمغے، بخلاف اس شہنشاہی دربار کے یہاں تو شاہ وگدا امیر وغریب سب کے سب برابر ہیں ....۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

احرام سے قبل امیر وفقیر کا امتیاز ہو سکتا تھا جبہ ودستار کی زرق برق رنگینیاں اورکوٹ پتلون سے فرق مراتب نمایاں تھا، مگر احرام کے بعد رب العلمین کی بارگاہ میں فقیرانہ بھیس میں جانا ہوگا، جہاں عجز ونیاز، تواضع اور انکساری کام آئے گی، امیرانہ لباس اورشاہانہ وضع قطع کو یہاں چھوڑ نا ہوگا، مسکینی اور فقیری اختیار کرنی ہوگی۔ بزرگان دین سے سننے میں آیا ہے کہ جسطرح اس أحکم الحاکمین کے دربار میں حاضری سے قبل اپنا محبوب ومرغوب لباس اتار کر احرام باندھا جاتا ہے اسی طرح دنیا کی محبت اور خواہشات کی اتباع بھی دلوں سے نکال کر اللہ ورسول کی محبت واطاعت کو دل میں جگہ دینی چاہیے۔ سحری کے وقت احباب نے جگایا اور بشارت کی کہ وہ سامنے جدہ کی بجلیاں جگمگ جگمگ کر رہی ہیں، اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا ......

صبا پیام رسانید وشادماں گشتیم
طلوع صبح سعادت در انتظار ماست

جدہ کے ساحل پر :

ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا کہ جہاز ساحل سے دور لنگر انداز ہوا، جمعہ کا دن تھا تمام ساتھی حد درجہ مسرور تھے کہ جمعہ کی نماز مسجد الحرام میں پڑھی جائیگی، بے شمار بحری سفینے ساحل جدہ پر لنگر انداز تھے۔ سفینۃ الحجاج اور سفینۂ عرب پر پاکستانی جھنڈے اپنے ہم وطنوں کو سلامی دے رہے تھے۔ مختلف ممالک کے جہازوں سے سمندر میں ایک شہر آباد ہو گیا تھا، ہمارا جہاز ایک گھنٹہ تک کھڑا رہا ہم نے کیپٹن کو کہا کہ رصیف (پلیٹ فارم) پر جہاز لے جائیں اس نے بتایا کہ ابھی تک ہمیں اجازت نہیں ملی، کیپٹن نے ہمارے اصرار پر خطرہ کے الارم دینے کا حکم دیا چنانچہ وہ الارم بج گئے،

تھوڑی دیر بعد ایک لانچ میں پولیس کا ایک افسر اور دیگر حکام آئے، انکو جب جہاز میں قدم رکھنے کی جگہ نہ ملی اور ہجوم دیکھا تو غصہ میں آگئے، کیپٹن کو بلا کر کافی ڈانٹا اور کہا: لقد لعبت بالارواح آپ نے تو ان ارواح سے کھیلا ہے، اس چھوٹے جہاز میں اتنے نفوس، کیپٹن نے کہا مجھے اردنی حکومت نے مجبور کر دیا تھا، اتنے میں جہاز کا مالک بانشب آگیا، اس نے حکام کو راضی کرنے کی کوششیں کیں مگر بے سود ثابت ہوئیں، جہاز کے مالک کو جرمانہ کر دیا گیا ان کے جانے کے بعد ڈاکٹر آیا جو پاکستانی تھا، اس نے ہم سے دریافت کیا کہ آپ کے پاس "شهادة البراز" (پاخانے کے معائنے کا طبی سرٹیفکیٹ ہے) ہم نے کہا نہیں وہ چلا گیا ہم تمام دن جہاز میں رہے، خیال تھا کہ جمعہ کی نماز مسجد الحرام میں پڑھیں گے مگر ....

ع ہزاروں لغزشیں حائل ہیں لب تک جام آنے میں

شام کے وقت ہمیں جہاز سے اترنے کی اجازت ملی، سامان جہاز ہی میں چھوڑنے کا حکم ملا، اتر کر بسوں میں سوار ہوئے، دو میل دور ایک جگہ پر اتارا گیا، دیکھا تو صحرا میں شاندار کمرے ہیں، قیمتی پلنگ اور بسترے ہیں کسی نے کہا بہت شاندار حاجی کیمپ ہے، میں نے کہا یہ ہسپتال معلوم ہو رہا ہے، پوچھا تو جواب ملا: "هذا مستشفى السعودی (یہ سعودی ہسپتال ہے) آپ کو یہاں دو دن رہنا ہوگا تا کہ شهادة البراز آپ کو مل سکے، ایک گھنٹہ کے اندر اندر سترہ سو پاکستانیوں کو مختلف قسم کے کھانے پہنچا دیئے گئے، پھر ہر ایک کو ایک ڈبہ دیا گیا، چند منٹ بعد پاکستانی نرس آئی۔ اس نے ہر ایک کا نام پوچھا اور ڈبوں پر وہ نام لکھ لئے، ہم نے نرس سے دریافت کیا کہ یہ ڈبہ کس لئے ہے؟ اس نے ہنس کر جواب دیا کہ اس میں پاخانہ کر کے اپنے اپنے کمرے

کے ٹیبلوں میں رکھنا ہوگا، صبح یہ ڈبے ڈاکٹر کے ہاں معائنہ کے لیے جمع کیے جائیں گے، ہم اس وقت بڑے ڈاکٹر کے پاس گئے مگر وہ نہ ملے پھر ایک لیڈی ڈاکٹر آئی جو مصری تھی اس کو ہم نے سمجھایا کہ ان ڈبوں پر خدا ورسول کے نام ہیں کیونکہ کسی کا نام عبداللہ کسی کا عبدالرحمن، محمد شفیع وغیرہ ہے تو ان ڈبوں میں ٹٹی کرنا کتنی بے ادبی ہے، میں نے کہا: إن كان هذا أمر الله فأهلاً وسهلاً لأمر الله (اگر یہ اللہ کا فرمان ہے، تو بسر وچشم قبول ہے) وإن كان أمر رسول الله فأمره مطاع (اور اگر یہ رسول خدا کا حکم ہے تو ہم اس کے تابعدار ہیں) لیڈی ڈاکٹر نے کہا: هذا أمر أولي الأمر (یہ ارباب اقتدار کا فرمان ہے) بعض نے تو ناسمجھی میں اس حکم کی تعمیل کی اور سمجھداروں نے اس حکم کی خلاف ورزی اپنے لیے کامیابی سمجھی، مجبوراً دو دن وہاں رہنا پڑا۔ پیر کی شام کو تبلیغی جماعت کے دو ساتھی (جو شریک سفر تھے) ہمارے کمرے میں آئے اور فرمانے لگے کہ آج رات ہسپتال کی مسجد میں تمام ساتھیوں کو اکٹھا کرنے کا انتظام ہو چکا ہے، آپ آکر مسائل حج بیان کریں، میں نے کہا بہت خوب، اکثر احباب عشاء کی نماز کے لیے آئے اور نماز کے بعد تقریر کا آغاز اس شعر سے ہوا......

اجازت ہو تو آکر میں بھی شامل ان میں ہو جاؤں
سنا ہے کل تیرے در پر ہجوم عاشقاں ہوگا

پھر حسب استطاعت بیان ہوا، اللہ تعالی ان تبلیغی حضرات کو اپنی رحمت کے خزانوں سے جزائے خیر عطا فرماوے، ان کی شبانہ روز کوششوں سے ملت بیضا کی نشر واشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ پیر کے دن ظہر سے پہلے منٹی سے نجات ملی، مدینۃ الحجاج میں بسوں کے ذریعہ جاکر معلموں کی فیس ایک سو ریال ادا کی۔ ظہر کی نماز کے

بعد بسیں روانہ ہوئیں، جدہ سے مکہ معظمہ تقریباً پچاس کلومیٹر ہے، دوطرفہ سڑک ہے اور ہر ایک سڑک صاف، شفاف اور اتنی چوڑی ہے کہ چار بسیں بآسانی چل سکتی ہیں مگر ان دنوں بسوں، ٹرکوں اور ویگنوں اور کاروں کے دوطرفہ ہجوم کا تانتا بندھا ہوا تھا، ہر طرف سفید لباس میں ملبوس انسانوں کی ایک دنیا تھی، سب کی زبان پر لبیّك اللّٰھم لبیّك کے نعرے تھے۔ اللہ، اللہ! یہ سرزمین حجاز ہے یہاں وحی نازل ہوتی تھی، یہاں کا ذرہ ذرہ اسلام کی صداقت کی شہادت دے رہا ہے، احرام کی حالت میں اس بابرکت زمین میں جانا محض فضل ایزدی ہے۔

مکہ مکرمہ کے آثار :

جوں جوں مسافت طے ہوتی گئی، اشتیاق دید کی حرارت بڑھتی گئی ...... ے

وعدہ وصل چوں شود نزدیک　　　آتش شوق تیز تر گردد

وأقرب مایکون الشوق یوماً　　　إذا دنتِ الخیام إلی الخیام

ہم دارِ امن اور دارِ سلام کی طرف جارہے تھے جہاں سب کے لیے امن و سلامتی ہے حیوان ہو یا انسان تمام کے تمام مامون ومحفوظ ہیں، نہ یہاں قتل وغارت ہے، اور نہ ظلم وعدوان، نہ کسی جاندار کا شکار کیا جاتا ہے، اور نہ کسی درخت اور گھاس کو کاٹا جاتا ہے۔ یہ سرزمین مکہ، مدینہ اور بیت المقدس تمام روئے زمین پر مجد وشرف کی یادگار ہے، شمیسہ کے پاس یہ مینار حدودِ حرم کو زمین حل سے جدا کررہا ہے، حرم کی ان حدود کی نشاندہی انبیاء کے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمائی ہے۔ اور انہیں کی وہ دُعا ہے جو ہر سال ان دنوں میں اقطارِ عالم سے مسلمانوں کو مقناطیس کی طرح کھینچ لیتی ہے۔

ربّنا إنّی أسکنتُ من ذریتی بوادٍ غیرِ ذِی زرعٍ عند بیتك المحرّم ربّنا لیقیموا الصّلوة فاجعل أفئدةً من النّاس تهوی إلیهم وارزقهم من الثّمرات لعلّهم یشکرون۔ (سورہ ابراهیم ۳۷)

اے ہمارے پروردگار! میں نے اپنے اہل وعیال کو ایک چٹیل میدان میں بسایا ہے جو تیرے باعزت گھر کے قریب ہے تاکہ نماز کو قائم کریں، پس بعض لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل فرماوے اور ان کو پھلوں کی روزی عطا فرما تاکہ وہ آپ کا شکر وسپاس ادا کریں۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعلان کی صدائے بازگشت ہے جو ہر سال ان دنوں میں مسلمانوں کے دلوں میں بیت اللہ کی دید کے جذبات ابھار دیتی ہے اور لاکھوں انسان اقصائے عالم سے یہاں پہنچ جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ نے ایک اونچے پہاڑ پر کھڑے ہوکر یہ اعلان فرمایا تھا:

وأذّن فی النّاس بالحجّ یأتوك رجالاً وعلیٰ کل ضامرٍ یأتین من کل فجٍّ عمیق (الحج ۲۷) اور لوگوں میں حج کا اعلان کردیجئے تاکہ وہ دور دراز راستوں سے تیرے پاس پیادہ اور دبلے اونٹوں پر سوار ہوکر حاضر ہوں۔

حرم میں داخلہ :

اس کے بعد ہم حرم میں داخل ہوئے، وہ حرم جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کرکے محبوب ومحترم بنادیا ہے، حالانکہ تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے مگر اپنی طرف نسبت کرنے سے منسوب کی عظمت کیطرف اشارہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو ان کلمات کے کہنے پر مامور فرمایا قرآن مجید میں ہے: إنّما أمرتُ أن أعبد ربّ هذه البلدةِ الذی حرّمها وله کلّ شئی وأمرتُ أن أکون

من المسلمین۔ مجھے حکم دیا گیا کہ اس شہر کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے
محترم بنادیا اور ہر چیز اسکی ہے اور یہ کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں۔

حدودِ حرم کی دُعائیں :

حرم کی حدود میں داخل ہوتے ہوئے زائرین کی زبانوں پر یہ کلمات تھے:

اللّٰھم أن ھذا الحرم حرمك والبلد بلدك والأمن أمنك والعبد عبدُك جئتُك
من بلادٍ بعیدۃٍ بذنوبٍ کثیرۃٍ و أعمالٍ سیئۃٍ أسئلُك مسألۃ المضطرّین
إلیك المشفقین من عذابك أن تستقبلنی بمحضِ عفوِك وأن تدخلنی فی
فسیح جنّتك جنّۃ النّعیم۔ اللّٰھم ھذا حرمك وأمنك فحرّم لحمی ودمی
وشعری وبشری علی النّار وآمنّی من عذابك یوم تبعث عبادك۔

اے اللہ یہ تیرا ہی حرم ہے اور تیرا ہی شہر ہے اور تیرا ہی امن ہے، میں تیرا
ہی بندہ ہوں، اے ہمارے مولا! ہم دوردراز شہروں سے گناہوں کے بوجھ لادے
ہوئے تمہاری رحمت ومغفرت کی امید پر حاضر ہوئے ہیں، انتہائی تضرع کیساتھ تم
ہی سے مانگ رہے ہیں، تمہارے عذاب سے خائف وترساں ہیں، اپنی خالص
بخشش سے ہمیں اپنی وسیع جنتوں میں داخل فرمائے خدا! یہ تیرا حرم اور امن ہے
ہمارے گوشت پوست، خون بال دوزخ کی آگ سے بچا اور ہمیں قیامت کے دن
اپنے عذاب سے بچا۔

حج کی باتیں :

گزشتہ سے پیوستہ: مکہ مکرمہ کے مقدس شہر کی آبادی پر نظر پڑتے ہی یہ دُعا

وردِ زبان ہوئی : اللھم اجعل لی بھا قراراً وارزقنی فیھا رزقاً حلالاً اے خدا! مجھے اس شہر میں سکون اور رزق حلال عطا فرما۔

تھوڑی دیر بعد مسجد حرام کے پیارے بلند وبالا مینار نظر آئے۔ بے تابانہ نگاہیں میناروں کی طرف اٹھیں آنکھوں کے سامنے پرشکوہ بابرکت مینار اور کانوں سے مسجد الحرام کے میناروں سے عصر کی پیاری اذان سن رہے تھے............

اکنوں کرا دماغ کہ پرسد ز باغبان

بلبل چہ گفت و گل چہ شنید وصبا چہ کرد

کنڈیکٹر نے بس کا دروازہ بند کیا ہوا ہے کسی کو اترنے کی اجازت نہیں، بسوں، کاروں اور پیدل چلنے والوں کے لیے بے پناہ ہجوم کے باعث ہماری بس نے چند فرلانگ کی مسافت دو گھنٹہ میں طے کی۔ محلہ جیاد میں اتر کر "سراج قصاص" معلم کے مکان میں اپنا سامان رکھ دیا، وضو کر کے مسجد الحرام روانہ ہوئے، یہ جنت کی زمین ،فرشتوں کا شہر، معطر نورانی فضا، روح پرور اور ایمان افزا ماحول، وحی الہٰی کا جائے نزول، رحمت کائنات ﷺ کا مولد ومسکن، مسلمانانِ عالم کا قبلہ، ام القریٰ ، بکۃ مکہ، عروض البلاد، مذہب اسلام کی عظمت وشوکت کی عظیم الشان یادگار، حضرت ابراہم واسماعیل علیھما الصلواۃ والتسلیمات کی فرددگاہ ،اور ہم جیسے سیہ کاروں کی حاضری اور ورود قدم فرطِ محبت سے لرز رہے ہیں اور دل وفورِ شوق سے امنڈ رہا ہے، کسی نے کہا وہ سامنے کعبۃ اللہ ہے

اَللّٰھم زد بیتک ھذا تشریفاً وتکریماً وتعظیماً ومھابۃً ورفعۃ وبراً

خداوندا ! اس مقدس گھر کی شرافت وکرامت تعظیم وجلال میں اضافہ

فرمایا.......

کعبہ سنتے ہیں کہ گھر ہے بڑے داتا کا ریاض
زندگی ہو تو فقیروں کا بھی پھیرا ہوگا

اللہ اکبر! یہ لحہ طیبہ زندگی کے تمام لمحات وساعات میں کتنا مبارک اور باسعادت ہے جس میں کئی سالوں کی طویل ومدید اشتیاق وتمنا کے بعد بیت اللہ جلیل کے انوار وتجلیات پر آشکبار آنکھوں کی نگاہیں پڑیں، روح بے پناہ خوشی سے جھوم رہی ہے ....

نازم بچشم خویش کہ جمالِ تودیدہ است
افتم بہ پائے خویش کہ بکویت رسیدہ است

جمال وجلال کعبہ نے سفر کے تمام تھکاوٹوں کو راحت وسرور میں تبدیل کردیا، قدرت کے کرشمے ہیں جس جگہ کی آستان بوسی شہنشاہان جہاں اور تاجدارانِ دنیا ہر دور اور ہر زمانہ میں اپنے لیے باعث سرفرازی وسعادت سمجھتے رہے ہیں ہم جیسے فقیروں کو بھی اس مقدس گھر کے در تک رسائی نصیب ہوئی ....

جذبِ دل نے آج کوئے یار میں پہنچادیا
جیتے جی گلشن جنت میں داخل کردیا
ڈھونڈتے ڈھونڈتے جاپہنچے ہم اس گھر کے تلک
دل گم گشتہ میرے حق میں تو رہبر نکلا

اللہ اللہ! یہ آنکھیں بھی اس قابل ہوئیں کہ جمال کعبہ کی دید سے شرف اندوز ہورہی ہیں ابھی ہم نئے تعمیر شدہ برآمدوں میں سے بیت اللہ شریف کی طرف جارہے

ہیں کہ نماز عشاء کے لیے اقامت شروع ہوگئی۔یہ ہماری اولین نماز ہے کہ عین قبلہ ہمارے سامنے ہے جو قبلہ کی طرف دن میں پانچوں وقت ہزاروں میل دور سے رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔آج اسی کے سامنے کھڑے ہیں۔

حضرت عمرؓ ایک دفعہ خانہ کعبہ کی آغوش میں نماز پڑھاتے وقت لِاِیْلٰفِ قریش کی سورت تلاوت فرمارہے تھے۔فلیعبدوا ربّ ھذ االبیت پڑھتے ہوئے بے اختیار اس مبارک گھر کی طرف انگلی سے اشارہ فرما گئے۔

نماز سے فراغت کے بعد دوگانہ شکریہ ادا کیا ....

بے خودی شوق کی اورعرض تمنا ان سے
نہیں معلوم کہ منہ سے میرے کیا کیا نکلا
نالہ کرلینے دیں لِلّٰہ نہ چھیڑیں احباب
ضبط کرتا ہوں تو تکلیف سوا ہوتی ہے

یا اکرم الاکرمین یارَبّ البیت العتیق اپنے گھر سے تمہارے سراپا یمن و برکت مقدس گھر تک کتنے حجاب اور موانع کے طبقات تھے جو رفتہ رفتہ رفع ہوتے رہے،دوری کے وہ حجابات ختم ہو گئے ہیں،اب تو خانہ کعبہ سامنے ہے،یہ باب السلام ہے اور یہ چاہ زمزم،سامنے مقام ابراہیمؑ اور بیت الجلیل،جس کے اردگرد سفید پوش حجاج کرام طواف کر رہے ہیں اور اس کے کونہ میں یہ ہجوم حجر اسود کو بوسہ دینے کے لیے جمع ہے۔

حضرت شیخ حافظ الحدیث درخواستی صاحبؒ کی بات یاد آئی،"قدم ہوں مسجد حرام میں اور نگاہیں خانہ کعبہ پر تو تمام الجھنیں دور ہو جاتی ہیں،اور قدم ہوں مسجد

نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں، نگاہیں گنبد خضراء پر تو روایات واحادیث کے اشکالات رفع ہو جاتے ہیں"۔ساتھی نے کہا باب السلام (باب بنی شیبہ) کی طرف سے آکر حجر اسود کو بوسہ دینے سے طواف شروع کریں گے، تلبیہ پڑھتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہو" کیونکہ زائر حرم کی دعا (جب اس کی اولین نگاہیں خانہ کعبہ پر پڑ رہی ہوں، مقبول ومستجاب ہیں"۔ باب السلام سے داخل ہوتے وقت مسنون دعا بسم اللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ پڑھتے ہوئے آگے بڑھے، اسی اثناء میں وہ دُعائیں پڑھنی چاہئیں جو رسائل حج میں درج ہیں۔الحمدللہ کہ "حجر اسود" کا بوسہ بآسانی نصیب ہوا یہاں کسی کو دھکیلنے کی اجازت نہیں ہمارے ہونٹوں کی بلند بختی کا کیا کہنا کہ "حجر اسود" کی تقبیل سے لطف اندوز ہوئے۔

حجر اسود :

"حجر" کے معنی پتھر اور "اسود" کے معنی ہیں کالا، اس کالے پتھر کا رنگ عقیق سیاہ کی طرح ہے، اس کا مکمل دور دو فٹ یا کم وبیش ہے۔یہ پتھر بیت اللہ کے جانب مشرق وجنوب کے گوشہ میں باہر کی طرف دیوار میں ایک گز کی بلندی پر جڑا ہوا ہے، اس کے متفرق ٹکڑوں کو چاندی کے خول میں یکجا جمع کردیا گیا ہے، کہتے ہیں کہ یہ چاندی کا خول عبداللہ ابن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے ہاتھوں کا لگا ہوا ہے جبکہ ۶۴ھ میں حصین ابن نمیر نے یزید بن معاویہؓ کے حکم پر مکہ معظمہ پر فوج کشی کی اور "ابی قبیس" پہاڑی پر مجانیق نصب کر کے پتھر برسائے تو منجنیق کی سنگ باری سے حجر اسود کئی ٹکڑے ہوا، ابن زبیرؓ نے ان ٹکڑوں کو چاندی کے حلقہ میں جمع کر دیا، یہ پتھر حضرت "ابراہیم علیہ السلام کے مبارک ہاتھ سے نصب شدہ ہے اس لیے متبرک ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اسے بوسہ دیا ہے، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین ومفسرین، محدثین اور ہر قرن کے اولیاء اللہ اور صلحائے امت نے اس کو بوسہ دیا ہے اور قیامت تک زائرین حرم اسے بوسہ دیتے رہیں گے، کتنی خوشی اور بلند بختی ہے اور بلند اقبالی ہے کہ انبیاء کرامؑ اور صحابہؓ وتابعینؒ کی بوسہ گاہ کو بوسہ دیا جائے جو در حقیقت ان کے مطہر و مقدس ہونٹوں کو بوسہ دینے کے مترادف ہے۔

عن ابن عباسؓ قال رسول اللہ ﷺ: لمّا نزل من السماء الحجر الأسود، کان أبیض من اللبن سوّدته خطایا بنی آدم۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ''حجر اسود'' دودھ سے زیادہ سفید تھا جبکہ اسے آسمان سے اتارا گیا تھا، بنی آدم کے گناہوں نے اسے سیاہ کر ڈالا۔عن ابن عمرؓ أنّ الحجر الأسود والمقام الأبراھیمی یاقوتتان من الجنة۔ ابن عمر سے مروی ہے کہ ''حجر اسود'' اور ''مقام ابراہیمی'' دونوں جنتی یاقوت ہیں۔

قاضی عیاض فرماتے ہیں: انّ النبیّ ﷺ قال: من دعا عند الحجر الأسود استجاب اللہ دُعاءہ۔

حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے جو شخص بھی حجر اسود کے آغوش میں اللہ تعالیٰ سے مانگے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو قبول فرمائے گا۔

یہ بھی منقول ہے کہ یہ پتھر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا دست راست ہے اپنے بندوں سے اس کی وساطت سے مصافحہ فرماتے ہیں، حضرت عمرؓ نے اس پتھر کو بوسہ دیتے وقت فرمایا تھا:

واللہ إنی أعلم أنك حجر لاتنفع ولاتضر لولم یقبلك النبی ﷺ لما قبلتك ۔ خدا کی قسم مجھے معلوم ہے کہ آپ ایک سیاہ پتھر ہیں نہ کسی کو نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان اگر حضور اکرم ﷺ آپ کو بوسہ نہ دیتے تو آج میں بھی آپ کا بوسہ نہ لیتا۔ "إتحاف السعادة" میں حضرت علیؓ سے منقول ہے۔إنه ینفع ویضر کہ یہ پتھر نفع ونقصان کا ذریعہ ہے، درحقیقت حضرت عمرؓ نے مشرکین عرب کے غلط عقائد کی اصلاح کے باعث فرمایا تھا کہ یہ پتھر اس لیے نہیں چوما جاتا کہ یہ بذات خود کسی کو نفع پہنچانے والا یا نقصان دہ ہے، بلکہ حضور ﷺ کی پیروی مطلوب ہے، اور حضرت علیؓ کے فرمان کا یہ مقصد ہے۔ کہ اس کو بوسہ دینے اور اس کے پاس دُعا کرنے سے رب البیت برکات وعنایات نازل فرماتے ہیں

شیخ طرسوس رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اس پتھر کی یہ خاصیت ہے کہ آگ کی حرارت اس پر کبھی اثر انداز نہیں ہوسکتی، اس کو اگر کئی دن آگ میں رکھا جائے، یہ ٹھنڈا رہے گا اور اگر اس کو پانی میں ڈالیں تو لکڑی کی طرح پانی کی سطح پر تیرتا رہے گا اور کبھی نہیں ڈوبے گا۔

عن ابن عباسؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ: فی الحجر واللہ لیبعثنه اللہ یوم القیامة له عینان یبصر بهما ولسان ینطق به یشهد علی من استلمه بحق۔(رواہ الترمذی)

ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس پتھر کے بارے میں فرمایا، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اس پتھر کو قیامت کے دن اٹھالے گا جبکہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جسکے ذریعہ ان خوش قسمت لوگوں کے

بارے میں گواہی دے گا، جنہوں نے خلوص وصداقت سے اسکے بوسہ لئے ہیں۔

طواف :

حجر اسود کے سامنے کھڑے ہوکر طواف کی نیت کے بعد دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر بسم اللہ اللہ اکبر وللہ الحمد پڑھ کر اس کو بوسہ دینے کے لیے آگے بڑھیں اگر بوسہ ممکن نہ ہوتو دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھ کر ہاتھوں کو چوم لینا چاہیے اگر دونوں ہاتھوں کا رکھنا مشکل ہوتو صرف دایاں ہاتھ رکھ دیں اور اگر ہجوم زیادہ ہوتو پھر کسی کو دھکیلنے کی ضرورت نہیں دور سے اشارہ کر کے اپنے ہاتھوں کو چوم لینا چاہیے، ہماری خوش قسمتی ہے کہ مطاف میں بالکل ہجوم نہ تھا اکثر حاجی منیٰ کو چلے گئے، کل عرفہ کا دن ہے، ہمیں ہر شوط میں حجر اسود کا بوسہ نصیب ہورہا تھا، ہم جیسے دیر سے پہنچنے والوں کی قلیل تعداد رہ گئی ہے۔

مناسک حج کی کتابوں میں ہر شوط کی علیحدہ دُعائیں درج ہیں، اگر کتاب سے دُعائیں پڑھیں یا یاد سے دونوں بہتر ہیں، اور اگر قرآن مجید کی کچھ سورتیں یاد ہیں تو ان کی تلاوت بھی افضل ہے۔ اگر دعائیں یاد نہیں تو ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃً و فی الآخرۃ حسنۃً وقنا عذاب النّار کی دُعا پڑھیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللّٰہِ العلی العظیم پڑھیں۔ امام زین العابدینؑ جب آدھی رات کے وقت یہاں پہنچے تھے تو انہوں نے طواف کرتے ہوئے یہ دُعائیہ اشعار پڑھے تھے ......

یا من یُجیبُ دُعا المضطرّ فی الظُّلَمِ

یا کاشفَ الضُّرِ والبلویٰ مع السّقمِ

اے میرے مولا! جو تاریکیوں میں پریشان حال کی دُعائیں قبول فرماتا ہے

اور ہر تکلیف ومصیبت اور بیماریوں کو دور فرماتا ہے۔

قد نام وفدُكَ حَوْلَ البيتِ وانتبهوا

وعين جودِكَ یامولایَ لم تنم

آپ کے مہمان خانہ کعبہ کے اردگرد سوئے ہوئے ہیں اور کچھ بیدار ہیں مگر اے مولا! آپ کی چشم سخا کبھی نہیں سوتی۔

إنْ كانَ عفوكَ لا يرجُوهُ ذُوخطأٍ

فمَن يجُودُعلى العاَصِين بالنِّعَم

اگر تیرے بخشش وکرم کی امید خطاوار نہ رکھیں، بھلا کون گنہگاروں کو نعمت درگزر سے نوازے گا۔

هَبْ لی بجودِكَ فَضل العفوِعن زَلَلِ

يَامَن إليه رَجاء الخَلق في الحَرَم

اپنے جودوکرم سے میرے گناہوں اور لغزشوں کو معاف فرما، تمام مخلوق کی امیدیں تیرے حرم پاک سے وابستہ ہیں۔ (بعض اکابر یہ اشعار شیخ اکبرعربی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

حطیم رکن یمانی :

پہلے تین چکروں میں ''رمل'' (مونڈوں کو ہلاتے ہوئے تیز قدم چلنے کو رمل کہتے ہیں۔باقی چار چکروں میں اپنی چال چلنا چاہیے۔ ''حطیم'' دیکھا رکن یمانی کا استلام نصیب ہوا، احرام کے کپڑے اور جسم کے ظاہری اعضاء ''ملتزم'' کے التزام سے مسعود ومحظوظ ہوئے ''باب الکعبۃ'' (کعبہ کا دروازہ) اور ''حجراسود'' کے

درمیان جگہ کو "ملتزم" کہتے ہیں۔ یہاں انتہائی تواضع وانکساری کے ساتھ رب البیت سے اپنے لئے اور اپنے والدین واقارب، اساتذہ ومشائخ، غرض تمام متعلقین وجملہ اہل اسلام کے لیے دُعائیں مانگنی چاہئیں۔ وَمَنْ دَقَّ بَابَ کَرِیْمٍ فُتِحَ "جو سخی کے دروازے کو کھٹکھٹائے گا وہ مقصود پاکر جائے گا۔ اکرم الأکرمین کے بارگاہ قدس میں لجاجت وانتہائی عاجزی کے ساتھ جو دُعا بھی مانگیں اسے شرف قبولیت نصیب ہوگی۔

مقام ابراہیم :

ملتزم کے پاس دُعا کرکے "مقام ابراہیم" میں دو رکعت پڑھ لیں۔ مقام ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہوکر خانہ کعبہ کی تعمیر فرمائی تھی۔ اب یہ پتھر ایک آہنی جالی دار کمرہ میں محصور ہے۔ حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ سے دوران درس میں یہ بات ہم نے سنی تھی "کہ پہلی بار جب میں حج کے لیے گیا تو "مقام" والے پتھر کو میں نے دیکھا، اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک قدموں کا نشان تھا، آدھی رات کو میں طواف سے فارغ ہوا تو ایک شخص نے مجھے بلایا میں اس کے پاس پہنچا تو اس نے زمزم کا پانی قدمین میں ڈالا اور مجھے فرمانے لگے کہ اس پانی کو نوش فرمائیں۔ میں نے زمزم کا پانی قدمین سے پی لیا، بحمداللہ یہ سعادت مجھے حاصل ہوئی ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ "مطاف" کو وسیع کرنے کے منصوبہ میں اس پتھر کو بلوری شیشہ کے اندر رکھ کر اوپر کی عمارت کو ہٹادیا جائے گا، ان کی آہنی جالیوں میں بعض سادہ لوح زائرین اللہ تعالیٰ کے نام خطوط لکھ کر ڈال دیتے ہیں، بعض نے اشرفیاں، ریال ریال، سونے، چاندی کے زیورات اور بعض نے تو اپنے فوٹو بھی یہاں ڈال دیے ہیں۔ (ماہنامہ الحق مارچ ۱۹۶۸)

مقام ابراہیم میں دوگانہ اور دُعا کے بعد چاہ زمزم کی طرف روانہ ہوئے۔
خدا کرے کہ زمزم کی شراب جسمانی وروحانی طہارت وتزکیہ کا باعث ہو۔قبلہ رخ ہوکر اس کا پینا مسنون ہے،زمزم جو آجکل کنوئیں کی شکل میں موجود ہے،یہ آج سے چار ہزار سال قبل حضرت اسماعیلؑ کے عہد طفولیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور رحمت خاصہ سے حضرت اسماعیلؑ کی شدت پیاس بجھانے کے لیے چشمہ کی صورت میں نمودار فرمایا تھا،اب یہ چشمہ زمین دوز تہہ خانے کے اندر کنوئیں کی شکل میں موجود ہے،زمزم کا یہ کنواں خانہ کعبہ سے تقریباً چالیس گز کی مسافت پر بجانب مشرق وجنوب حجرِ اسود کے بالمقابل واقع ہے،مردوں کے لیے علیحدہ جگہ اور عورتوں کے لیے علیحدہ جگہ متعین ہے،سیڑھیوں سے نیچے اترنے کا انتظام ہے۔اب اس میں تین واٹر پمپ لگائے گئے ہیں،ہجوم نہ ہونے کے وقت ڈول سے بھی پانی نکالنے کا انتظام ہے،زیادہ ہجوم کے وقت پولیس وہ آہنی جالیدار دروازہ بند کردیتی ہے،جو کنوئیں کے پاس لگایا گیا ہے،دروازہ سے باہر متعدد ٹوٹیاں لگی ہوئی ہیں ان سے بآسانی سیرابی میسر ہوتی ہے۔حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے : خیر ماءٍ علی وجه الأرض ماء زمزم فيه طعام الطُعِم وشفاء السُقمِ (تمام روئے زمین پر بہتر پانی زمزم ہی کا ہے جس میں غذائیت اور شفاء ہے۔آب زمزم کو پیٹ بھر کر پینا چاہیے اور اس وقت دین ودنیا وآخرت کی عافیت وسلامتی کی دعا کرنی چاہیے،جیسا کہ صادق ومصدوق علیہ التسلیمات نے فرمایا ہے فهولما شُرب له" یہ پانی ہر اس غرض کو پورا کرتا ہے جس کے لیے نوش کیا جائے،عبداللہ ابن عباسؓ نے آب زمزم پیا تو یہ دُعا فرمائی اللّٰھم إنیّ أسألك علما نافعاً (اے میرے مولا! مجھے نفع رساں علم عطا

فرما) ورزقًا واسعًا وشفاءً من کل داءٍ (میرے رزق میں فراخی نصیب فرما اور ہر بیماری سے شفاء عطا فرما)

اس پانی کو جتنا بھی پیا جائے فائدہ ہی فائدہ ہے، پیٹ بھر کر پیا جائے اور ہر سانس پر بیت اللہ کی طرف نگاہ اٹھائی جائے، آجکل تو تہ خانہ میں خانہ کعبہ نظر نہیں آتا، خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنا کافی ہے، بعض حضرات پانی کو برتن میں ڈال کر اوپر چڑھ جاتے ہیں، اور خانہ کعبہ کو نگاہ کیئے ہوئے آب زمزم نوش فرماتے ہیں، بچا ہوا پانی اپنے چہرہ، سر اور جسم کے اعضاء پر مل لینا چاہیے۔

دار قطنی میں ابن عباسؓ کی ایک روایت کا خلاصہ یہ ہے "زمزم کا پانی جس غرض کے لیے پیا جائے وہی غرض پوری کرتا ہے، اگر آپ شفا یابی کے لیے نوش کریں تو اللہ تعالیٰ آپ کو تندرستی وصحت عطا فرماوے گا، اگر بغرض غذائیت استعمال کریں تو خداوند تعالیٰ آپ کو سیر کردے گا اور اگر پیاس بجھانے کی غرض سے پئیں تو اللہ تعالیٰ پیاس دور کردے گا۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی وارد ہے "اور اگر اس کو اس نیت سے پئیں کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ نصیب ہو تو یقیناً اس کی پناہ نصیب ہوگی۔

صحیح مسلم میں حضرت ابوذر غفاریؓ سے مروی ہے کہ "جب وہ نبوت کی خبر سن کر مکہ مکرمہ اسلام لانے کی نیت وغرض سے حاضر ہوا تو مجھے مکمل مہینہ آنحضرت ﷺ کی زیارت کا موقعہ نہ مل سکا، چونکہ اپنے ساتھ توشہ خوراک نہیں لایا تھا، اس لیے تمام مہینہ آب زمزم پینے سے غذائیت حاصل کرتا رہا۔ ابوذرؓ فرماتے ہیں: میں موٹا ہوگیا میں اپنے جگر میں بھوک کی وجہ سے کمزوری کا کوئی اثر محسوس نہیں کرتا تھا، جب رحمت کائنات ﷺ نے ابوذر غفاریؓ کا یہ سارا بیان سن لیا تو فرمایا: کہ "آب زمزم میں

برکت ہے، اس میں غذائیت ہے جو پینے والے کو سیر کرتی ہے، حضور ﷺ کو آب زمزم اتنا مرغوب و محبوب تھا کہ فتح مکہ کے بعد جب حضور ﷺ واپس مدینہ پہنچ گئے تو مکہ میں اپنے مقرر کردہ خطیب سہیل بن عمرؓ نے آب زمزم سے دو مشکیزے بھر کر اونٹ پر لادے اور قاصد کے ذریعہ مدینہ منورہ بھیج دیئے۔ سنت نبوی ﷺ پر عمل کرنے کی خاطر ہر سال لاکھوں ٹن پانی لاکھوں حجاج کرام کے ذریعہ دنیا کے مختلف گوشوں تک پہنچایا جاتا ہے، اس پانی کی یہ خاصیت ہے کہ طویل عرصہ گزرنے کے باوجود اس کے ذائقہ میں تلخی، بدبو اور بدمزگی پیدا نہیں ہوتی۔

آب زمزم پیٹ بھر کر پینے کے بعد صفا کی طرف سعی کی نیت سے روانہ ہوئے "باب الصفاء" سے نکلے، زبان پر أبدءُ بما بدءَ اللہ بہ۔ إنّ الصفاء والمروۃَ من شعائر اللہ (میں اس جگہ سے سعی کا آغاز کرتا ہوں جس جگہ کو اللہ تعالیٰ نے مقدم ذکر فرمایا ہے)

شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا وَ مَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ۝ (بقرہ: ۱۵۸) خداوند کریم کا ارشاد ہے: یقیناً صفا اور مروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں پس جو کوئی حج بیت اللہ کرے یا عمرہ، تو اس کو ان دونوں جگہ کے درمیان طواف کرنا چاہیے، اور جو کوئی نفلی نیکیاں کرے تو اللہ تعالیٰ نیکیوں کا بدلہ دینے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

اب صفا پہاڑی کا معمولی حصہ باقی رہ گیا ہے، اکثر حصہ تراشا گیا ہے، ان پہاڑی پتھروں پر یا اس کے نیچے جگہ میں کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنا چاہیے، دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہوئے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر دعا مانگنی

چاہیے۔ یہاں حضرت ہاجرہؓ پانی کی تلاش میں اس وقت آئی تھیں جبکہ آپؓ کا نورِ نظر لختِ جگر، شیر خوار بچہ اسماعیل علیہ السلام شدت پیاس سے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا، تو اس کی ممتا بھری ماں اپنے لاڈلے اکلوتے بچے کی جان بچانے کی خاطر صفا پہاڑی کی طرف دوڑی تاکہ اس اونچی جگہ سے کہیں پانی کا سراغ مل سکے، اس نے جب چاروں طرف نظر دوڑائی تو پانی کا سراغ نہ ملا اور نہ کوئی جاندار حدِ نگاہ تک نظر آیا۔ صفا سے مروہ کی طرف روانہ ہوئی، شاید وہاں سے کوئی پانی کا نشان مل سکے، وہاں بھی ماسوائے سنسان، لق و دق صحراؤں کے اور کچھ نظر نہ آیا دریائے نیل کے سرسبز و شاداب کنارے میں پیدا شدہ خاتون اور قریہ حبرون علاقہ شام کے سرد ترین مقامات میں رہائش پذیر ہاجرہؓ اور سرزمین حجاز کی بے آب و گیاہ پہاڑی علاقہ، ریت کے ڈھیر، خاموش فضا میں ہمہ گیر تنہائی کا عالم، عجب دلخراش منظر تھا، سیاہ پہاڑوں کی آغوش میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیویؓ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ محترمہؓ حضرت ہاجرہؓ سات مرتبہ پانی کی تلاش میں دوڑی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ہاجرہؓ کے اسی واقعہ کی یادگار و تذکرہ میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی جاتی ہے۔ إن الصفا والمروة کی آیت' آیات صبر کے بعد ذکر ہونے کی وجہ حضرات مفسرین یہ بتاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فضائل صبر بیان کرنے کے بعد طائفہ صابرین کی سیدہ اور سرتاج حضرت ہاجرہؓ کے مواقع صبر کو بیان فرمایا ہے، حضرت ہاجرہؓ کے تسلیم وانقیاد اور رضا برضائے مولیٰ پر صبر اللہ تعالیٰ کو اتنا محبوب ہوا کہ اس کی دوڑ کو قیامت تک حج اور عمرہ کرنے والوں پر لازم کر دیا اور "صفا مروہ" کو شعائر اللہ (خدا کی نشانیاں) کے لقب سے نوازا۔ حضرت ہاجرہؓ جب یاس و ناامیدی کے عالم میں مروہ سے اتر رہی

تھی، انہوں نے اسی اثناء میں ایک غیبی آواز سنی : من أنتِ، تم کون ہو؟ انا أُمُّ ولد ابراهیم هاجره میں حضرت ابراہیم علیہم السلام کے فرزند کی والدہ ہوں، میرا نام ہاجرہؓ ہے، حضرت ہاجرہؓ نے جواب دیا، ہاتف دوبارہ پوچھتا ہے الی من وکّلکما، حضرت ابراہیمؑ نے تمہیں اس سنسان وادی میں کس کے حوالہ کردیا ہے؟ حضرت ہاجرہؓ نے جواب دیا : و کلنا إلی اللّٰه انہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کے سپرد کیا ہے، فرشتے نے فرمایا: وکّلکما إلی کافٍ انہوں نے تو خدائے قادر وکافی کے سپرد چھوڑا ہے حضرت ہاجرہؓ جب لختِ جگر کے پاس پہنچیں تو کیا دیکھتی ہیں کہ زمین سے پانی پورے زور سے پھوٹ کر نکل رہا ہے۔ حضرت ہاجرہؓ نے چشمہ کے اردگرد منڈیر بنا کر جمع کردیا، حضور ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضرت ہاجرہؓ پانی کو روکنے کے لیے منڈیر نہ بناتیں تو آج یہ بہتا ہوا چشمہ ہوتا۔

حجاج کرام صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے وقت حضرت ہاجرہؓ کے صبر وتسلیم اور ہمت واستقلال کو پیش نظر رکھیں جبکہ اس نے حکمِ خداوندی کے پیش نظر صدہا مشقتیں برداشت کی تھیں، آج تو یہاں ہر قسم کی سہولت مہیا ہے چاروں طرف آبادی ہے صفا سے مروہ تک صاف شفاف راستہ ہے، اوپر لنٹر ہے اس وقت یہ چٹیل میدان اور پہاڑوں میں سنگلاخ راستہ تھا۔

صفا و مروہ کے درمیان سعی کرتے ہوئے جو دعا بھی آپ کریں، بہتر ہے اگر تلاوت قرآن کریم کرسکیں تو انسب ہے، سب سے مختصر اور جامع دعا یہ ہے، رَبِّ اغْفِر وَارْحَم و تجَاوز عمّا تعلم إنك تعلم ما لم نعلم إنّكَ أنت الأعزُّ الأکرم (اے پروردگار مجھے اپنی مغفرت ورحمت میں جگہ دے اور میرے گناہوں کو

معاف فرما، یقیناً تو ہی سب پر غالب اور سب سے زیادہ کرم فرما ہے)۔

صفا سے چل کر سبز ستون سے دوسرے سبز ستون تک ذرا دوڑ کر جانا چاہیے، مروہ پر چڑھ کر وہی عمل کرنا چاہیے، جو صفا پر کیا تھا، خانہ کعبہ کے ارد گرد طواف ہو، یا صفا مروہ کے درمیان سعی، یہ درحقیقت انبیاء کرامؑ، حضرات صحابہ کرامؓ وتابعین، شہداء وصلحاء کے نقوشِ اقدام پر چلنا ہے۔ سات دفعہ چلنے کو سعی کہتے ہیں اور صفا مروہ کے درمیان خطہ کو مسعیٰ، صفا سے آغاز کر کے مروہ پر ختم کیجئے، عمرہ کے طواف وسعی سے فارغ ہو کر حج کے لیے طواف شروع کیا۔ کیونکہ میں نے قران کی نیت کی تھی میرے ساتھی نے تمتع کی نیت کی تھی، سعی کے بعد اس کو سر منڈوانے کے لئے حلاق نہیں مل رہا تھا بمشکل کسی سے قینچی ملی اس کے بال ایک آدمی نے قینچی سے کاٹ لئے۔ تب اس نے حج کے لئے نیت کرلی۔ ہر شوط میں حجر اسود کا بوسہ نصیب ہوا، سعی سے فارغ ہو کر "منیٰ" جانے کے لیے مسعیٰ کی جانب نکلے، ہم نے شام کو صرف پانی سے روزہ افطار کیا، رات کا اکثر حصہ گزر گیا ہے۔ ہمیں بھوک کا قطعاً احساس تک نہیں۔ زمزم کے پانی نے سیر کردیا ہے، محض خانہ پوری کے طور پر کچھ کھانے کے لیے بازار گئے، مگر تمام بازار بند ہے صرف ایک ہوٹل کھلا ہوا ملا، کھانے کے متعلق دریافت کیا تو پتہ چلا کہ روٹی ہے مگر سالن نہیں، روٹی خرید لی، ٹیکسی میں بیٹھ کر منیٰ روانہ ہوئے، منیٰ جاتے وقت "فرزدق" اور "جریر" کا مکالمہ یاد آیا جو عقبۃ الاردن کے مشہور عالم شیخ معوض نے بتایا تھا۔

قال أبو عبيدة التقیٰ جرير والفرزدق وهما حاجان فقال فرزدق ......

فإنك لاقٍ بالمنازلِ من منیً   فخاراً فاخبرني بما أنتَ فاخر

اے جریر آپ منیٰ کی منزلوں میں جا کر مجد و شرف کے امور پر فخر کریں گے،

پس مجھے بتا دیجئے کہ آپ منیٰ میں کس چیز پر فخر کرنے والے ہیں۔

فقال جریر بلبیك اللّٰھم لبیك جریر نے جواب دیا کہ میں لبیك

اللّٰھم لبیك کے کلمات پر فخر کرنے والا ہوں۔

قال أبو عبیدۃ و کان أصحابنا یستحسنون ھذا الجواب من جریر

ویعجبون بہ۔ ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھی جریر کے اس جواب کو بہت پسند

کیا کرتے تھے۔

راستہ چونکہ خالی تھا، اس لیے ہم چار پانچ منٹ کے وقفہ میں پہنچے ''مسجد

خیف'' کے بڑے دروازے کے بالمقابل سڑک کے ایک کنارے فروکش ہوئے

ساتھیوں کو بٹھلا کر قریب کی ایک دوکان سے انناس کے مربّے کا ڈبہ خریدا، اسکے ساتھ

ہم نے روٹی کھائی، مکہ مکرمہ کی بابرکت روٹی اور مسجد خیف کی آغوش میں انناس کے

قتلوں سے کھانا عجب کیف کا باعث ہے۔ ساتھی تہجد پڑھ کر ذرا آرام کرنے کے لیے

لیٹ گئے، مسجد خیف میں نصب شدہ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ نشر شدہ موثر اذان نے ہمیں

جگایا الحمدللہ کہ منیٰ میں صبح کی یہ نماز باجماعت نصیب ہوئی سنت تو یہ ہے کہ منیٰ میں

پانچوں نمازیں (ترویہ کے ظہر سے لیکر عرفہ کی فجر تک) پڑھی جائیں، مگر بحکم قضائے

الٰہی ہم نے ظہر کی نماز جدہ کے مدینۃ الحجاج میں پڑھی، مغرب اور عشا کی نمازیں مکہ

مکرمہ میں۔ صرف یہ فجر کی نماز منیٰ میں نصیب ہوئی۔ الحمد للہ ما لا یدرك کلہ

لایترك کلہ۔ کچھ نہ کچھ تو میسر ہوا۔ (الحق مارچ ۱۹۶۸ء)

☆

مسجد حرام کی فضاؤں میں

منیٰ :

مکہ مکرمہ سے تین میل دور جانب مشرق دو پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع میدان ہے، جہاں ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے پیش فرمایا تھا۔ ابلیس ملعون نے وسوسہ ڈال کر ان کو اس ارادہ سے روکنے کی کوشش کی تو ابراہیم علیہ السلام نے ابلیس کو کنکریاں مار کر بھگایا تھا۔ اب بھی یہی ابراہیمی سنت جاری ہے، کنکریاں مارنے کو عربی میں "رمیُ الجمرات" کہتے ہیں سورج نکلنے کے بعد ہم عرفات روانہ ہوئے، آج پیر کا دن ہے، کل بروز منگل یوم النحر (قربانی کا دن) ہے منیٰ سے عرفہ تک موجودہ حکومت نے پانچ سڑکیں تعمیر کی ہیں، ہر ایک سڑک پر بسوں، ویگنیوں، ٹرکوں اور کاروں کا ہجوم سمندر کی طرح ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ منیٰ سے مزدلفہ جانب مشرق کو تقریباً تین میل اور مزدلفہ سے عرفات بھی اتنی مسافت پر بجانب مشرق واقع ہے، گویا منیٰ، مزدلفہ، عرفات تینوں ایک ہی لائن میں واقع ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ ہماری بس سب سے آگے جانیوالی بسوں کی قطار میں منسلک ہے، مگر آگے چل کر معلوم ہوا ہزاروں بسیں آگے نکل چکی ہیں، چھ میل کی یہ مسافت تقریباً ایک گھنٹہ میں طے ہوئی، مسجد نمرہ پہنچے تو دیکھا کہ وادی عرفات کا وسیع خطہ لاکھوں حجاج سے معمور تھا، بعد میں معلوم ہوا کہ آجکل کے مطوف

اپنی سہولت کی خاطر اپنے حجاج کو ۸ ذی الحجہ کو منیٰ میں ٹھہرنے نہیں دیتے، سیدھے عرفات پہنچاتے ہیں، کتنی افسوس کی بات ہے، کہ مطوفین حضرات اپنی آسانی کے لیے ہزاروں نفوس کو منیٰ میں ٹھہرنے کی سنت عظیمہ سے محروم کردیتے ہیں، مجبوری کا مسئلہ تو الگ ہے کہ انسان عرفہ کی صبح مکہ پہنچا تو وہ بجائے منیٰ اترنے کے سیدھا عرفات جائے گا۔

جبل رحمت :

جبل الرحمۃ (رحمت کی پہاڑی) سے آدھ میل دور ہماری بس رک گئی، اور ازدحام کی وجہ سے بسوں کا آگے جانا مشکل ہوگیا، بس سے اتر کر جبل الرحمۃ کیطرف پیدل روانہ ہوئے، جبل الرحمت کو جبل الدعاء بھی کہتے ہیں یہ ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے، اس پر یا اس کے قرب وجوار میں ٹھہرنا افضل ہے، خاص کر اس جگہ جہاں بڑے بڑے سیاہ پتھر ہیں، یہ جگہ رحمت کائنات ﷺ کے ٹھہرنے کی جگہ ہے، اگر یہاں جگہ نہ مل سکے تو جہاں بھی ٹھہرنا میسر ہو وہاں ٹھہر جائے، مگر عرفہ کے نشیب میں نہ ٹھہرے ہمیں جبل الرحمت کے ایک گوشہ میں بیٹھنے کی جگہ میسر ہوئی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا دریا موجزن ہے۔وظلّلنا علیکم الغمام کا منظر ہے بادلوں کے ٹھنڈے سایہ نے واقفین عرفہ (حجاج) کو معلموں کے سائبانوں سے بے نیاز کردیا ہے، موسم انتہائی خوشگوار ہے۔جبل الرحمۃ سے دیکھا تو چاروں طرف خیمے ہی خیمے نظر آرہے ہیں، سائبانوں، بسوں، ٹرکوں، کاروں اور انسانوں کی آبادی حدِ نگاہ تک پھیلی ہوئی ہے، وہ انسانی سمندر جو مسجد الحرام میں بحکم ایزدی سمٹ جاتا ہے یہاں اپنی شکل میں موجیں مار رہا ہے۔عرفات کا یہ دن ذکر واذکار، تلبیہ، تلاوت اور دُعاؤں میں بسر کرنا

چاہیے، مناسکِ حج کا لب لباب، محور اور نچوڑ آج کا دن ہے۔ اس دن خداوند کریم سات آسمانوں کے اوپر سے عرفات کے اس میدان میں جمع ہونے والوں کو محبت کی نگاہوں سے نوازتا ہے اور اپنے ان بندوں پر مباہات اور فخر کے طور پر فرشتوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:

هٰؤُلَآءِ عِبَادِیْ جَآءُوْا مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ شُعْثًا غُبْرًا أُشْهِدُكُمْ یَا مَلٰٓئِكَتِیْ أَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ۔ یہ میرے بندے پراگندہ بال غبار آلود حالت میں دور دراز سے میری رضامندی کی طلب میں آئے ہیں، اے میرے ملائکہ تمہیں گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے ان کو بخشش دیا۔ تسبیح وتہلیل اور اوراد ووظائف میں یہ لمحات بسر کرنے چاہئیں، کوشش کرنی چاہئے کہ ندامت وخجالت کے عالم میں آنسوؤں کے چند ایک قطرے بھی ٹپکیں جو نیک بختی کی علامت ہے اگر رونا نہ آئے تو رونے والے جیسی ہیئت اختیار کر لینی چاہیے۔ عرفات کے اس نورانی بقعہ میں رب العالمین کی شانِ کریمی کے کرم ہائے بے پایاں اور اس کی رحمتوں کی موسلا دھار بارشیں دید سے تعلق رکھتی ہے، نہ کہ شنید سے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان مقدس مقامات کی زیارت بارہا نصیب فرما دے۔

وادی عرفات کے وسیع خطہ میں کرہ ارضی کے ہر گوشہ سے آئے ہوئے لاکھوں انسانوں کی یہ آبادی میدان حشر کا نمونہ بتلا رہی ہے، یہ مختلف لغات اور بولیاں بولنے والے ایک ہی اللہ سے مانگ رہے ہیں، تمام روئے زمین سے جمع ہونے والوں نے ایک ہی وضع قطع کا لباس پہنا ہے۔ طریقہ عبادت سب کا ایک، مقصد وغایت میں سب مشترک، ہر ایک قرآنی زبان (عربی) بول رہا ہے، کسی کو معلم یا معلم

کا وکیل (ایجنٹ) دعائیں سکھا رہا ہے، کسی کے ہاتھ میں کتاب ہے، کوئی یاد سے مصروف دعا ہے، پسینہ اور خون کے اعتبار سے ان لوگوں میں ممتاز فرق ہے۔ان کی زبانیں مختلف، عمریں متفاوت، ثقافت وتہذیب جدا، طرز لباس ومعیشت میں متفرق کوئی عربی ہے تو کوئی عجمی، کوئی مشرقی بلاد سے آیا ہے، کوئی مغربی بلاد سے۔ پاکستانی افغانی، ہندی، ایرانی، ترکی، عراقی، شامی، مصری، الجزائری، اردنی، یمنی، حجازی ایشیائی افریقی، غرض ہر ملک اور ہر قوم کے سیاہ وسفید وسرخ وزرد، موٹے پتلے، لمبے قد والے اور چھوٹے قد والے، مرد، عورت، بچے بوڑھے، جوان، طرح طرح کے انسان یہاں آ کر ایک دوسرے کے بھائی بن گئے ہیں، ان میں باہمی انس والفت ہے۔آپس میں ایک دوسرے کی زبانوں سے نا آشنا، مگر ان کے دلوں میں باہمی محبت اور مودّت کے جذبات ہیں جو حرکات وسکنات سے اشاروں سے نمایاں ہیں۔ نہ ان کو اپنے بچے یاد ہیں، نہ گھر والے، گھر بار اور وطن سے دور، تجارت وملازمت سے بے فکر ایک ہی خدائے عزّ وجل کو راضی کرنے کے متلاشی ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کے آخری نبی خاتم الانبیاء ﷺ کی شفاعت کے متمنّی۔ انہوں نے ایک ہی لباس پہن کر وطنیت وقومیت کے بتوں کو پاش پاش کر دیا ہے۔

إنما المومنون إخوة (بیشک ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں)

ایک ہی نہج کے کپڑے، ایک ہی عمل، ایک ہی قول، (تکبیر وتہلیل اور تلبیہ) نے ان کو یک جسم ویکجان بنا دیا ہے، عرفات کا یہ میدان ہو، یا مزدلفہ کی رات، منیٰ کا ماحول ہو، یا مکہ کی آبادی، ہر جگہ یہی لباس، یہی عمل اور یہی قول، ان لوگوں پر حجت قاطع اور برہان ساطع ہے، جو وطنیت قومیت، نسبیات، وعصبیات کی آگ سلگا رہے ہیں، اور جاہلیت

کے مردہ دور کو دوبارہ زندہ کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ چاروں طرف واقفین کرام (حجاج) کی تضرع والحاح۔ آہ وبکا میں ڈوبے ہوئے اذکار واوراد استغفار وتلبیہ کا ایک عجیب دلکش منظر ہے۔ عرفہ کے دن زوال سے قبل غسل کرنا افضل ہے، آجکل پانی کی بہتات ہے، جابجا پانی کے نلکے موجود ہیں مسجد نمرہ میں ظہر کی نماز باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، ظہر کی نماز کے بعد فوراً امام کے پیچھے عصر کی نماز پڑھ لینی چاہیے، عرفہ کے دن عصر کی نماز ظہر کے وقت میں پڑھنا سنت نبویؐ ہے، مگر افسوس کہ ہم بعض کمزور اور بیمار ساتھیوں کی وجہ سے جبل رحمت سے نہ اتر سکے اور ظہر کی نماز اس پہاڑ پر پڑھ لی۔ عصر تک جبل الرحمۃ کی نورانی آغوش میں وقوف کیا، نیچے اترے تو چند چھوٹے بچے دیکھے جو حاجیوں کے دلوں کو اپنی موثر اور پیارے کلمات سے موم بنا رہے تھے، حاجیوں کے سامنے دست سوال دراز کر کے للہ للہ حجا بو بیت اللہ جیسے مقفی ومسجع کلمات پڑھ رہے تھے۔ سورج غروب ہوا تو حاجیوں کا بابرکت قافلہ مزدلفہ روانہ ہوا الحمدللہ وقوف بالعرفہ کا یہ اہم رکن حجاج کرام نے خوشگوار موسم میں ادا کیا، اس رکن کے لیے طہارت شرط نہیں، حیض ونفاس والی عورتیں بھی وقوف کریں گی، راستے میں مسجد نمرہ کے بالمقابل ایک چوک میں شاہ فیصل کا بھائی ٹریفک والے سپاہیوں کے ساتھ کھڑا دیکھا جو ٹریفک کی خدمات سرانجام دینے میں سپاہیوں کے دوش بدوش مصروف عمل تھا، شاہی خاندان کے کئی نوجوان موسم حج میں انتظامی امور پوری جانفشانی سے سرانجام دینے کو اپنا فرض اور موجب صد سعادت سمجھتے ہیں۔

پولیس احرام کے کپڑوں میں اپنے فرائض کی ادائیگی میں مصروف، ڈرائیور احرام کی دو چادروں میں ملبوس، ڈاکٹر وغیرہ عملہ ایام حج میں ایک طرف مناسک حج کی

ادائیگی میں مصروف نظر آتے ہیں تو دوسرے اوقات میں اپنے مشاغل و مصروفیات میں منہمک۔ سعودی حکومت کے انتظامات قابل تعریف ہیں۔ عرفات کا یہ میدان جہاں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا، آج جگہ جگہ قدم بقدم پانی کے نلکے اور ٹونٹیاں لگی ہوئی ہیں ہر جگہ پانی کی بہتات ہے گشتی شفا خانے جابجا کھڑے ہیں گمشدگان کو اپنے اپنے معلموں کے پاس پہنچانے کیلئے متعدد کمیٹیاں پوری توجہ کے ساتھ مصروف عمل ہیں۔

پانچوں سڑکیں مشینی قافلوں کی قطاروں سے معمور ہیں، اور پیدل جانے والے قافلے کئی فرلانگ کی چوڑائی میں پھیلے ہوئے جارہے ہیں ان قطاروں کی لمبائی تین میل ہے پہلے نکلنے والے اگر مزدلفہ پہنچ گئے ہیں، تو ہزاروں کی تعداد وادی عرفات کی حدود سے اب تک ہجوم کی وجہ سے نہیں نکلے، لاکھوں نفوس کے قدموں کی وجہ سے گردوغبار کے بادل چھائے ہوئے ہیں۔ عرفات سے مزدلفہ کو پیدل چلنے میں جو لطف محسوس ہورہا ہے، وہ بسوں اور کاروں میں جانے سے میسر نہیں ہر ایک جماعت کا مخصوص نشان ہے تاکہ ساتھی اس نشان کو دیکھ کر اپنی جماعت کو بآسانی پہچان سکے، کسی نے لاٹھی کے سر میں لالٹین اٹھا رکھی ہے کسی نے کلہاڑی، کسی نے تلوار، کسی نے سرخ قسم کا جھنڈا، کسی نے سیاہ رنگ کا جھنڈا، مختلف رنگ کے جھنڈے اور نشانات نظر آرہے ہین، ان نشانیوں کے باوجود ہزاروں کی تعداد میں ساتھی اپنے ساتھیوں کی تلاش میں ہیں، ہم تین ساتھیوں نے تو پہلے سے یہ مشورہ کرلیا ہے کہ اگر ہم میں سے کوئی ساتھی گم ہوگیا تو وہ ساتھیوں کی تلاش میں اپنے قیمتی وقت کو ضائع نہ کرے، ملاقات مکہ مکرمہ میں معلم کے ہاں ہوگی۔ راستہ میں "رمی الجمرات" کے

لیے ستر کنکریاں جمع کر کے احرام کی چادر کے ایک کونے میں باندھ لیں۔

مزدلفہ :

مزدلفہ پہنچ کر "مشعر حرام" کے قریب فروکش ہوئے، ربّ العالمین کے جزیل اکرام وعطا نے بندوں کو اس خطاب سے نوازا ہے۔ فاذا أفضتم من عرفات فاذکروا اللہ عند المشعر الحرام واذکروہ کما ھداکم وان کنتم من قبلہ لمن الضالین۔ جب تم عرفات سے لوٹ کر طواف کے لیے جانے لگو تو مشعر حرام کے پاس خدا کو یاد کرو، جیسا کہ تم کو طریقہ بتلایا گیا ہے، یقیناً تم اس سے پہلے ناواقف تھے۔

مغرب وعشاء کی نمازیں عشاء کے وقت اکٹھی پڑھ لیں۔ مشعر الحرام (مزدلفہ) کے پہاڑ پر وقوف (ٹھہرنا) کرنا افضل ہے، وادی محسّر کے علاوہ مزدلفہ کی وادی میں جس جگہ بھی قیام کریں جائز ہے۔ حکومت نے وادی محسّر کے دونوں جانب نشاندہی کے بورڈ نصب کیے ہیں تاکہ اس جگہ قیام نہ کیا جائے۔ وادی محسّر تقریباً دو فرلانگ طویل ہے یہ وہ جگہ ہے جہاں "ابرہہ" نے بیت اللہ پر فوج کشی کے ارادہ سے اپنے لشکر کو منظم ومرتب کرنے کے لیے ٹھہرایا تھا۔ یہ جگہ مغضوب وملعون ہے، اصحاب الفیل کے جائے قیام سے بچنے کے لیے شریعت مطہرہ نے ہمیں متنبہ فرمایا ہے۔ مزدلفہ کی یہ رات ذکر وفکر تسبیح وتہلیل، درود ودعا میں بسر کرنی چاہیے۔ یہ رات بعض مشائخ کرام کے نزدیک شب قدر سے بھی افضل ہے، تمام رات جاگنے کی طاقت نہ ہو تو رات کے کچھ حصہ میں نوافل وذکر کی سعادت حاصل کریں۔

صبح کی اذان ہوئی تو "مشعر حرام" میں فجر کی نماز غلس (اندھیرے)

میں پڑھ لی۔ نماز کے بعد مسجد کے بائیں طرف ٹیلہ پر چڑھ کر قبلہ رخ کھڑے ہو کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ خداوند قدوس کے حمد وسپاس، تہلیل وتکبیر اور محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کے بعد استغفار ودعا مانگنی چاہیے، طلوع آفتاب سے قبل منیٰ کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں تلبیہ وتسبیح ذکر واذکار کا مشغلہ رہا، جب وادی محسر کا نشان آجائے۔ تو وہاں سے قدم تیز کر کے چلنا چاہیے۔ وادی محسر سے آگے منیٰ کی آبادی نظر آئی۔ عقبة الاردن کے ایک معمر شخص ابو ابراہیم کی زبانی وہ قصیدہ یاد آیا جو اس نے فرطِ جوش میں میں آکر کہا تھا۔ مگر افسوس کہ ماسوائے دو شعروں کے بقیہ اشعار یاد نہ ہو سکے ....

يـا راحِلـينَ الـى مـنـىً بِـقـيـادِ
هـيّـجـتـمـوا يـومَ الـرَّحيـلِ فـؤادِيْ

ضحُّوا ضَحـايـاهـم وسَالَ دِمـاءُهـا
وأنـا لأجـلـهـم نـحـرتُ فـؤادِيْ

منیٰ کی آبادی میں داخل ہو کر "جمرة العقبه" کو کنکریاں مارنے کے لیے روانہ تھے کہ راستے میں محترم قاری محمد امین صاحب (راولپنڈی) کی ملاقات باعثِ انبساط وسرور ہوئی۔ قاری صاحب رمی الجمرات سے فارغ ہو کر قربانی کے لیے "مذبح" (قربان گاہ) جا رہے تھے، چھ ماہ کی طویل مفارقت کے بعد اپنے علاقہ کے ایک قریبی بزرگ دوست کی زیارت کیوں صد مسرت نہ ہو۔ قاری صاحب نے فرمایا کہ تفصیلی گفتگو تو بعد میں ہوگی، اجمالی طور پر اتنا عرض ہے کہ آج سے ایک ہفتہ قبل دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک گیا، حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحبؒ کی زیارت

کیلئے، وہاں آپ کے والد محترم سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ گھر بار اعزہ واقارب سب خیریت سے تھے، البتہ ایک ماہ کے طویل عرصہ میں آپ کے خط نہ پہنچنے کی وجہ سے ان کو انتہائی پریشانی ہے۔ آپ فوراً خط بھیجدیں۔ قاری صاحب نے فرمایا کہ میں ''معلم میر عبداللہ سالم'' کے کیمپ میں ہوں۔ یہاں کے مناسک کی ادائیگی کے بعد آپ وہاں آجائیں، قاری صاحب مذبح کی جانب اور ہم ''جمرۃ العقبۃ ''کی طرف روانہ ہوئے۔

جمرۃ العقبۃ :

''جمرۃ العقبۃ'' مکہ معظمہ سے آتے ہوتے ''منیٰ'' میں پہلا جمرہ ہے۔ اور مزدلفہ سے آتے ہوئے آخری جمرہ ہے ''یوم النحر ''(قربانی کے دن) دس ذی الحجہ کوصرف جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارنے کا حکم ہے۔ جمرۃ العقبہ پہنچے تو بے پناہ مخلوق دیکھی، جو کنکریاں مارنے میں مصروف تھی۔ جمرہ کے سامنے چار پانچ گز کے فاصلہ پر کھڑے ہو کر داہنے ہاتھ کے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے سروں کے درمیان کنکری پکڑ کر مارنا چاہیے، کنکری مارتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر رجماً للشیطن ورضاً للرحمن پڑھنا چاہیے۔ اس دن کنکریاں مارنے سے قبل دُعا کرے اور کنکریاں مارنے کے بعد فوراً واپسی کرے، آج یہاں ٹھہرنے کا حکم نہیں ہم نے جب سات کنکریاں ماریں اور واپس ہوئے تو بمشکل ہجوم سے نکلے، چپل ہجوم میں رہ گئے، ساتھی گم ہو گئے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے راستے میں اپنے ساتھی مل گئے۔

قربان گاہ :

اب مذبح کی طرف جانا ہے، موجودہ حکومت نے قربان گاہ کیلئے ایک خاص

میدان متعین کردیا ہے، پہلے زمانے میں منیٰ کی ساری وادی قربان گاہ تھی، قربانی کرتے وقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کو ملحوظ رکھنا چاہیے، صحابہ کرامؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ماھذہ الأضاحی یارسول اللہ، اے رسول خدا! ان قربانیوں کی حقیقت کیا ہے؟ تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: سنۃ أبیکم إبراھیم ۔ یہ تمہارے جدِ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ جبکہ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو خدا کے نام پر ذبح کررہے ہیں، آنکھ کھلتے ہی حکم خداوندی کی تعمیل کے لیے تیار ہوئے۔ اپنے لخت جگر کو نہلا دھلا کر صاف ستھرے کپڑے پہنا دیئے اور اپنے گھر سے نکل کر وادی منیٰ میں آئے تھے۔ یہاں پہنچ کر باپ بیٹے کے درمیان یہ لرزہ خیز گفتگو ہوئی تھی: ابراہیمؑ نے کہا یا بنیّ إنیّ أریٰ فی المنام أنیّ أذبحك فانظر ماذا تریٰ اے میرے پیارے بیٹے! میں نے خواب دیکھا ہے کہ تجھے خدا کے نام پر ذبح کررہا ہوں، آپ کا مشورہ کیا ہے۔ اسماعیل علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: یآ ابتِ افعل ماتؤمر ستجدونی إن شآء اللہ من الصابرین ۔ پیارے ابا جان! فرمان خداوندی کی فوراً تعمیل کیجیے (یہ میری گردن حاضر ہے) انشاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔ آپؑ اپنے اکلوتے بیٹے لاڈلے لخت جگر کو منہ کے بل زمین پر لٹا کر تیز چھری حلق پر پھیرنے لگتے ہیں، تو شانِ کریمی کے دریائے ترحم میں جوش آتا ہے اور رب کعبہ آواز دیتا ہے: یآ ابراھیم قد صدّقتَ الرؤیا إنآ کذلك نجزی المحسنین اے ابراہیمؑ! آپ نے اپنے خواب کو سچا کر کے دکھایا (آپ نے میرے حکم کی تعمیل کی) یقیناً ہم اپنے مخلص بندوں کو اجر وجزا دیتے ہیں۔ جبرائیل امین نے خدا کے حکم سے فوراً ایک دنبہ ابراہیمؑ کی چھری تلے رکھ دیا، بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر چھری چلائی، دیکھا تو دنبہ ذبح کیا ہوا ہے،

جبرائیل امین نے لاالہ الا اللہ واللہ اکبر کے کلمات پڑھے۔اسماعیل علیہ السلام نے آنکھ کھولی اور دنبہ کو ذبح شدہ دیکھا تو بے اختیار اللہ اکبر وللہ الحمد کے کلمات کہے،اسطرح ابراہیمی قربانی کی ابتداء ہوئی،اور رحمت ایزدی نے جگر گوشوں کی قربانی کے بدلے جانوروں کی قربانی لازم کردی..............

طغیان نازبین کہ جگر گوشہ رسول
خود زیر تیغ کردو شہید ش نمے کند

قربانی :

اس ابراہیمی سنت پر عمل پیرا ہونے کے لیے سرور کائنات ﷺ سخت تاکید فرمائی ہے۔آپؐ کا ارشاد گرامی ہے"کہ جو شخص قربانی کرنے کی طاقت رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے،وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے" آپ نے فرمایا: کہ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگ،بال،کھر،گوشت،اور خون سمیت لایا جائیگا،اور اس کا وزن ستر گنا زیادہ کر کے ترازو میں رکھا جائے گا،قربانی کے جانور کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی خداوند کریم قربانی کرنے والے کے تمام اگلے گناہ بخش دیتا ہے۔قربانی کے جانور کے ہر بال کے عوض ایک نیکی نصیب ہوتی ہے،حاجی اگر مفرد ہو (صرف حج کی نیت کی ہو) تو اس پر یہاں قربانی لازم نہیں،کیونکہ وہ مسافر ہے اور مسافر پر قربانی واجب نہیں،ہاں اگر نفلی طور پر کرے تو باعث اجر و برکت ہے،البتہ قارن و متمتع پر یہ قربانی بطور شکرانہ واجب ہے۔(ماہنامہ الحق اگست ١٩٦٨ء)

☆